

فخر دہلوی

McGill University Library



3 103 251 569 D

اُردو ترجمہ فخر الطالبین مناقب فخریہ

مترجمہ و مرتبہ

میر تندر علی ورد کا کوروی

سلیمان کہیڈمی

نشان. نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی  
کراچی ۵

ISLAMIC

BP189.7

C492

F34

1961



McGill  
University  
Libraries

Islamic Studies Library







Malfūzāt wa Ḥalāt-i Shāh  
Fakhr Dīlhwānī

# ملفوظات و حالات شاہ فخر دیلوی

اردو ترجمہ: فخر الطالبین و مناقب فخریہ

Dīlhwānī, Shāh Fakhr al-Dīn

مترجمہ و مرتبہ: میر نذر علی درو کاکوروی

سلمان اکیڈمی

حق نشان، سہ کراچی، ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی ۵

3380603

Islam

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

سن طباعت ..... ۱۹۶۱ عیسوی

بار اول .. .. ایک ہزار

قیمت .. .. چار روپے پچاس پیسے

مشتی بک گی رو

لاہور اور کالج عیال روڈ کراچی

68337

مطبوعہ

مشہور آفست پریس کراچی

# فہرست مضامین

مقدمہ:- انرجناب مفتی انتظام اللہ شہابی  
نقشِ اول:- میرنذر علی درویش کا گوری  
حالات حضرت مولانا فخر جہ:- از میرنذر علی درویش کا گوری  
دیباچہ (اصل کتاب) سید نور الدین حسین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۱	میر ہدیہ الدین کا تذکرہ	۳۹	مولانا کے خلیفہ اعظم
۵۱	میر خیر الدین اور میر شفیع الدین کا تذکرہ	۴۰	کھاؤنی فرقے کا ذکر
۵۶	میر کلہو، خادم خاص کا تذکرہ	۴۱	میر افضل اور حضرت صاحب کا تذکرہ
۵۷	حضرت شاہ تھوڑا اللہ کا تذکرہ	۴۲	حضرت منصور صوان کا تذکرہ
۵۸	وجوب کے مسائل	۴۳	ایک اور تذکرہ (حسن اعتقاد)
۶۰	سید احمد شاہی منصب دار کا تذکرہ	۴۴	سیاں نور محمد صاحب کا تذکرہ
۶۲	میر شفیع الدین اور میر کلہو کا ذکر	۴۶	زیارت قبور کی بابت حدیث شریف
۶۳	صوفی یار محمد صاحب کا تذکرہ	۴۷	مولوی محمد اکرم کا تذکرہ اور شاہجہاں آباد
۶۵	سیاں قمر الدین منت کا تذکرہ	۴۷	میں احمد شاہ درانی
۶۶	میر ہدیہ الدین کا تذکرہ	۴۹	حاجی خدا بخش نامی بزرگ کا تذکرہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۱	حضرت صاحب کے دوستوں کا ذکر	۷۱	ذکر شاہ عبداللہ
۹۱	حافظ خیر اللہ سیلح کا تذکرہ	۷۷	میر خیر الدین کا تذکرہ
۹۳	حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کا تذکرہ	۷۵	غلام محمد، صاحب کمال کا تذکرہ
۹۴	محبوبیت کا تذکرہ	۷۶	میاں محبوب الدین کا تذکرہ
۹۴	ایک فونی کا تذکرہ	۷۷	آں حضرت کی انگشت مبارک کا تذکرہ
۹۶	حضرت گنج شکر کی زیارت کا تذکرہ	۸۰	حضرت صاحب قبلہ کے شغل و اشغال
۹۶	مولانا کی سرگزشت	۸۱	{ حضرت صاحب کے دوست میاں عشق اللہ
۹۷	میر بدیع الدین کا تذکرہ		
۹۸	کسی ہندو کا مقتدر ہونا	۸۲	سات کا عدد اور ایک مجذب
۹۸	ایک ہندو کا مرید ہونا	۸۴	حضرت محبوب الہی کی زیارت کا تذکرہ
۹۹	مولانا کے ایک ہندو کی مصاحبت	۸۵	حضرت صاحب کی مجلس کا ذکر
۹۹	مولانا کے ایک دوست اور ان کا اعتقاد	۸۶	حضرت شاہ شریف کا تذکرہ
۱۰۳	مولوی علاء الدین کا تذکرہ	۸۷	حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ
۱۰۴	{ ایک دوسرا تذکرہ } (برادہ اور مشیت)	۸۸	{ ایک شخص کا تذکرہ جس نے بیعت کا سوال کیا }
۱۰۵	مولوی معین کا تذکرہ	۸۹	درویش اور آزادوں کا تذکرہ
	معمور خاں کے چپے کا تذکرہ	۹۰	{ حضرت بڑے صاحب کے واقعہ کا تذکرہ }
۱۰۷	شہر مقدس اور سفر		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۸	نیا رسالہ خوب اور طرز مرغوب	۱۳۹	بہادر خور دیاں غلام معین الدین
۱۱۰	حالت رقت و سماع کا تذکرہ	۱۴۰	حضرت مولانا کے ذاتی اخراجات کا تذکرہ
۱۱۴	ذکر میاں ضیاء الدین	۱۴۳	میاں عبداللہ اور شمس الدین کا تذکرہ
۱۱۸	خانم جی کا تذکرہ	۱۴۵	حضور کا نقش قدم
۱۲۰	اپنے مرشد کی تعریف کا تذکرہ	۱۴۴	حدیث شریف کے درس کا تذکرہ
۱۲۲	خواجہ رحمت اللہ دیاں عبدالقادر	۱۴۷	حضرت صاحب قبلہ سے
۱۲۴	حضرت قبلہ کی نظر اور توجہ	۱۴۷	مرید ہونے کا تذکرہ
۱۲۶	حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ	۱۴۹	حافظ محمد ارشد کا تذکرہ
۱۲۹	مولانا کی بہنوں کی نسبت کا تذکرہ	۱۴۹	ایک مستفد شخص کا ذکر
۱۲۹	حضرت صاحب کے لباس { اور پاؤں کی تکلیف کا ذکر }	۱۵۰	مولانا کے ارشادات کا تذکرہ
۱۳۱	محمد صادق خاں	۱۵۲	خیر و شر کے بیان میں
۱۳۱	بچوں کو سبق پڑھانے کا تذکرہ	۱۵۲	حضرت خواجہ قطب الدین کا ذکر
۱۳۲	حدیث شریف کا ذکر	۱۵۳	ایک دوسرا تذکرہ (نام اعمال میں نیکی)
۱۳۳	کھانے کے وقت بیٹھنا	۱۵۴	شیخ عبدالعزیز حنیفی کا تذکرہ
۱۳۳	میر محمد افضل کا ذکر	۱۵۴	حضرت مولوی روم کا تذکرہ
۱۳۴	مختلف امور کی بابت ارشادات	۱۵۶	ایک اور تذکرہ (میتانی) { اور طرح طرح کی صورتیں }
۱۳۶	حضرت صاحب کے ملفوظ کی عبارت کا تذکرہ	۱۵۷	معاش اور فقر و فاقے کا تذکرہ



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۷	حریث شریف (آسمان دنیا)	۱۵۸	حافظ اسعد کا تذکرہ
۱۷۸	اسیم اعظم کا تذکرہ	۱۶۱	ایک اور تذکرہ (عملیات)
۱۷۹	اجمیر شریف وغیرہ کا تذکرہ	۱۶۳	شیخ محمد قدس سرہ کا تذکرہ
۱۸۲	حضرت شیخ کلیم اللہ کا تذکرہ	۱۶۵	{ ایک دوسرا تذکرہ { ذکر کے طریقہ اور چند باتیں
۱۸۲	طبیعیوں کے علاج کا تذکرہ	۱۷۱	حضرت نصیر الدین روشن چراغ (کشف)
۱۸۵	{ ایک اور تذکرہ (تقدیر) سے نیک سلوک	۱۷۳	ایک دوسرا تذکرہ (مشغولی)
۱۸۶	مختلف مذکورہ	۱۷۴	حضرت شیخ کلیم اللہ کے نواسے کا تذکرہ (حسب نبی کی وجہ)
۱۸۸	{ حضرت مولوی رفیع کے عرس کا تذکرہ	۱۷۷	حافظ خیر اللہ احمد محمد یوسف
۱۹۰	تاریخی قطعات	۱۷۵	حاجی نصر اللہ خاں کا تذکرہ

## مُقَدِّمہ

### از جناب مفتی انتظام اللہ شہابی

خدائے تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ اپنے  
دینِ متین کی اشاعت و تحفظ کی خاطر علمائے اُمت  
میں سے وقتاً فوقتاً ایسے صالح بندے منتخب فرماتا ہے  
جن کی صلاحیتیں بروئے کار آکر اُمتِ محمدیہ میں نئی  
روح بھونکتی رہتی ہیں۔ تاریخِ اسلام کے صفحات  
ان نفوسِ قدسیہ کے حالات سے مزین ہیں۔ ان میں سے  
اکثر حضرات ایسے ہیں جن کو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور  
مال کی قربانی دینی پڑی ہے اور ان بزرگوں نے بخوشی  
یہ قربانیاں دی ہیں۔

برصغیر ہند پاکستان میں کثرت سے ایسے بزرگان  
 دین پیدا ہوئے جن کے واقعات زندگی تاریخوں اور  
 تذکروں میں محفوظ چلے آتے ہیں اپنے زمانہ میں  
 اُنھوں نے احیاء دین اور اشاعت اسلام میں بڑی  
 صعوبتیں جھیلیں ، مخالف حالات کا مقابلہ کیا، لیکن وہ  
 اپنے کام میں لگے رہے۔ آخر کار اُن کی دعوت حق سے  
 اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

صوفیائے کرام اور علمائے عظام کی دعوت  
 اعلیٰ کلمۃ الحق کا یہ ایک کد شمع ہے کہ برصغیر کے  
 باشندے جوق جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔  
 یہاں کے بادشاہوں نے اشاعت اسلام کی  
 طرف توجہ نہیں کی ، وہ دوسری اصلاحات میں  
 مصروف رہے۔ لیکن اس کمی کو صوفیائے کرام اور  
 علمائے حق نے پورا کیا۔ ان ہی حضرات کی کوششوں  
 کا نتیجہ ہے کہ آج اس سرزمین پر تیرہ کروڑ حلقہ بگوشان  
 اسلام موجود ہیں۔

ان حضرات میں مشائخین قادریہ ، سہروردیہ ، چشتیہ  
 نقشبندیہ پیش پیش ہیں۔

چشتیہ سلسلے کے عہد آخر کے بزرگوں میں حضرت

شاہ فخر الدین نظامی کا اسم گرامی صفِ اول میں شمار کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کی تعلیمات اور معلومات زندگی کا مختصر سا نقشہ آپ کے ملفوظات ”فخر الطالین“ میں نظر آتا ہے، شاہ فخر کے علم و فضل، درس و تدریس، تبلیغ اسلام، پیری و مریدی اور آپ کے مریدین و احباب کے تذکرہ کی تفصیل اس میں موجود ہے۔

شاہ صاحب جس وقت اورنگ آباد سے دلی آئے تو یہاں کی زبوں حالی منہی کو پہنچ چکی تھی۔ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی۔ مسلمانوں میں ہر قسم کے عیوب راہ پا چکے تھے۔ اس دور کی زندگی میں جو خرابیاں سرایت کئے ہوئے تھیں اُن کا اندازہ لگانے کے لئے درگاہِ قلی قاں کی تصنیف ”مرقِ دہلی“ کے صفحات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، دہلی کا وہ شہر جس کو کبھی ”عالم میں انتخاب“ کہا جاتا تھا اور جو تہتر مندوں اور صنعت کاروں کا مرکز تھا، اب عیاش پسند امراء کی تفریح گاہ بن کر



رہ گیا تھا۔

سیاسی زندگی میں ان ہی خود غرض امراء اور درباریوں کی سازشوں اور خانہ جنگیوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا تھا۔ بادشاہ کو پہلے مرہٹوں اور بعد میں انگریزوں نے عضو معطل بنا دیا تھا۔ غرض جہاں تک مسلمانوں کا تعلق تھا ہر طرف مایوسی اور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

اسی دور تاریکی میں ہم کو چند درخشاں ہستیاں نظر آتی ہیں جن کے کارنامے تاریخ میں یادگار رہیں گے۔

ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی و مرزا مظہر جان جاناں قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات نے بوریہ نشینی کے باوجود عوام کی اصلاح کی اور ان کو دینی تعلیم کی طرف دعوت دی، اپنے مکانات اور خانقاہوں میں ان بزرگوں نے درس لگائے قائم کیے جہاں سے علماء نکلتے اور دور دور تک اشاعتِ علم کرتے شاہ عبدالرحیم کے بعد شاہ ولی اللہ نے درس و تدریس اور



رشد و ہدایت کی محفل جمائی، شاہ کلیم اللہ کے  
 مستد اور شاہ کو حضرت شاہ فخر الدین نے سنبھالا  
 اور چشتیہ سلسلہ کو دور دور تک پھیلایا۔ اس کے  
 ساتھ ہی دوسری حدیث بھی جاری تھا کہ جو  
 بدعات و محدثات رواج پاگئی تھیں اس کا  
 سد باب ہو۔

حکومتِ وقت کا بڑا حاکم امیر الامرا نجف خاں  
 اپنے مسلک پر عوام کو رجوع کرنا چاہتا تھا،  
 اس کی وجہ سے دلی میں تعزیرہ داری کا بہت  
 زور تھا، حضرت مرزا مظہر جان جانا نے اس  
 بدعت کے خلاف حق بات کہی اُس نے فولاد  
 خاں (شیعہ) سے اُن کو ایسا زخمی کر دیا کہ وہ  
 جاں بحق ہو گئے۔

تحفہ اثناء عشریہ کی تصنیف کی پاداش میں  
 حضرت شاہ عبد العزیز کو جلا وطنی کا حکم  
 ہوا تمام خاندان دور تک پھیل گیا پھر اُن  
 کے لئے سواری کا انتظام شاہ فخر الدین  
 نے کیا۔

شاہ فخر الدین سے شاہ عالم کو عقیدت

تھی اس کے خلف اکبر شاہ ثانی ان کے مرید  
تھے اور پوتے ابو ظفر بہادر شاہ نے بچپن میں  
دیکھا تھا۔

بہادر شاہ ظفر فرماتے ہیں کہ

اے ظفر کیا تاؤں تجھ سے کہ جو کچھ ہوں سو ہوں

لیکن اپنے فخر دین کے کفش برداروں میں ہوں

حضرت شاہ فخر الدین اور شاہ عبدالعزیز کی اصلاحی  
مساعی نے دلی کے امراء اور عوام کی کایا پلٹ دی تھی  
اور اسلامی معاشرہ میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔  
ان کے تلامذہ نے جگہ جگہ مدرسے کھول دیئے  
تھے خود حضرت شاہ عبدالعزیز ایک قصیدہ  
میں فرماتے ہیں کہ

بِهَامِدِ اِيْمَانٍ لَوْ لَافَ الْبَصَرُ بِهَا

لَمْ تَفْخَعْ عَيْنُهُ الْاَعْلَى الصُّخْفُ

(دلی میں) جس طرف نکل جائے اس میں مدارس  
نظر آئیں گے، اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ  
جاری ہو گا۔

شاہ فخر نے اپنے مریدی کے سلسلہ کو وسیع کر دیا تھا ہندو اور شیعہ بھی آپ کے مرید ہو جاتے تھے شاہ صاحب بڑی بالغ نظری سے تبلیغ دین متین فرماتے تھے، بہت سے ہندوؤں نے حضرت کی تربیت سے اسلام قبول کر لیا، اسی طرح بہت سے شیعہ حضرات صحیح العقیدہ ہو گئے۔ مجریا آباد، خاٹقاہیں ذکر و فکر کی مجلسیں بن گئی تھیں، ان سب حالات کی "فخر الطالبین و مناقب فخریہ" میں ایک پُر از معلومات روشن تصویر نظر آتی ہے۔

ہر دو کتاب فارسی میں ہیں جن کو شاہ فخرؒ کے مریدین میر نور الدین حسین و غازی الدین خاں نظام نے جمع کیا ہے۔ ان کتب کو اردو زبان کا جامہ جناب میر نذر علی درو کا کوردی نے پہنایا ہے۔ حضرت درو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ہندو پاکستان کے مشہور شاعر کہنہ مشق اہل قلم اور صاحب درد ہیں۔ ترجمہ شگفتہ اور سلیس ہے۔ شروع میں شاہ فخر الدین کی مختصر سوانح عمری بھی اس میں شامل کر دی ہے جس سے اس کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

کہیں کہیں حاشیے بھی حسب ضرورت لکھ دیئے  
ہیں۔

سلمان اکیڈمی اس کتاب کو شایع کر کے  
وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر رہی ہے۔  
اللہ تعالیٰ اس کے ارباب کو جزائے خیر  
دے۔ آمین۔

## انتظام اللہ شہابی

۱۹ جولائی ۱۹۶۱ء

---

# فخر الطالبین

د ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی رحم

---





## نقشِ اول

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے حضرت مولانا فخر کے ارشادات کے فارسی مجموعے کا ترجمہ ہے۔

حضرت مولانا فخر عظیم اللہ کی عظمت کے علم بردار وہ ہستی ہیں جن کی چشتیہ خاندان میں ایک دھوم ہے۔

آپ حضرت شاہ نظام الدین کا کوری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ نظام الدین نے کوری میں خواب دیکھا کہ میں دہلی کے کسی بزرگ کی مجلس میں ہوں اور ان کے انوار و برکات سے مستفید ہو رہا ہوں۔ والد سے اس خواب کو بیان کیا اور علمی تشنگی ظاہر کرتے ہوئے دہلی وغیرہ کی سیر و سیاحت کی اجازت چاہی۔ والد نے پہلے پوری محنت کی وجہ سے روکا، پھر ان کے اصرار پر اجازت دیدی، آپ دہلی پہنچے اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ جب میں حضرت شیخ موصوف جہاں آبادی کی مجلس میں پہنچا تو مجھ کو اپنا کوری والا خواب یاد آگیا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے یہ مرید ہو گئے چند روز میں آپ کو مرشد بنے

سلوک کے تمام مقامات طے کر دیئے۔ اور علاقہ دکن کا قطب بنا کر اورنگ آباد دکن بھیج دیا اور وہیں قیام کا حکم صادر فرمایا جن صاحب کو حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے تفصیلی حالات درکار ہوں وہ ہماری کتاب تذکرہ اولیاء اللہ اورنگ آباد دکن ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص مرید سید نور الدین جعفری نے اپنے مرشد کے ارشادات کو فارسی زبان میں مرتب کر کے فخر الطالبین نام رکھا تھا۔ حافظ عبد الواحد ماک مبلع مجتہائی نے اس کتاب کو صفر ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں شائع کیا تھا۔ فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام اردو داں طبقہ اس کتاب سے مستفید نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اردو زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا جائے۔ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے سجادہ نشین حضرت جناب قیصر میاں صاحب زاد و عنایتہ نے بھی اس کی نہ صرف تائید فرمائی بلکہ اصرار فرمایا کہ جلد اس کو مکمل کیا جائے۔ (یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب میں اورنگ آباد دکن میں ۳۰ سال مقیم رہا ہوں۔)

بہر حال۔ عند ذکرا اولیاء اللہ تنزل الرحمتہ (اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے) اس حدیث شریف کے تحت اس کتاب کو اردو زبان میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ عام طبقہ بھی خدا کی رحمتوں سے فائدہ اٹھا سکے چونکہ کتاب حضرت مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے متعلق ہے اس لئے ناظرین آئندہ صفحہ میں حضرت موصوف کا مختصر حال ملاحظہ فرمائیں۔

دستار کا کوڑی۔

## حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ

آپ بمقام اورنگ آباد دکن **الکلیہ** میں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت مولانا شاہ نظام الدین نے اپنے مرشد (حضرت شاہ کلیم الدین جہاں آبادی) کو مطلع کیا۔ چونکہ ان کے متعلق بہت سی بشارتیں تھیں اس لئے وہ اس خیر سے بہت خوش ہوئے اور اپنا پیر میں ان کے لئے روانہ فرماتے ہوئے ”مولانا فخر الدین“ نام تجویز فرمایا۔ اشد تائید بھی صراحت فرمائی کہ جس فرزند کے متعلق بشارتیں ملی گئی ہیں وہ یہی فرزند ہے۔ یہ بچہ ظاہری علوم میں جید عالم اور باطنی عرفانی علوم کے لحاظ سے اپنے زمانے میں دہلی کا قطب الارشاد ہو گا۔

پدری سلسلے کے لحاظ سے آپ کا نسب حضرت شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور مادری اعتبار سے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

محمد اسماعیل آپ کے حقیقی بھائی تھے جو اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ کا مکار خاں کے مرید تھے۔ ایک حقیقی بہن تھیں۔ دوسری والدہ سے اور تین بھائی تھے غلام معین الدین، غلام بہا الدین، غلام کلیم الدین۔ یہ تینوں بھائی آپ سے عمر میں چھوٹے اور تینوں آپ ہی کے مرید تھے۔

نہایت اعلیٰ پیمانے پر آپ کی تعلیم ہوئی قرآن شریف اور اس کی تفسیر، شرح وقایہ، مشارق الانوار، تنویر شریف، فتوحات مکیہ، نجات الانس، یہ کتابیں آپ نے اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ مولانا عبد الکلیم کی خدمت میں



حاضر ہوئے۔ ان سے بھی تفسیر، حدیث، اور فقہ کی تکمیل فرمائی۔ اگرچہ باطنی تعلیم اپنے والد سے بہت کچھ حاصل کر چکے تھے، تاہم حضرت مولانا اسعد انصاریؒ سے حدیث، تصوف، منطق، فلسفہ کے علوم پر عبور حاصل کیا۔ پھر شمس یازد اور خصوصاً حکیم مولانا میاں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ اس طرح آپ ۳ سال تک علوم کی تکمیل میں مشغول و مصروف رہے۔ اس کے علاوہ دیگر علوم و فنون، طب، تیراندازی اور فن سپہ گری میں بھی مہارت حاصل کی۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی بشارات سے آپ کے والد کو علم ہو چکا تھا اس لئے تمام صاحبزادوں میں مولانا فخر صاحب ہی سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی۔ مولانا اپنے ذاتی ذوق سے فن سپہ گری میں یکتائے روزگار ہو گئے تھے۔ جب آپ کے والد ماجد اس عالم سے سفر فرمانے لگے تو مولانا کے بہنوئی قاضی کریم الدین کے ذریعے مولانا کو طلب فرما کر لیٹا لیا اور تمام ظاہری باطنی نعمتیں جو آپ کو سینہ بہ سینہ ملی تھیں وہ سب مولانا کے سینے میں منتقل فرما دیں اس کے بعد رحلت فرمائی۔

باطنی اشارے پر آپ نے فوجی ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح آپ دین و دنیا دونوں کے خدات انجام دیتے اور رات کو ریاضت و عبادت میں مصروف رہتے۔ اور نگ آباد کی خانقاہ آپ کے والد کی وجہ سے مرجع خلافت پہلے ہی سے تھی۔ اب آپ کی ریاضت اور مجاہدوں سے اس میں اور چار چاند لگ گئے چند روز بعد آپ نے ملازمت کو خیر یاد کہہ دیا جس قدر آپ درویشی کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے اتنی اور شہرت ہوتی جاتی۔



مقامات مقدسہ کی زیارت کا آپ کو شوق ہوا تو اورنگ آباد کی خانقاہ کے تمام امور کو اپنے بھائیوں کے سپرد کر کے دہلی روانہ ہو گئے۔ کتتاب مناقب المجاہدین سے پتہ چلتا ہے ۱۱۶۵ھ میں آپ دہلی تشریف لے گئے۔ نواب غازی الدین مرحوم کی رباعی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بود سالے چہ فرخ و میمون      شصت و پنج و ہزار و صد افزون

فخر دیں بافت دوم سعد و سعید      دہلی کہنہ را نوا بخشید

دہلی میں آپ تمام مزاروں کی زیارت سے مشرف ہو کر پاک پٹن تشریف پھرلا بعد اس کے بعد اجمیر تشریف پہنچے۔ ان تمام مقدس آستانوں کی حاضری، چلاکشی، مجاہدوں اور اسمائے حسنیٰ کی زکاتوں سے متعلق تھی اس طرح رومانی فیوض سے آپ نے اپنے آپ کو مالا مال فرمایا اس کے بعد پھر دہلی واپس ہو گئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے صاحبزادوں نے آپ کو کئی دن مہمان رکھا۔ معتقدین نے اورنگ آباد واپس جانے نہ دیا بلکہ ایک چوبلی لڑکے پر لے کر آپ کے قیام کا مستقل انتظام کر دیا پھر کیا تھا مخلوق ٹوٹ پڑی۔

بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مختلف خاندانوں کے شہزادوں میں سب سے پہلے ابو نصر معین الدین داخل سلسلہ ہوئے اس کے بعد شاہی خاندان کے اکثر افراد اس سعادت سے مشرف ہونے لگے۔ بہادر شاہ ظفر آپ ہی کے مرید تھے۔ (جنھوں نے نظم میں آپ کی منقبتیں لکھی ہیں) بالآخر اجمیری دروازے کے باہر آپ کے لئے خانقاہ تعمیر ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہ خانقاہ چشتیہ سلسلے کے فیوض کا مرکز بن گئی۔ یہاں اکثر سماع کی مجلسیں بھی گرم رہا کرتیں تھیں۔

دہلی کے امراء میں ایک شخص مولانا کا مرید ہوا بعد میں چند حاسدوں کی شرارتوں نے اس کو مولانا سے منحرف کر دیا۔ حضرت سید مظفر علی شاہ قادری سلسلے کے ایک بزرگ تھے جو محلہ پہاڑ گنج میں رہا کرتے تھے۔ یہ شخص وہاں گیا اور اس نے حضرت سید مظفر علی شاہ سے مولانا کی مجلس سماع کا ذکر کرتے ہوئے بہت کچھ نازیبا کلمے کہے۔ سید صاحب کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اس شخص کی طرف نگاہ جلال سے دیکھا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اس امیر کے ملازمین اس شخص کو پاکی میں ڈال کے گھر لائے مگر ہوش میں نہ آیا۔ بعض لوگ اس کو مولانا کی خدمت میں لے گئے مولانا نے فرمایا یہ قادری جلال کا معتبوب ہے۔ سید مظفر علی شاہ دہلی کے شاہ ولایت ہیں میں کچھ نہیں کر سکتا انھیں کے پاس لے جاؤ۔ بالآخر لوگ ان کے پاس لے گئے اور اس کی طرف سے بہت معافی چاہی۔ سادات کا مسلک رحم و کرم ہے۔ سید صاحب کو رحم آگیا۔ فوراً نگاہ کرم سے دیکھا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ آپ نے اس کو ہدایت کی کہ دیکھو کبھی فقیروں کو برا نہ کہنا۔ اس کے بعد یہ شخص قدم بوس ہو کر اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے گھر واپس آگیا۔

ادھر حضرت سید مظفر علی شاہ قادری۔ حضرت مولانا سے ملنے آئے اور فرمایا کہ میرا آخری وقت ہے۔ حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی کے باطنی حکم پر آپ کو سلسلہ قادریہ کی امانت سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر سید صاحب مولانا سے بغل گیر ہو گئے اور قادری سلسلے کی نعمت آپ کے سپرد فرمائی۔ اسی رات مظفر علی شاہ کا انتقال ہوا جب شاہ فخر کو خبر ہوئی تو آپ نے تطب ابدال

جنازے کی نماز میں شرکت فرما کر سعادت داین حاصل کی۔

یہ وہ مقدس زمانہ تھا کہ بمقام الہ آباد حضرت شاہ باسط علی قلندرؒ بمقام جون پور شاہ عبدالقدوس قلندرؒ بمقام مارہرہ حضرت شاہ آل احمد قادری سلسلے کے فیوض و برکات سے خدا کی مخلوق کو فیض یاب کر رہے تھے۔ اسی طرح مولانا شاہ محمد معصوم قصبہ کاکوری میں، ادیبیہ سلسلے کی تبلیغ میں مشغول تھے۔ حضرت شاہ محمد کاشف سبزویش بھی قصبہ کاکوری میں چشتیہ سلسلے کے فیوض و برکات سے عالم کو مستفید فرما رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یہ حضرات آپ کے ہم عصر تھے۔

چونکہ حضرت سید مظفر علی شاہؒ نے حضرت مولانا فخر گو قادر نعمت دے کہ اپنی قطب ابدالی بھی عنایت فرمادی تھی۔ اس لئے آپ کے چشتیہ سلسلے کی شراب دوا آتش ہو گئی تھی۔

غرض مولانا اسلامی تعلیمات کا زندہ نمونہ تھے۔ ہر حقیقی طالب کو ظاہر باطنی علم و عمل سے مالا مال فرماتے رہتے۔ اسلامی اخلاق کی آپ گویا مجسم تصویر تھے۔ بلکہ سرمایہ فخر و امتیاز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کا دامن نہ چھوڑتے۔ ظاہری باطنی علم کی مسند آپ کے حصے میں آگئی تھی شاید کوئی ایسا ہو جو آپ کی دولت علم کا دست نگر نہ ہو۔ آپ کے علمی و اخلاقی اور صوفیانہ کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی بڑی عظمت تھی آپ کا قول سند مانا جاتا تھا کیونکہ آپ بہم وجہ صوفیانہ سند کی زینت بن چکے تھے۔ پرہیزگاری آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

آپ کے والد کی خانقاہ جو اورنگ آباد میں ہے آج کل جناب  
غلام معین الدین عرف قیصر میاں صاحب سجادہ نشین ہیں (جن کے والد  
ماجد اور چچا صاحبان کی خدمت میں اس کمترین در کو نیاز حاصل  
رہا ہے) موصوف سے آپ کی چور باعیاں ملی ہیں وہ یہ ہیں۔  
میرے مولا قل ہو اللہ احد کے واسطے

اسم اعظم اور اللہ الصمد کے واسطے  
اپنی ماں کے باپ کے، بھائی کے، جد کے واسطے

یاحسین ابن علی پہنچو مدد کے واسطے  
آپ کی فارسی رباعی بھی سنئے۔

نہ ستمیم کہ زخم طعنہ راھنی احمق  
نہ راھنی کہ کنم سینہ و گریباں شق  
مرید حضرت عشق دم و نغمی دالم  
کہ کسیت بر سر باطل کسیت بر سر حق

چندر ذر بعد حضرت مولانا پیر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی  
زبان پر یہ شعر تھا۔

وقت آں آد کہن عریاں شوم  
جسم بگزام سرسراں شوم

اس سے رحلت کی طرف اشارہ تھا میرین، معتقدین، حاضر باش  
سب یہ حالت دیکھ کر زار قطار رو رہے تھے یہاں تک کہ ۲۷ جمادی الثانی  
۱۱۹۹ھ میں بعمر ۳۷ سال آپ نے وصال فرمایا وصیت کے مطابق  
۱۶۸۲ء  
آپ کی میت آپ کے مرید صادق مینڈھو خاں کے سپرد کی گئی نماز



جنازہ میں مشائخ وقت علما۔ ادبا و سبھی شریک تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے آستانے کے قریب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## آپ کے مشہور خلفاء

حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی۔ خواجہ نور محمد مہاروی۔  
 مولانا ضیاء الدین جے پوری۔ مولانا جمال الدین رام پوری۔ سید احمد۔  
 مولوی غلام حسین فریدی حسینی۔ میرداح الدین۔ صوفی یار محمد۔ میر محمد اعظم  
 بن عبدالرحمان۔ مولانا طہور اللہ۔ محمد امان اللہ۔ مولوی روشن علی۔  
 میاں عصمت اللہ۔

## تصانیف

فخر الحسن۔ عقائد نظامیہ۔ رقصات متفرقہ۔ (ان رقصات میں سے ایک ایک رقصہ ہم کو ملا ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب تذکرہ اولیاء اللہ۔ اور نگ آباد دکن میں نقل کیا ہے)۔ یہ تمام چیزیں آپ کے علم فضل اور محققانہ قابلیت کی آئینہ دار ہیں۔



## اولاد

حضرت مولانا فخر کے ایک فرزند تھے۔ غلام قطب الدین ان کا نام تھا یہ دکن میں پیدا ہوئے تھے۔ جب مولانا فخر دہلی آئے تو ان کو اپنی ہمشیر کے سپرد کر آئے۔ چند روز بعد یہ بھی دہلی آگئے اور مولانا فخر کے وصال کے بعد یہ اپنے والد کے سجادہ نشین ہوئے۔ انھوں نے ۱۸ محرم ۱۲۳۳ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے بھی ایک فرزند تھے۔ جن کا نصیر الدین نام تھا۔ مگر میاں کالے صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ بے نظیر شاعر مومن خاں نے ان کا یہ سجع کہا ہے۔

” ہر دم نام میاں کالے“

بمقام دہلی قاسم جان کی گلی میں۔ میاں کالے صاحب کی حویلی تھی۔

اب احاطہ کالے صاحب کے نام سے یہ جگہ مشہور ہے۔ کالے صاحب نے ۱۵ جنوری ۱۲۶۶ھ کو وصال فرمایا۔ مہرولی میں دفن ہوئے۔ کالے صاحب کے بعد ان کے فرزند اکبر۔ غلام نظام الدین سجادہ نشین ہوئے۔ غدر میں کالے صاحب کی املاک ضبط ہو گئی تھیں۔ غلام نظام الدین دکن چلے گئے۔ جب حالات درست ہوئے تو دہلی واپس آگئے۔ انھوں نے ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ کالے صاحب کے نواموں میں سجادہ نشینی کا سلسلہ ہے۔ اس وقت حاجی میاں صاحب سجادہ نشین ہیں۔

جن کتابوں سے حالات اخذ کئے گئے ہیں ان کے یہ نام ہیں کتاب

رومانیت کے تاجدار۔ مناقب المجومین۔ واقعات دار الحکومت دہلی۔  
 تاریخ مشائخ چشت علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی جلد اول) مرتبہ محمد ایوب قادری  
 بقیہ قیام اورنگ آباد دکن ذاتی معلومات کی بناء پر لکھا گیا ہے۔ اس کو  
 تذکرہ اولیاء اللہ اورنگ آباد دکن میں ملاحظہ فرمائیے۔

## تاریخی قطعات رحلت حضرت مولانا فخر

چوں بسوئے عالمِ ارواح و صل  
 بے سرو پا لطف و وصف و شغل و عقل  
 ۱۱۹۹ھ

عارف حق شاہ فخر الدین نمود  
 سال رحلت درد گفتم۔ گشتہ اند

دیگر

درد فخر زمانہ فخر الدین  
 ہو گئے ذاتِ بخت میں فنا

ہے سن عیسوی میں حضرت کا  
 سال رحلت بفضلِ سبحانی

صوری معنوی ہے۔ واسع۔ درد

بست و ہفتم جمادی الثانی

۱۶۲۳ ۱۷۸۰

## دیگر

فخر فخر زمانہ فخر الدین  
 سن ہجری میں در دہے تاریخ  
 تھے بہ فضل و کمال اولیٰ  
 فخر جامع مثال مولانا

۱۱۹۹ھ

در د کا کوروی قلندری

## اظہار تشکر۔

میں اپنے محب صادق مفتی انتظام افتد شہابی صاحب  
 کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ موصوف نے اس  
 کتاب پر مختصر مگر جامع مقدمہ تحریر فرمایا۔ اسی طرح جناب  
 ڈاکٹر سید معین الحق اور مولوی محمد ایوب قادری کا شکریہ ادا کرنا  
 بھی ضروری ہے جن کی پُر خلوص توجہ اور سعی کامل سے یہ کتاب  
 زیور طبع سے آراستہ ہوئی قادری صاحب نے جس توجہ سے اس  
 کی کاپیاں اور پروف پڑھے وہ ان کی علم دوستی کی بین دلیل ہے  
 اللہ تعالیٰ میرے تمام مخلصین کو جزائے خیر دے۔

در د کا کوروی

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس واحد کی حمد جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسارہ بنا کر بھیجا۔ تمام مخلوقات سے پہلے مرتبہ وحدت میں پورے نظر کی حقیقت کو ملاحظہ فرمایا۔ اور اولیا انبیاء کے دفتر کا ان کو پیشوا بنایا۔ اور ابو البشر (حضرت آدم علیہ السلام) کی آنکھ کو ان کے جمال سے منور فرمایا۔

تمام رسولوں کے بعد زمانے کو۔ کمالات کے ظہور سے اور دین کو آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کثیر معجزات کے ذریعہ (اللہ نے) الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ و اتممت علیکم نعمتی۔ والی آیت سے دین کو مکمل فرمادیا۔ عارف اور مشہور عقلمند جان لیں کہ سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی ذات سے کائنات وابستہ ہے ھو الاول والاخر و الاظہر و الباطن سے اسی طرف اشارہ ہے۔

اس خورشید نورانی کا ہاتھ جو در حقیقت یہ قدرت ہے اس نے کفر کی ظلمتوں کو صفر دنیا سے مٹا دیا اور اس کو دین کی صفائی اور روشنی سے بدل دیا اور چاہا کہ قیامت قائم ہونے تک یہ دین مضبوط اور قائم رہے۔

لہٰذا آج میں نے آپ کا دین مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں آپ پر ختم کر دیں۔

سبحہ و ہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن۔



اولیاء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔ حدیث ان قواعد کی شاہد ہے  
 اس طرح اس اُمت میں گویا انبیاء کے صفات موجود ہیں جن سے دنیا  
 کی ہدایت مقصود ہے۔ اس لئے ہر مومن کو لازم ہے کہ مقبولان بارگاہ  
 میں سے کسی ایک کے طریقے پر استقامت حاصل کر لے۔ اور اپنے ہاتھ  
 سے ان کا پاک دامن پکڑ لے تاکہ شفاعت کے واسطے دلیل ہاتھ آجائے۔  
 (تجربہ اللاحادیت کے صفحہ ۲۳۴ میں یہ شفاعت کی حدیث ہے کہ  
 یا انس اکثر من الاصدقاء فانهم شفعاؤ (ترجمہ) اے انس! دوست  
 بہت پیدا کر یہ تیرے لئے شفیع ہوں گے) قل فلتسأل الحجة البالغة  
 (فرمادیجئے اللہ کے یہاں پوری دلیل کی ضرورت ہے) اس آیت پر  
 کامل یقین ہے اور یہ نسبت ہمارے زمانہ تک ظاہر اور موجود ہے۔  
 اسی واسطے جو زندہ یا بندہ کی مثل ہے جس نے ڈھونڈھا اس نے  
 پایا۔ جس اہل اللہ سے فیض حاصل کرنا ہو اس کے قول اور فعل سے  
 فیض حاصل کرے، اس کے ارشاد کو اللہ و رسول کا قول سمجھے۔ اور  
 ان کے قدم بقدم چلنے کو شریعت اور طریقت کے موافق جانے۔ یہ  
 درحقیقت بالکل آنحضرت (صل اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی متابعت ہے۔

عالم دو طرح پر ہیں۔ ایک بے تمیز جو بحث سے خارج ہے۔ دوسرا  
 باتمیز۔ انہیں اولیاء کو حق تعالیٰ نے عقلی عرفان نصیب فرمایا ہے۔ لیگوں  
 کو چاہئے کہ پہلے مرشد کے طریقے پر غور کریں اور اسی دولت کو حاصل کریں

لہ میری اُمت کے ولی بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔



کیونکہ مولوی معنوی (حضرت مولانا رحمہ) فرماتے ہیں کہ

لے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہ ہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے آدمی شیطانی بھیس میں ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر بات پر بیعت کر لینا ٹھیک نہیں۔ غرض ہر طرح نیک نیت ہو کر اور اَقْوَصْ اَمْرَی اِلٰی اللہ پڑھ کر شد کو تلاش کرے۔ مرشد سے جو کچھ سُننے آسمانی وحی کی طرح سمجھے۔ اندھیری رات کا چاند جان کر یاد رکھئے اور اگر فرصت ہو تو کاغذ پر لکھ کر عمل کرنے کے لئے حفاظت سے رکھے۔ کہ اس میں جو کچھ وقت صرف ہو تو بے عبادت میں لکھا جاتا ہے۔

یہ نور الدین حسین فخری جو نور الدین حسین خاں کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قطب زمانہ فردیکانہ رئیس العارفین فخر العاشقین کریم ابن کریم (جو اُنک لعلی خلّی عظیم کے مصداق تھے) حضرت مولانا محمد فخر الدین (جن کا محب بنی لقب ہے) ان کا نظر یافتہ ہے۔ لطیفہ خفی اور جلی پر اللہ اس کی مدد کرے۔

حضرت مولانا فخری کے معتقدین یا ان کے سلسلے والوں کی اگر اس کتاب پر نظر پڑے، اور جس مقام اور ذوق پر ان کو اطلاع ہو وہ اس بے خبر کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا فرمائیں۔ (حضرت مولانا فخری کے) ارشادات میرے لئے دسناویر اور وثیقہ ہیں۔ اس لئے جو کچھ سمجھ میں آیا اور یاد رہا میں نے

لے میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

اس کو لکھ لیا ہے

من نوشتم صف کردم روزگار من نمانم این بماند یادگار  
میں نے لکھا اپنا وقت صرف کیا۔ میں نہ رہوں گا مگر یہ کتاب یادگار  
رہے گی۔

عمر بھر میں صرف دو سال سے کم ایسا زمانہ گزرا کہ حضوری میں مسلسل  
نہ رہ سکا۔ اور پابندی سے حاضری نہ ہو سکی۔ اس لئے جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ  
بقید دن اور تاریخ نہیں ہے۔

ایک دن آپ کی خدمت میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی کے قول  
ربانی ما اعظم شانی یعنی سبحان اللہ میری شان کتنی بڑی ہے) کا بار بار تذکرہ  
ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ شکر کی حالت میں ان کی زبان سے جو بات نکل گئی  
لوگ اس کو معیوب سمجھتے ہیں۔ سکر کی حالت میں انسان سے عجیب غریب  
مظاہرہ ہو ہی جاتا ہے۔ جیسے شیخ محمد کا مقولہ ہے کہ ”میرا جھنڈا والے محمدؐ  
سے بلند ہے“ یہ حالت محو کا فقرہ ہے۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرح تعریف ہے کہ ہمارا  
جھنڈا آل حضرت کی نبوت ہے اور آل حضرت کا علم (جھنڈا) جبریل ہیں۔

اے علم تصوف کے لحاظ سے سکر اور صحو کی تعریف یہ ہے کہ جب عقل پر عشق کا غلبہ ہو تو اس حالت کو  
شکر کہتے ہیں اور جب بحویت کے بعد بیداری ہو (ہوش آئے) تو اس کو صحو کہتے ہیں۔ درود کا کوئی

اس لحاظ سے ہمارا جھنڈا آں حضرت کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے  
کیونکہ جبریل سے آں حضرت ہر حیثیت سے افضل ہیں یہ تشریح چونکہ  
شرعیات کے مطابق ہو گئی اس لئے جو لوگ حاضر تھے سب نے اس کو  
تسلیم کر لیا۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بابت حضرت مولانا رحمہ  
نے جو مصرع لکھا ہے یہ

افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

اس کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا فخر نے فرمایا۔ اس کے  
دو مطلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت علیؑ اگرچہ نبی نہیں تھے پھر بھی اللہ  
نے آپ کو ایسے صفات سے متصف فرمایا جس کی تفصیل بیان میں نہیں  
آسکتی اگر تمام انبیاء اس پر فخر کریں تو بجا ہے کہ نبی نہ ہونے کے باوجود  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارا لیا اللہ کے سردار بنائے گئے اور اعلیٰ مقامات پر ممتاز  
کئے گئے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ (قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
انبیاء کی بھی شفاعت کریں گے اس لحاظ سے) تمام فقیہ اس پر متفق ہیں کہ  
تمام انبیاء اگر آں حضرت کی امت کہا جائے تو جائز ہے۔ حضرت علیؑ کو خدا نے  
جو فضیلتیں عطا فرمائی ہیں ان پر پیغمبر خداؐ نے فخر کیا ہے۔ آں حضرت جو  
سب انبیاء کے سردار ہیں جب انھوں نے فخر کیا ہے تو انبیاء کا امت ہونے  
کی حیثیت سے فخر کرنا قابلِ تعجب نہیں ہے۔ مولانا کی اس مدلل تقریر کو

سب نے بلا شک و شبہ تسلیم کر لیا۔ غرض یہ کہ اسی وجہ سے مولانا رومؒ نے حضرت علیؑ کو نہ صرف ولی بلکہ ہر نبی کے لئے باعث فخر بتلایا ہے۔

اس کے بعد سحابی با اعظم ثانی (جو حضرت یازیدؓ نے کہا تھا) کے متعلق پھر فکر ہو کہ اس کا مصداق کون تھا۔ مولانا فخر نے فرمایا اس میں ویسی ہی نسبتی (ہے) جیسی محمدی جنفی۔ قادری اور حشمتی الفاظ میں ہے اس کے یہ معنی سمجھنا چاہئیں کہ میں سبحان سے نسبت رکھتا ہوں پس کس درجہ بلند نشان والا ہوں۔ اس تقریر سے حاضرین محفوظ ہوئے۔

ایک روز فرمایا شیعہ لوگ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ من فصل بنی و بنی آل بنی علیؑ فلیس مینی (ترجمہ) جس نے مجھ میں اور میری آل میں علیؑ سے فصل رکھا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی اس طرح تشریح فرمائی کہ اس سے آل کی فضیلت فاصلہ سے ثابت ہوتی ہے۔ یعنی بغیر لفظ علیؑ اگر وہ پڑھا جائے تو عام طور پر درود پڑھنا ہوا اور اگر لفظ علیؑ درمیان میں ہو تو گویا آل پر مستقل یعنی خاص طور پر درود پڑھنا ہوگا۔ اس طرح لفظ علیؑ لانے میں آل کی فضیلت کی مستقل صورت نکل آتی ہے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد مولانا مسجد میں بیٹھے تھے بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ جب سب مراقب ہو کر بیٹھے دروازہ بند کر دیا جاتا۔ آنے والے اجنبی ہوتے اور ان کا آنا موجب تشویش ہوتا اس لئے آپ خود اگر مسجد میں بیٹھ جاتے۔ تاکہ اگر کوئی آئے تو بیٹھے اور آزدہ نہ ہو اور مریدوں معتقدوں کو اسی طرح حلقے میں چھوڑ دیتے۔ جب یہ فقیر مسجد میں آیا تو حضورؐ دیر بعد اپنے



فرمایا آج ایک حدیث کے معنی خوب سمجھ میں آ گئے۔

حدیث شریف یہ ہے۔ **زُرْعِبَاتُ الرَّحْمٰنِ حَبَابٌ**۔ اس کے متعلق شیعہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ کے حق میں ارشاد ہوا ہے بلحاظ نصرت۔ کیونکہ اگر فی الحقیقت کم ملنا۔ محبت کی زیادتی کا سبب ہوتا تو پہلے حضرت علیؓ کے لئے آں حضرت ایسا فرماتے۔ بات یہ ہے کہ شیعوں نے اپنے طور پر یہ معنی لے لئے ہیں سنی علماء نے جو الفاظ ہیں انھیں سے مطلب نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ سے آں حضرت نے فرمایا کہ تم ایسی حالت میں ہماری زیارت کرو کہ تمھاری ہستی غائب ہو یعنی تم اپنی ہستی کو بھولے ہوئے ہو (خودی نہ ہو) یہی چیز محبت کی زیادتی کا سبب ہو جائے گی۔

چونکہ طبیعت خوش فہمی اور متعقدین بے تکلف حاضر تھے ان میں سے ایک سید محمدی تھے جو سادات مشائخ سے ہیں اور اپنے اجداد سے درویشی کا سلسلہ رکھتے ہیں اور مولانا سے بھی انھوں نے اجازت (خلافت) حاصل کی تھی۔ ان کے ساتھ ایک مسافر اور ایک لڑکا الہی بخش نام بیٹھا تھا مولوی محمدی کے مریدوں اور شاگردوں میں سے ایک صاحب تھے جو سرکاری ملازم اور سب مل تخلص کرتے تھے۔ انھوں نے اس مضمون کا ایک مصرع پڑھا کہ صوفی مذہب ایک علیحدہ ہی مذہب ہے۔

مصیوع :- شمشاد سایہ پرور ما از کہ کترست

(شمشاد ہمارا سایہ پرور کس سے کم ہے)

(یعنی۔ ہمارا امر شد جو ہماری روح کی پرورش میں ہے وہ مراتب میں کسی سے کم نہیں)



اتنے میں شاہ عبداللہ آئے اور فرمایا عربی پڑھو، اُنھوں نے پڑھنا شروع کر دی اور یہ شاہ عبداللہ ایک درویش ہیں جو تھوڑے دن سے میرانا کی خدمت میں حاضر ہو کر کبھی کبھی کچھ پڑھا کرتے ہیں۔ اور یہ عبداللہ ان عبداللہ میاں کے علاوہ ہیں جن کی حضرت کی خدمت میں بچپن سے تربیت ہوئی ہے۔ درست اور قوی نسبت رکھتے ہیں ایک عالم ان سے بہرہ مند ہے ان کا مزاج سادہ اور طبیعت نازک ہے۔

ایسے لوگ جو بزرگوں سے عقیدہ رکھتے ہیں میاں صاحب کی باطنی توجہ سے اچھی آواز سے اشعار پڑھنے کا اکثر ذوق رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسی ذوق میں راتیں گزرتی اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی تھی۔ لوگوں کو ذوق ہوتا اور ان کو خود بھی لطف آتا۔ اور یہ اس لطف میں نعرے لگاتے۔ اور ہم لوگوں کے لئے محنت کرتے تھے۔

مریدوں کی کثرت کی وجہ سے جو مختلف طبیعتوں کے ہوتے ہیں یہ طریقہ جاریہ ہے۔ لیکن حضرت مولانا فخر کی عنایت سے بہت زیادہ صاحب ذوق اور فیض رساں ہو گئے ہیں اور ان کے پاس بیٹھنے والے ہمیشہ سے صاحب وجد و سماع ہیں اور مالداروں سے ملنے کی تمنا سے غنی اور میل جول میں کم ہیں۔ اللہ ان کو اچھا رکھے۔ مقبولانِ درگاہ سے ہیں۔

ایک دن اُنھوں نے خواجہ بزرگ کی رباعی جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان میں ہے پڑھی۔

اُسے بعد نبی بر سرِ تاج نبی دس وادہ شہاں زیم تو بل نبی  
 آئی تو کہ معراج تو بالا تر شد یک قامت احمدی ز معراج نبی  
 لوگ توجہ کرتے ہیں مگر یاد ہو تلبہ کہ کسی بزرگ نے لکھا ہے کہ جمع الجمع  
 کا مرتبہ انبیاء کا مقام ہے، یہ حق سے مخلوق کی عرف رجوع ہونا مخلوق کی تربیت  
 کے لئے ہے اور یہی عمدہ مرتبہ ہے۔

اور مرتبہ جمع اولیا کا مقام ہے جس میں مخلوق سے حق کی طرف رجوع  
 ہونا لازمی ہے۔ ہمیشہ مخلوق سے حق کی طرف ولی کی توجہ رہتی ہے اور  
 تربیت کے لئے مخلوق کی طرف نبی کی توجہ ہوتی ہے اس لئے (شاعر نے) کہا  
 کہ (اے علیؑ) آپ کی معراج معراج نبی سے بالاتر ہے۔

مولانا فخر صاحب نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ قبر میں تبرکات رکھ کر  
 دفن کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے اس طرح کہ فاطمہ یعنی حضرت امیر المومنین  
 علیؑ تھیں کہ وہ اللہ وجہ کی والدہ کے دفن کے وقت حضرت رسالت پناہ  
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی قمیص مرحمت فرمائی تھی کہ اس کو کفن  
 میں رکھ دیں۔

کسی شخص نے اگر ایک شعر پڑھا مولانا فخر جرح بہت خوش ہوئے۔

اے نبی کے بعد نبی کا تاج آپ کے سر پر ہے بزرگوں نے یہ مرتبہ دیکھ کر آپ کی خدمت  
 کی۔ اس کے سوا نبوت کی معراج سے آپ کی ولایت کی معراج بالاتر ہے کیونکہ جب تک  
 ولی ہونے کی قابلیت موجود نہ ہو نبوت ملتی نہیں گویا ولایت اصل بنیاد ہے۔

پھر فقیر حقیر ناچیز کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ شعر سنو۔

اثبات غیر و نفی من از من نمی شود      بت می شود تفصیل در بر من نمی شود

پھر حضرت صوفیہ کے طریقے پر بھی اس کا مطلب ارشاد فرمایا۔

ایک دن تنہائی میں ارشاد فرمایا انسان کو چاہئے کہ فرماں بردار خادم بن کر زندگی گزارے اور متبوع (یعنی محذوم) نہ بنے۔ جفاکش جو کر زندگی بسر کرے اور ہر کام میں اپنا ایک اصول مقرر کرے۔ یہ فرمایا کہ بعض رشتہ دار ظاہر میں بلحاظ دنیا داری ہدایت کرتے معاملات برداشت کرتے ہوئے معافی دیدیتے ہیں اور اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے معافی کا طریقہ بتا کر یہ آدمی ہمارا محتاج ہے۔ اس لئے ہم نے معافی دی تو یہ امیری ٹھاٹھ کی معافی ہے۔ اصل معافی وہی ہے جس میں معافی دینے کے احسان جتنے کا خیال نہ ہو۔

۱۔ (ترجمہ) غیر کا ثابت کرنا اور اپنا انکار مجھ سے نہیں ہونا تفصیل بت ہو سکتا ہے، برہمن نہیں ہو سکتا۔ (تفصیل شاعر کا تخلص معلوم ہوتا ہے) حضرت صوفیہ کی اصطلاح میں بت انسان کامل کو کہتے ہیں (کنز العظیم) اور جس کو دوسرے معنوں کا خیال ہو تو اس کے خیال کی درستی کے لئے مولانا رومؒ کا یہ شعر کافی ہے چوں خلیل آمد خیال یا رمن۔ صورتش بت معنی آو بت کن اس سے بہتر تصور مرشد کا جو از اور دلیل کیا ہو سکتی ہے تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب حقائق تصوف دیکھیے۔

درو کا کو روی

## مولانا فخر صاحب کے خلیفہ عظیم کا بیان

ایک روز مولانا سے یہ صاحب نماز کے بعد قاعدہ مقررہ کے موافق دعا کے طالب ہوئے۔ یہ مولانا کے مشہور خلیفہ ہیں۔ ان کو تمام طریقوں کی اجازت بھی حاصل ہے اور یہ حسب ارشاد غازی الدین ننگر میں رہتے ہیں۔ بخارے کے سیدوں میں ہیں۔ انھوں نے جوانی میں سپاہیانہ زندگی بسر کی اس فن میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ پہ گری کے بعد فقیری لے لی۔ کچھ دن شمالی پہاڑ اور کشمیر وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے حضرت شیخ المشائخ حریق الحق حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر بابر کی زیارت کے لئے ان کے جنگلوں کی طرف آئے۔

پھر قصبہ ہمارے میں میلان محمد ماہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس چند ماہ رہے۔ دیکھ میں محمد ماہ درویش کامل الوجود اور مرد آزاد بیاح اور صاحب عرفان ہیں۔ اعمال علوی میں قدرت رکھتے ہیں ان سے ملاقات اور بیعت کر لی (شاہ صاحب مذکور نے ان کو دعائے سیفی کی بھی اجازت دی۔)

مگر خود میاں محمد ماہ حضرت صاحب قبلہ عالم و عالمیاں قدوۃ العارفین فخر العاشقین سر دفتر درد منداں (یعنی حضرت مولانا فخر صاحب کے والد) شیخ المشائخ حضرت شاہ نظام الدین ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت فائدے حاصل کئے اس لحاظ سے وقت رحلت آپ نے



(میاں محمد راہ نے) سید عظیم الدین سے فرمایا حضرت مولانا فخر صاحب کے پاس جانا اور خدا کا راستہ معلوم کرنا۔ چنانچہ سید عظیم الدین سید محمد راہ کے کہنے پر یہاں آئے اور مرشد کی برکت سے اللہ نے ان کو بڑے درجے پر پہنچایا۔ حضرت مولانا فخرؒ نے ارشاد فرمایا ہم ہمیشہ ایک ہی دعا مانگا کرتے ہو۔ رزق کی وسعت کے لئے کیوں دعا نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ چیز سب پر مقدم ہے انسان کو چاہئے کہ اللہ سے روزی کی وسعت کے لئے دعا کرتا رہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک روز مولانا فخرؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو سب سے پہلے رزق کے لئے اس طرح دعا کرتا ہوں۔ اللہم ابسط علینا فی الدنیا و الذیاد نافیہ۔ اس ارشاد سے چند سال پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ درویش کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے پاس کوئی وہی یا کسی عمل ہو تاکہ کہ رزق میں وسعت ہو لیکن اس میں نیت نہ لگی رہے اس کو صرف اطمینان قلبی کی حد تک سمجھے۔

## کلاوتی فرقے کا تذکرہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہندوستان میں کلاوتیوں کا ایک فرقہ ہے جو ایسی ذہانت رکھتا ہے کہ اگر ان میں کوئی موسیقی کے فن میں کامل ہو جاتا ہے تو وہ بیکت لئے روزگار سمجھا جاتا ہے ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہم جس چیز میں



مہارت حاصل کرتے ہیں تو اسی میں مست رہتے ہیں۔ ایک مقام کی بحث کو دوسرے مقام سے مخلوط نہیں کرتے۔ پس مرد کا کمال اسی میں ہے کہ ایک مسلک یا ایک طریق یا ایک روش پر قائم رہے اور اس کے متعلق اگر کوئی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دیتا رہے اور دوسری باتوں کو اس میں مخلوط نہ کرے۔ مثلاً کوئی ایسا آدمی ہے جو دویشیانہ مزاج رکھتا ہے اور اس وقت اس کی طبیعت کا لگاؤ اسی طرف ہے تو اس سے اسی طرح ملے۔ اور جب دنیاوی کاموں میں مصروف ہو تو اس سے دنیا داری برتے یا اگر وہ صوفی ہے تو اس سے صوفیوں کی طرح پیش آئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ فقہ جاننے والے سے حقائق میں گفتگو کرے لگے اور اگر حقائق جاننے والے سے گفتگو کر رہا ہے تو اس سے حکمت (فلسفہ) علم کلام کے متعلق کوئی سوال نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر فن اور ہر علم والے سے اسی فن اور علم کی گفتگو کرے جس کا وہ ماہر ہے۔

### میر افضل اور حضرت صاحب کا تذکرہ

ایک دفعہ رات میں بے تکلف دوستوں کے ساتھ حضرت (مولانا فخر صاحب) خانقاہ کے صحن میں بورے پر تشریف رکھتے تھے۔ سید محمد افضل جو حکیم میر افضل کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت صاحب سے اجازت خلافت بھی رکھتے ہیں عبادت کا بھی ذوق ہے۔ نفلیں بہت پڑھتے رہتے ہیں۔ مولانا سے بھی چند عملوں کی اجازت ہے یہ ہر جگہ

بے کھٹلے ان عملوں کو آزما تے رہتے ہیں حضرت خواجگان کی نوجہ سے ان کے عمل تیرہ مدت بھی ہیں طبابت پیشہ ہے بادشاہان وقت کا علاج بھی کرتے رہے ہیں۔ یہ بھی مولانا کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ ہوا تو اس پر (حضرت مولانا فخر صاحب نے) یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے دوستوں میں ایک صاحب تھے ان کی شادی ہوئی اتفاق سے ناکام رہے اور بہت دنوں تک اپنے کو بے کار سمجھا کئے۔ ایک روز مولانا نے ان سے فرمایا، کہو کیا حال ہے۔ بے تکلفی کی وجہ سے اصل بات عرض کر دی۔ ارشاد ہوا۔ کوڑی لو اور چنے لو اور اس پر بھائی سراج الدین کا فاتحہ دے کر کھا لو۔ چنانچہ اُن صاحب نے ایسا ہی کیا، تھوڑی دیر بعد وہ صاحب عادت کے موافق اپنے گھوڑے کے پاس گئے، گھوڑے نے ان کے عضو تناسل میں کاٹ کھایا، جس سے بہت سا خراب خون بہ گیا۔ مرہم وغیرہ لگایا، زخم اچھا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مردی کی قوت پوری طور پر آگئی۔ ایسی کہ تاب لانہ سکے۔ آخر جو بات چاہتے تھے اس میں کامیاب ہو گئے۔

### حضرت منصور حلاج قدس سرہ کا تذکرہ

ان کے متعلق ایک دن تذکرہ ہوا۔ حضرت صاحب (سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ) نے منصور حلاج کی نسبت ایک ایسا لفظ جوش میں تذکرہ فرمایا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان میں ایمان نہ تھا تو اس پر حضرت مولانا

فخر صاحب نے فرمایا صدیق اس کو کہتے ہیں کہ ستر (۷) صدیق اس کو  
زبدیق کہہ کر یاد کریں۔ تب کہیں وہ صدیقیت کے مرتبے کو پہنچتا ہے۔  
اس صورت میں منصور کا کمال اور حضرت صاحب کی صدیقیت ثابت  
ہے اور فرمایا کہ یہ چیز تحریر میں آچکی ہے۔ لیکن کتاب کا نام زبان پر  
نہیں آیا۔

حضرت مولانا کا یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کے مسئلوں کی سند بیان  
نہیں فرماتے۔ چونکہ مختلف قسم اور مختلف مزاج کے لوگ بیان کرتے وقت  
موجود ہوتے ہیں اس لئے اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھتے رتا کہ کسی کو حملے کا  
شبہ نہ ہو اور کسی کی دل شکنی بھی نہ ہو اور اپنے ہمارے اشارہ فرمادیتے  
کہ ہم کسی وقت یہ چیز تم کو بتا دیں گے اگر وہ خلوت میں یاد دلاتے تو آپ  
بتلا دیا کرتے تھے۔

## ایک اور تذکرہ (حسن اعتقاد)

فہرمایا، جو انسان حسن اعتقاد اور حسن خیال کا ہوتا ہے وہ اسی  
خیال اور اسی اعتقاد والے انسان سے ملتا ہے۔ بعض ہم کو عالم، بعض  
صوفی، بعض کیمیاگر خیال کرتے ہیں۔ اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ان کا  
اخلاق بڑھا ہوا ہے۔ اس وجہ سے لوگ ان کے زیادہ معتقد ہیں۔  
اور بعض لوگ عامل جان کر عمل پوچھا کرتے ہیں۔ میں بھی ہر ایک کے  
اعتقاد کے موافق ہر ایک کو جواب دے دیا کرتا ہوں۔

ایک شخص ذی اخلاق سمجھ کر میرے پاس آتا ہے میں دروازے تک اس کا استقبال کرتا ہوں اور اپنے یہاں سے اس کو راضی کر کے واپس کرتا ہوں۔ کیمیا پوچھنے والے کو کیمیا کا نسخہ بتا دیتا ہوں اور کوئی عالم ہوا تو اس سے علمی گفتگو کرتا ہوں کسی صاحب کا نام لیا کہ وہ میرے پاس آتے ہیں اور مجھ کو طالب علم سمجھتے ہیں۔ چاہے بیس سال گزر جائیں تب بھی میں ان کے سامنے شغل باطنی کا ذکر نہ کروں گا، ہاں کوئی مسئلہ پوچھیں تو اس کے لئے حاضر ہوں۔ اور واقعی وہ صاحب چند سال سے آپ کے پاس آتے ہیں اور تخلیہ ہوتا ہے۔ مولانا بہت خاطر داری سے پیش آتے ہیں۔ اور ان سے عجیب و غریب مسئلے بیان کرتے رہتے ہیں یہ صاحب عالم، فاضل، اور عابد بھی ہیں اور حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے دل میں اعتقاد نہیں ہے، اس لئے سلوک سے ناواقف ہیں۔ اسی طرح ایک دن ایک اور صاحب کا تذکرہ ہوا جو دکن سے آتے تھے اور تنگ دستی میں گرفتار تھے اور اپنے آپ کو بار بار طالب بھی کہتے تھے۔

## میاں نور محمد صاحب کا تذکرہ

یہ فقیر اور میاں نور محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو یاران باکمال کے سرگرم، صاحب کے سردار، درویشوں کے لئے باعث فخر اور خستہ دلوں کے لئے مرہم ہیں، متقیوں کے افسر، علومِ نبویہ کے جامع، محبوبوں کے



چہرے کی رونق معشوقوں کے دل کی کشش میسکس اور دانائی کی مسند نشیں، اللہ کے درد مندوں کے امام۔ جو آپ کے خلفا میں یکتائے روزگار ہیں۔ کئی بار میں نے ان کے متعلق اور ان کے دوستوں کے متعلق حضرت کی زبان سے بشارتیں سنی ہیں۔ فرماتے تھے کہ ان سے جب سے ملاقات ہوئی آج تک اُنھوں نے میری مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ اور ان کا دل میری طرف سے کبھی غبار آلود نہیں ہوا۔ اور یہ بات ان کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔

ورنہ اکثر لوگوں سے کوئی نہ کوئی خطا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ اس کی معافی چاہتے ہیں یہ آپ کے اخلاق ہیں کہ آپ اپنی مہربانی سے معاف فرمادیتے ہیں۔

ہم دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چند لوگوں کے لئے عرض کیا جائے۔ تاکہ ظاہری سلوک کی یا بابت کچھ ارشاد فرمائیں۔ موقع پاکر عرض کیا گیا۔ فرمایا تم کو نہیں معلوم یہ لوگ ہم سے ارادت رکھتے ہیں۔ ان سے دکن میں ملاقات ہوئی تھی۔ یہ ہم کو کلم سن ہونے پر بھی بڑا بزرگ جانتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے ہزاروں لاکھوں مرید ہیں، صرف اسی خیال سے ہم بھی اُن سے صاحبزادگی کے طریقے کا برتاؤ کرتے ہیں غرض ایک بیچارے کی عرض، بالتفصیل سنی لیکن تربیت کے لحاظ سے جو اصل بات تھی وہ ارشاد فرمادی۔

## زیارت قبور کی بابت حدیث شریف

ایک دن خانقاہ کے دالان کے ساتیان میں جس طرف حضرت کا مکان ہے ظہر کے بعد مولانا بیٹھے ہوئے تھے، بہت لوگ موجود تھے جن میں بعض فاضل بھی تھے۔ بعض میری طرح کتاب دیکھا کرتے تھے۔ رمضان شریف کی پہلی تاریخ تھی، تھوڑی دیر بعد خرمایا۔ قبور کے متعلق ایک مدلل حدیث شریف خوب ہاتھ آگئی ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ جس کتاب کی یہ حدیث ہے وہ کس کی لکھی ہوئی ہے کہا جلال الدین سیوطی کی پھر حدیث شریف پڑھی جس کے یہ معنی ہیں کہ

”وَجِبَ تَمَّ تَرْسَتَانِ مِیْنَ جَاوَتْوَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اور اَلْہَاکُمُ التَّکَاثُرُ  
پڑھا کر دنا کہ آخرت میں یہ تمھاری شفاعت کریں۔“

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان آیتوں کا پڑھنا اموات کے لئے بہت ہی مفید ہے اور پڑھنے والے کے لئے یہ فائدہ ہے کہ (خدا کی بارگاہ میں) یہ اس کی سفارش کر دیا کرتے ہیں۔ ہر شخص کی سفارش اس کے درجے کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جب کسی ولی یا نبی کے مزار پر یہی آیتیں پڑھی جائیں گی تو نہ معلوم اس کا کتنا فائدہ ہوگا (جو لوگ زیارت قبور پر اعتراض کرتے ہیں) یہ ان کا جواب ہے۔ بعض محدث جیسے ابن تیمیہ وغیرہ ہیں۔ آخر زمانے کے بعض علماء نے ابن تیمیہ کی پیروی کی ہے اس لئے زیارت قبور کے فائدے سے انکار کر دیا ہے

کہہ دیا ہے کہ اگر فائدہ ہے تو صرف مرنے والوں کے لئے ہے۔

## مولوی محمد اکرم کا تذکرہ - اور شاہ جہاں آباد میں احمد شاہ درانی کا تسلط

گرمیاں بریاں، صاحب ذوق و شوق مولوی محمد اکرم سلمہ اللہ تعالیٰ جو مولانا کے مخصوص عاشقوں میں ہیں۔ مولانا کو بھی ان کی محبت پر پورا اعتماد ہے یہ آپ کے شاگرد بھی ہیں ان پر بے انتہا شفقت بھی ہے یہ مولانا کی خدمت میں گستاخ ہیں۔ ایسی کسی کی مجال نہیں جب یہ بچوں کی طرح ضد کرتے ہیں تو مولانا بہت شفقت فرماتے ہیں۔ کیا اعلیٰ کیا ادنیٰ سب ان کی اچھائی کے قائل ہیں۔ اکثر پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں علوم متداولہ (علوم جاریہ) خاص کر فقہ میں ان کی طبیعت بہت تیز ہے۔ ان کو اہل بیت اور سادات سے جیسی عقیدت ہے پُرانے زمانے کے لوگوں میں بھی نہیں رہی تھی۔

احمد شاہ درانی کے تسلط کے وقت جب قتل عام ہو رہا تھا، ایک سیدانی کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ ہر چند لوگوں کی خوشامد اور ان سے عاجزی کی گئی مگر رحم نہ آیا یہ بھی اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے احمد شاہ کی فوج والے سے جا کر بہت کچھ کہا اور سادات کی عظمت بیان کر کے پھوڑ دینے کی سفارش کی مگر اس نے ایک نہ سنی آخر انھوں نے اپنی بیوی کو پیش کر دیا کہ ان کے بدلے میں اس کو لے لو سید زادی کو دیدو۔

اگر میری بیوی ان سید زادی کے بدلے تلف ہوگئی تو کوئی پروا نہیں۔  
 آپ حضرت سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے تو شہرِ خردی  
 حاصل ہو جائے گی (انصار رضی اللہ عنہم کے سوا آپ حضرت کی خدمت  
 کسی نے نہیں کی، ظاہر ہے) پھر اس فوجی نے یہ معاملہ دیکھ کر سید زادی  
 کو چھوڑ دیا۔ یہ نیکی ان کے نامہ اعمال میں لکھی گئی سبحان اللہ — یہ  
 ان کے حالات ہیں۔

اس لئے یہ جو کچھ چاہتے ہیں مولانا ان کو عنایت کر دیتے ہیں  
 کسی بات کی شرط نہیں لگاتے اس واقعے سے اندازہ کر لیجئے کہ  
 آپ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں حقیقی ایمان کی  
 جو نعمت تھی وہ ان میں پائی جاتی ہے اور قیامت تک ایسی نسبت  
 والے ہوتے رہیں گے، دنیا میں کمال والے، صاحبِ عرفان، مومنین  
 منافقین سمجھی طرح کے لوگ موجود ہیں، (مگر ایسے کہاں) مولوی محمد اکرم  
 صاحب کی حالت یہ ہے کہ مولانا نے حسب دستور ان کو کوئی شغل  
 نہیں بتایا مگر یہ جب مولانا کو دیکھتے ہیں تو چونکہ مولانا کا جمال آنحضرت  
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جمال کا عکس ہے، اس لئے ان کی حالت  
 بدل جاتی ہے۔ ان پر مگر یہ طاری ہو جاتا ہے اور شورشِ عجیب  
 رنگ لاتی ہے بلکہ مولانا اپنی عنایت و شفقت سے ان کو دیوانہ کہا  
 کرتے ہیں۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ (زیارتِ قبور میں) علماء و کا  
 مختلف مسلک ہے بعض کہتے ہیں کہ زیارت کرنے والے کے لئے



کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور آیات قرآنی سے صرف مُردے کو فائدہ ہوتا ہے، پڑھنے والے کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اتنے میں مولانا نے جلال الدین سیوطی کی کتاب سے دوسری حدیث بیان فرمائی جس کے یہ معنی تھے کہ ”مرئے والے کے عزیز جب ثواب پہنچاتے ہیں تو اس کے بدلے میں (فاتحہ پڑھنے والے کے لئے) فرشتے ایک طیارق لاتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب میں دونوں کے لئے فائدہ ہے۔“

### حاجی خدابخش نامی بزرگ کا تذکرہ

ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مولانا سائبان کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور حاجی خدابخش نامی ایک بزرگ منوکل درویش آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ تراویح کا ذکر آیا انھوں نے عرض کیا کہ اس فقیر کا، کچھ جو دس سال کا ہے۔ اس نے آپ کی دعا سے اس سال قرآن شریف ختم کر لیا ہے مولانا نے تفصیل پوچھی عرض کیا کہ ہر رات ڈیڑھ پارہ پڑھنا تھا مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ۔ مبارک ہو۔ یہ آداب بجالائے اس سلسلے میں فرمایا کہ اورنگ آباد دکن میں ایک حافظ تھے وہ جہاں تراویح پڑھاتے اور حافظ سانح (سننے والا حافظ) لقمہ دیتا تو لقمہ نہ لیتے اور پہلے رکوع سے پھر شروع کر دیتے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی لفظ صحیح ہو گیا تو ہو گیا ورنہ پھر دو رکوع اوپر سے پڑھتے۔ پھر بھی صحیح پڑھ نہ سکتے غرض یہ اسی طرح تراویح پڑھاتے تھے۔ ایک بار مجھے بھی

قرآن سننے کے لئے بلایا۔ میں گیا اُنھوں نے اپنی مقررہ عادت کے موافق قرآن شریف پڑھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آدھی رات کو تراویح کی نماز ختم ہوئی۔ میں اس زمانے میں یا جلیل الوسط کا نقش لکھا کرتا تھا اور اس کی زکات بھی دے رہا تھا، دو گھنٹے اس کے لئے مقرر تھے۔ جب ان حافظ صاحب سے فرصت ملتی تب میں اس کی تکمیل کرنا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اسی میں صبح ہو جوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اس قسم کے عملوں کا۔ لوگ میرے سامنے ذکر کرتے ہیں مگر میں ادھر کچھ توجہ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ میں نے اس قسم کے بہت عمل کئے ہیں۔ اس فقیر نے اس قسم کا ایک اور قصہ حضرت مولانا سے سنا ہے (فرماتے تھے کہ) میں نے محنت اور مشغولی بہت کی ہے بلکہ اتفاق سے اُنھیں دنوں خلوت میں بھی ان کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اپنے دیکھنے کے سوا اس میں کچھ اور نہیں ہے (بس دہی) دید باقی رہ گئی ہے۔ راقم کہتا ہے کہ اس قسم کا تذکرہ زبان مبارک پر بہت کم آتا تھا اور اگر کبھی اس قسم کی گفتگو کرتے تو خلوت میں یا رُخِ طاف سے کہہ دیا کرتے اس قسم کی چیزیں بتلانے میں تامل ہوتا ہے مگر چونکہ یہ چیز فائدے سے خالی نہیں لہذا خدا کے بھروسے پر اور حدیث انما الاعمال بالنیات کو اپنا شیفع بنا کر بتلا دیتا ہوں (اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر عمل کا دار و مدار نیت پر ہے) اس کے بعد فرمایا میر پدیح الدین کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے کیونکہ اُنھوں نے ۱۴۷ سپارے تراویح میں پڑھے تھے۔

## میر بدیع کا تذکرہ

یہ حضرت مولانا کے خاص معقدوں میں تھے اور جہاں آباد کے صحیح النسب سید۔ ان کے باپ دادا نجد کے رہنے والے تھے یہ بخاری کے سیدوں میں ہیں۔ سید سعد الدین قتیل۔ قتیل العشق تک ان کا نسب پہنچتا ہے جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ نجد کے بڑے سیدوں میں ان کا شمار ہوتا ہے جن کا حال کتاب اخبار الاخبار میں درج ہے۔ شہر دہلی میں ان کی اولاد شہر کے شریفوں میں ممتاز ہے۔ سید واڑ کے نام سے ان کا محلہ مشہور ہے۔ تھوڑے دن سے یہاں قیام ہے۔ سید واڑہ پرانی دہلی کا ایک محلہ ہے جہاں یہ پہلے رہا کرتے تھے۔ اس محلے کے سادات معتبر نسب والے ہیں، انھوں نے پہلے حافظ نگل محمد سے قرآن شریف حفظ کیا اور کچھ مشغولی بھی کی، پھر حافظ صاحب مذکورہ کے انتقال کے بعد مولانا کے معتقد ہو گئے مولانا کی بھی ان کی طرف خاص توجہ تھی اور ان کو آپ نے قادریہ خاندان میں مرید کیا اور مشغولی بھی بتائی۔ پھر انھوں نے مولانا سے میزبان شروع کی اور اب صحیح بخاری شریف پڑھتے ہیں، ذاتی صفاتی خوبیاں اور شریعت اور سیادت میں ان کو جو خصوصیت حاصل ہے بیان سے باہر ہے مولانا کے تمام احباب کو ان کی خدمت میں رسوخ اور اعزاز حاصل ہے میر صاحب دوبھائی ہیں۔ ایک حقیقی جن کا میر خیر الدین نام ہے دوسرے خالہ زاد

بھائی کا شیخ الدین نام ہے۔

## میر خیر الدین اور میر شیخ الدین کا تذکرہ

یہ دونوں صالح اور متقی ہیں۔ نہایت عزت دار اور فنی سپہ گری میں ماہر۔ رات دن مولانا کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور ان سے خاص خدمتیں متعلق ہیں۔ حضرت مولانا اگر کہیں تشریف لے جاتے تو کسی کو بہت کم ساتھ لے جاتے۔ مگر یہ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے۔ اور دعوت کے متعلق حضرت کا یہ اصول تھا کہ جو کوئی آپ کو تنہا بلاتا تو آپ اکیلے تشریف لے جاتے اور اگر ساتھیوں کی تعداد مقرر کر دیتا تو جتنی تعداد مقرر کرتا آپ اتنے ہی آدمیوں کو ساتھ لے جاتے یا راستے میں لوگوں سے فرمادیتے کہ اب جاؤ مجھے فلاں جگہ تنہا جانا ہے۔ یا دوسری صاحب ساتھ جاتے پھر راستے سے علاحدہ ہو جاتے اور ارشاد کے موافق مقرر مقام پر مل جاتے اور دعوت کھانے کے لئے جانے کو دل سے برا جانتے تھے۔

تاہم جب کوئی ایسی درخواست کرتا تو قبول فرما لیتے اور بلانے والے کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتے اور ہر معاملے میں مولانا کا یہی طریقہ تھا۔ مگر جہاں تکلف نہ ہوتا وہاں بخوشی تشریف لے جاتے اور ذوق شوق سے بیٹھتے۔ شادی غمی میں بھی برابر شرکت فرماتے شادی میں طلبی پر۔ اور غمی میں بغیر بلائے، تعزیت کے لئے جاتے اور اپنے ملنے والوں کی جنازے کی نماز کو بھی فراموش نہ فرماتے۔



اگر ملنے والوں میں ایسا کوئی انتقال کرتا جس کے مکان پر کوئی نہ ہوتا تو اس کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھ کر آتے جس سے صرف سلام علیک ہوتی اس کے ساتھ بھی حضرت مولانا کا یہی عمل ہوتا۔ اور یہ ہم لوگوں کی تربیت کے لئے ہوتا۔ اور اگر ملنے والوں میں کوئی غریب و محتاج ہوتا اور اس کے یہاں شادی ہوتی یا عقی تو اس کے یہاں اس کی دلجوئی کے لئے بار بار تشریف لے جاتے اور اپنے احباب سے فرماتے کہ اس غریب کی دلجوئی کے لئے ضرور جانا چاہئے۔ اور جن لوگوں سے ربط ضبط ہوتا وہاں جانے کے لئے اصرار فرماتے تاکہ اس کا غمگین دل کچھ بہل جائے مطمئن ہو جائے آخر وہ خوش ہو جاتا۔

بیمار کی عیادت یعنی بیمار پرسی کے لئے جانے میں بھی حضرت کا ایسا طریقہ تھا اور دوستوں کو بھی اس کی رائے دیتے اور اگر کوئی اس پر عمل نہ کرتا تو حضرت کو ناگوار ہوتا۔ اور علاج کرنے والا، اگر ملنے والا ہوتا تو مریض پر زیادہ توجہ کرنے کی سفارش فرماتے کہ فلاں صاحب علیل ہیں ذرا توجہ سے ان کا علاج کیجئے۔ غرض اسی قسم کے جملے فرماتے رہتے۔ باوجودیکہ وہ جان و دل سے آپ کا ارشاد سجالانے کے لئے تیار ہوتا پھر بھی شکمانہ لہجے میں ہرگز نہ فرماتے۔ اس طرح فرماتے کہ جیسے کسی امیر کی خدمت میں کوئی غریب اپنی عرض داشت پیش کرتا ہے۔ اور تعظیم و تکریم میں ذرا فرق نہ آتا۔

دوستوں پر جو شفقت اور مہربانی تھی، اگر اس کی تفصیل لکھی جائے

تو ایک بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ احباب کو یہ ہدایت تھی کہ مل کر کہیں نہ جائیں تاکہ نظر نہ ہونے پائے۔ جب شہر سے باہر خواجگان کے مزار کی زیارت کے لئے یا عرس میں جاتے تو شہر میں داخل ہوتے وقت احباب ادھر ادھر ہو جاتے شہر کے باہر ساتھ ساتھ گھر چلنے کو منع نہ کرتے۔ شہر کے اندر آتے وقت تنہا آتے یا صرف ایک دو آدمی ساتھ ہوتے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ تسبیح پر کچھ پڑھتے۔ ایک دن فقیر نے عرض کیا کہ مولانا اس وقت آپ کیا پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا میں نے کئی بار کلمہ پڑھا۔ ایک روز اپنے احباب کے متعلق فرمایا کہ ہمارے دوستوں میں اثرات زیادہ ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے اگر ہم اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔

اس کے بعد حاجی خدابخش نے یا جلیل الوسط کے نقش کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے اس پر بہت محنت کی ہے لیکن اب خیال نہیں۔ اگر ایک ہفتے تک غور کروں تو شاید اس کے لکھنے کی ترکیب ذہن میں آجائے۔ اس کے بعد حاجی صاحب موصوف نے پوچھا کہ کون سے نقش تاثیر والے ہیں، فرمایا بلا شک اللہ کے سب ناموں میں اثر ہے۔ انھوں نے عرض کیا لکھتے ہیں اثر ہے یا پڑھتے ہیں کہا دونوں میں۔ اور ان کی تاثیر پر ہمارا اعتقاد ہے۔

اس کے بعد اذال کے لئے حکم دیا کہ وقت کم ہے اذال کو ایک صاحب نے اذال دی وضو کے لئے گئے اور نماز ادا کی اور اگر وضو ہوا

تو اذان ہوتے ہی مولانا کھٹتے اور نماز سے فراغت کر لیتے۔ جن لوگوں کا وضو نہ ہوتا جا کر وضو کرتے اور نماز پڑھ کر آ جاتے اکثر ایسا بھی ہوا کہ حضرت مولانا نے جماعت کا انتظار کر کے نماز ادا کی۔ اور لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت وضو فرماتے اس کے بعد جماعت کے لئے لوگوں کا انتظار فرماتے اور پھر آپ کے ساتھ لوگ نماز پڑھتے لیکن دونوں باتوں میں اختیار تھا جس کا دل چاہے آئے انتظار کرے یا سب مل کر انتظار کریں مگر اتنی دیر نہ ہو کہ مسجد میں دیر سے نماز ہونے کا اندیشہ ہو جائے اس لئے کہ لوگ اس کے لئے مجبور نہیں ہیں۔ (یعنی نماز کے وقتوں کی پابندی ضروری ہے)۔

کبھی فرماتے اذان ہو گئی جماعت تیار ہے جاؤ۔ پورے طور پر جماعت کا تقیہ تھا، چنانچہ فقیر بعض اوقات عشا کے وقت تک حاضر نہ رہتا تو فرماتے جارہے ہو نماز کہاں پڑھو گے، میں عرض کرتا گھر جا رہا ہوں۔ کھانا کھاؤں گا۔ پھر تھوڑی رات گزرنے کے بعد نماز پڑھوں گا فرمایا کہ پھر جماعت کہاں مل سکے گی میں چپ ہو گیا ارشاد فرمایا، اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ اور ان کے ساتھ پڑھتے بھی رہو۔ اس دن سے اکثر آپ کے ساتھ ہی جماعت سے نماز پڑھا کرتا۔ اتفاق سے اگر کوئی کام ہوا تو جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع نہ ملتا، مولانا کے ارشاد کی برکت سے بچوں کو نماز یاد ہو گئی ہے اس طرح اب باجماعت نماز ہوتی ہے۔

## میرکلو کا تذکرہ جو حضرت مولانا کے خاص خادم تھے

اس کے بعد میرکلو آگئے۔ فرمایا ہم میرکلو کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے الفاظ فرماتے جس سے دوسروں کو رشک ہوتا۔ میرکلو کی والدہ نے دکن میں حضرت بیعت کی تھی اور جب حضرت یہاں آئے تو یہی ایک ماما تھی جو دل سے حضرت کی خدمت کرتی تھی۔ تہجد کے وقت پانی گرم کرنا وضو کرانا۔ پھمکھانا پکانا یہ سب کام اس ماما نے ذمے تھے، کوئی مہمان آجاتا تو اُس کی بھی بہت خدمت کرتی۔ اس کے کام سے مولانا بہت خوش رہتے اس کے انتقال کے وقت میرکلو کم سن تھے۔ اس نے اپنے اس بچے کو مولانا کے سپرد کیا۔ مولانا نے بچوں کی طرح اس کی پرورش کی۔ مولانا ان کا بہت خیال رکھتے۔ خدمت کرنے والوں میں ان سے زیادہ کوئی محرم راز نہ تھا۔ کیونکہ بچپن سے حضرت کے مزاج سے واقف اور خادم خاص تھے۔ حضرت کا انتہائی لاڈ اور پیار ہونے کی وجہ سے انھوں نے علم کی طرف اب تک توجہ نہیں کی قوی امید ہے کہ اس راستے کو بھی طے کر لیں گے۔ چونکہ مولانا کو ان سے محبت ہے اس لئے جب یہ بیمار ہوتے تو مولانا فرماتے کیا کروں ان کی ماں بھی نہیں ہے۔ بچوں کی طرح ان کو بلانا پڑتا ہے۔ مصیبت :- یارمن چوں آب دہ ہر رنگ شامل می شود ریل دوست پانی کی طرح ہر رنگ میں مل جاتا ہے۔



## حضرت شاہ ظہور اللہ کا تذکرہ

یہ اکثر ظہر کی نماز کے لئے مولانا کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ جب مسجد سے صحن میں آتے تو ان کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے کہ شاہ صاحب پہلے سجان ربی العظیم کہتے ہیں۔ پھر سجان ربی الاعلیٰ اور ان دونوں کے درمیان اللہ اکبر۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بڑا راز پوشیدہ ہے کہ الفاظ عظیم اور اعلیٰ خدا کے صفاتی نام ہیں ان ناموں سے خدا کی یاد اور پھر ان دونوں کے درمیان اللہ اکبر کا آنا اس سے شان اور دانائی ظاہر ہوتی ہے۔ گویا ہر مرتبہ تعین میں درایت موجود ہے۔

شاہ صاحب شروع شروع میں بچہ شباب دنیا دار تھے ان کو شعر کہنے کا بھی ذوق تھا، اب بھی اسی رمز میں گزر رہے ہیں، اور جوانوں کی مجلسوں کی رونق دیتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو درویشی کا شوق ہوا۔ مدتوں جنگل میں پھرتے رہے۔ جہاں کوئی یا رو مددگار نہ تھا ننگے بھوکے پھر کرتے۔ اپنی کچھ بھی خبر نہ تھی گویا اللہ کے جذبوں میں سے ایک جذبے کا مظاہرہ تھا۔

پھر حب ہوش آیا تو شاہ عبدالستار قادری کی خدمت میں آئے اور

---

سہ جذبہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین۔ یعنی اللہ کے جذبوں میں سے ایک جذبہ دونوں جہاں کے عملوں کے برابر ہے۔ (درد کا کوری)

انھوں نے ان کی تربیت کی، پھر یہ آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے، اس واقعہ کے بعد محبت نے مولانا کی خدمت میں پہنچا دیا یہاں تک کہ حضرت مولانا کی عنایتوں سے مشرف ہوئے۔ اور ان کی استعداد کا پیمانہ شوق سے بھر گیا ایسا کہ اس کا تصویر کرنا بھی مشکل ہے۔ رات دن سکر (بے ہوشی) کی حالت میں رہتے ہیں۔ دردِ رقت۔ اور محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ جب کبھی کوئی شخص کوئی شعر پڑھے یا عشاق کا ذکر کرے یا کوئی حسین نظر آجائے یا دماغ میں خوشبو پہنچ جائے بے اختیار نعرے لگنے لگتے ہیں اور اس حالت میں ایسے شعر پڑھتے ہیں جس سے لوگ متاثر ہو جاتے ہیں اور قلبی حضوری سے دم بھر بھی خالی نہیں رہتے انتہائی مستکینی، عجز اور شکستگی ان کا مشرب ہے۔ حضرت مولانا ان کو دل سے دوست رکھتے ہیں اور ان کو بیعت کی اجازت بھی دے چکے ہیں اور جب یہ دریائے جمنائے قصبوں کی طرف جدھر ان کا وطن ہے چلے جاتے ہیں تو حضرت مولانا کو۔ ان کی جدائی گوارا نہیں ہوتی۔ ان کے جاتے ہی طبیعت بدل جاتی اور ان کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے انھیں کلموں (سبحان ربی العظیم۔ اللہ اکبر۔ سبحان ربی الاعلیٰ) کے متعلق فرمایا کہ اسی سے ان کو انتہائی ذوق حاصل ہو گیا ہے اور مدت ہوئی اسی شراب سے مست ہیں۔

## وجوب کے مسئلوں کا تذکرہ

ظہر کی نماز کے بعد حسب عادت سائبان کے نیچے بیٹھ کر کتاب

سفر العادت دیکھتے دیکھتے فرمایا کہ اس میں بعض غیر معروف مسئلے بھی نظر پڑے اس کے بعد اس سے اوپر کی عبارت پڑھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قیام لیل (رات کی عبادت) کو بہتر موقوف نہ فرماتے سفر حضر دونوں حالتوں میں اس کی حفاظت فرماتے اتفاق سے اگر کبھی بیماری اور کسی وجہ سے یہ چیز ناغہ ہو جاتی تو قضا پڑھ لیتے یہاں سے نماز تہجد کا واجب ہونا بھی ظاہر ہو رہا ہے، فقیر نے عرض کیا کہ آں حضرت پر تہجد کی نماز کا واجب ہونا دوسری جگہ سے بھی ثابت ہے ارشاد ہوا کہ اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو فرض بھی کہا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

جو لوگ اس کو فرض بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ تمام فرض نمازوں کے بعد یہ بھی فرض ہے اور جو لوگ تہجد کی نماز کو نفل جانتے ہیں کہ نافلۃ تک سے اس کا نفل ہونا ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد مولانا فخر صاحب نے ایک اور عبارت پڑھی لکھا ہوا تھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کے قیام (تہجد کی نماز) کو کبھی موقوف نہ کرتے۔ آخر عمر میں ضعیفی ہو ہی جاتی ہے اس کی وجہ سے اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھتے۔ اور جب رکوع کے قریب ہوتے تو رکوع کرتے وقت کھڑے ہو جاتے اور نماز کا باقی حصہ بیٹھ کر پورا کرتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوستوں میں سے کوئی

یہ کتاب پڑھتا مگر بدیع الدین تو بخاری شریف پڑھتے ہیں اور سید احمد مسلم کس سے پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ اس فقیر نے عرض کیا اگر حکم ہو تو یہ کمترین اس دولت سے سرفرازی حاصل کرے فرمایا بہتر ہے مگر دونوں کتابوں کا پڑھنا مشکل ہے۔ ایک بات یہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے جو شبہ ہو اس کو صاف کر لے، دوسرے یہ کہ اس کو شروع ہی سے پڑھے۔ میں نے عرض کیا جس طرح ارشاد ہو اس طرح پڑھنے کو تیار ہوں فرمایا اطمینان رکھو دوسری کتاب بھی موجود ہے منگائیا ہوں پڑھنا شروع کر دو۔

## سید احمد کا تذکرہ جو شاہی منصب دار تھے

بینکے کے سیدوں میں ہیں اور ان کا عرف سید صاحب ہے۔ ان کے والد جن کا محمد احسن نام ہے سرکاری حکومت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس شہر کے عربوں کی جماعت انھیں کی ماتحت ہے۔ شروع جوانی میں نیک جوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ۱۲ سال سے مولانا کے پاس آتے جاتے ہیں۔ کبھی نوکری پر بھی چلے جاتے تھے بالآخر ان کا اتنا ذوق بڑھا کہ مولانا کے مرید ہو گئے۔ ان کی مشغولی اس درجے پر پہنچ گئی کہ رات دن باطنی ذوق میں مسرور رہتے لگے اور مستی کے اثرات بھی ظاہر ہونا شروع ہو گئے اکثر رات بھر رویا کرتے یہاں تک کہ ان کے واردات اعلیٰ منزل پر پہنچ گئے اور ان پر مولانا کی توجہ قیاس سے



زیادہ ہونے لگی۔ غرض مولانا ان کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ مولانا کی زبان سے نہ صرف میں نے بلکہ دوسروں نے بھی بارہا ان کی تعریف سنی ہے۔

بھڑے ہی عرصے میں یہ قدیم دوستوں سے زیادہ ترقی کر گئے۔ ظاہری کاروبار اور اخراجات روزمرہ کا کام بھی ان کے سپرد کر دیا گیا۔ چند روز کے بعد مولانا نے فرمایا کہ ان کو علم سے بھی واقف کرادینا چاہیے۔ چنانچہ میزان ان کو مشورہ کرادی گئی۔ اللہ کی ایسی مدد ہوئی کہ تمام طالب علموں میں یہ بڑے مستعد ثابت ہوئے۔ صحیح مسلم میں جناب اقدس مولانا فخر سے فخر شاگردی حاصل کیا اب بھی حدیث پڑھنے میں مشغول ہیں بلکہ شاگردوں کو معقول و منقول کا سبق دیتے ہیں اور مولانا کے حکم سے دن میں پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں اور مقررہ وقت پر شغل باطنی میں بھی۔ ان کی خصوصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے کہ یہ مولانا کے رازدار بھی ہیں۔ ذاتی صفتوں کے علاوہ ہر قسم کی وضع داری اور شرافت میں محبت کے نقطہ نظر سے بہت ممتاز نظر آتے ہیں۔

ان کا اخلاق اتنا وسیع ہے کہ احباب کے کاموں کے لئے حسب فرمائش تیار رہتے ہیں مولانا اگر سفر میں ہوتے تو وہاں بھی کام ان سے متعلق کر دیا کرتے نجی کام بھی ان سے لیتے رہتے حضرت صاحب کی عنایت سے انہوں نے ہر کام کو عمرگی سے انجام دیا ہے اس میں ان سے کوئی خطا ہی نہیں ہوئی۔ غرض ان کی خوبیاں تفصیل سے اگر بیان کی جائیں تو

اس کے لئے ایک دوسری کتاب لکھنا پڑے اس لئے اتنا لکھنا ہی کافی ہے میں نے حضرت مولانا فخر کی زبان سے ان کی تعریف خود سنی ہے پھر یہ اپنے مفوضہ کاموں میں اتنے مہمک رہنے لگے کہ آخر اپنے اور کام مولانا نے مجبوراً دوسرے شخص کے سپرد کر دیئے۔

## ذکر میر شفیع الدین اور میر کلو

دوسرے دن عصر کے وقت مولانا کی قدیم سی نصیب ہوئی کتاب سفر السعادت دیکھنے میں مشغول تھے۔ ایک عبارت نظر آئی میر شفیع الدین سے کہا کہ صوفی جیو جو مسجد میں بیٹھے ہیں یہ کتاب ان کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ صفحہ دیکھ لیں۔ میر شفیع الدین دکھا کر لے آئے جب وضو کے لئے اٹھے، کتاب ہاتھ میں تھی، فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ صوفی جیو نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ وتر کے بعد دو گنا نہ جائز ہے یا نہیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ مشہور یہی ہے کہ جائز نہیں فرمایا محدثین اسی طرف گئے ہیں لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے بخاری اور مسلم کا مسلک یہی ہے جائز نہیں مگر اس کتاب کو دیکھو تو کیا لکھا ہوا ہے مسکلوں کا اختلاف بیان کر کے بتلایا ہے کہ علماء کا مسلک یہ ہے کہ وتر کے بعد دو گنا نہ جائز ہے یہ وتر کی نماز کو الگ کر دینے والا نہیں اس لئے میں نے صوفی جیو کو یہ دکھلایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے دینی معاملات تنہائی میں عرض کئے اور ہدایت حاصل کی۔ مغرب کا وقت آ گیا تھا، میر کلو حسب معمول چھلی اور بھگی

ہوئی موتی کی دال ایک طباق میں افطار کے لئے لائے اور تقسیم کی  
مولانا کے سامنے بھی ایک سبز پتے پر رکھ دی سب نے روزہ افطار  
کیا اور نماز کے لئے چلے گئے۔

## صوفی یار محمد صاحب کا تذکرہ

یہ جون پور کے شریف خاندان سے ہیں اور براہیم بن ادہم کی  
کی اولاد میں ہیں اور صحیح النسب سید۔ شروع میں اُمر کی نوکری کرتے  
رہے اس کے بعد مولوی زین الدین مرحوم جو بڑے صاحب کے  
خلیفہ تھے۔ ان کی خدمت میں رہے۔ ان کی علمی قابلیت اپنی مرشد سے  
زیادہ تھی۔ شاہ جہاں آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے تفصیل کا موقع  
نہیں۔ یاد شاہ فردوس آرا مگاہ ان کا معتقد تھا۔ قلعہ کے سامنے اس  
نے ان کو رہنے کے لئے مکان دیا تھا اور اپنے بیٹے کو ان کی خدمت  
کے لئے نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ خود مرزا احمد بھی اپنی حکومت کے زمانے  
میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس نے ان کے معتقدین کو بہت سی  
جاگیریں بھی دی تھیں۔ مولوی زین الدین ایک صاحب ذوق انسان  
تھے اور ہر مہینے کی پانچ تاریخ ایک مجلس کیا کرتے تھے۔ شہر کے بہت  
لوگ مشائخ وغیرہ وہاں جمع ہوتے گانا بھی ہوتا تھا۔

ان کے سب کے سب دوست صاحب وجد و ذوق تھے۔ کہنہ شہر  
موتی ستہ کے سامنے ان کا مکان تھا اسی مکان میں ان کا مزار ہے۔

خاندان چشتیہ سراجیہ میں مرید کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتے آخر عمر میں جب انتقال کا وقت ہوا تو اُنھوں نے ان کی بہت خدمت کی تھی۔ اس وجہ سے ان سے راضی ہو گئے۔ ان کی ایک بیاض تھی جس میں وہ تمام اعمال اور اشغال لکھے ہوئے تھے جو ان کو بزرگوں سے ملے تھے۔ مولوی زین الدین مرحوم نے صوفی محمد صاحب کو ان سب کی اجازت دی تھی۔ ایسے مستقل مزاج تھے کہ داتا راجی کے ہنگامے اور قتل و غارت کی کچھ پرواہ نہ کی اور مرشد کے مزار پر تنہا رہ کر گزار دی اپنے مرشد کی زندگی ہی میں مولانا مجتبیٰ سے بھی ان کو عقیدت تھی اور ان کے یہاں قریب رہنے کی وجہ سے آمد و رفت زیادہ تھی۔ بلکہ دن رات میں اکثر یہاں آتے رہتے۔ پھر شہر میں ایک نیامکان لے لیا تھا۔ اس میں رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت مولانا کے مصاب ہو گئے۔ مولانا نے بھی ان کو بہت سے شغل بتائے۔

رات میں جب مولانا سوتے (جن کا سونا عین بیداری ہے) تو یہ پلنگ کے نیچے سو رہا کرتے تھے غرض حضرت مولانا فخر صاحب ان سے خوش تھے ان پر بہت توجہ تھی۔ ترقی اور مشغولی میں ہر روز ان کی نسبت اعلیٰ ہے پورے طور پر پرہیزگاری کے حامل ہیں کشادہ پیشانی اور خوش طبعی میں دردِ لیسانہ مزاج رکھتے ہیں۔ خود مولانا کے سامنے خوش طبعی کی گفتگو کرتے رہتے ہیں اور سب لوگ ان کے اخلاق سے راضی ہیں کشف گوئی میں بہت تیز ہیں ان کے بارے میں



حضرت مولانا فرماتے کہ دولت کی زیادتی اور صوفی ہونے کے باوجود ان میں ذرا بھی غرور نہیں ہے اور حضرت مولانا کے محرم راز بھی ہیں دوستوں کی سفارش اور کلمہ خیر کہتے رہنا ان کا طریقہ ہے خدا کے بندوں کے بہت سے کام ان کے ذریعہ پورے ہوتے رہتے ہیں مولانا نے ان کو مرید کرنے کی بھی اجازت دے دی ہے۔ کسی زمانے میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔

## میاں منت اور روز جمعہ کا تذکرہ

جمعہ کے دن خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ سامیان کے نیچے مولانا بیٹھے ہوئے تھے سید صاحب اور مولوی مکرم اور کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے ہدایہ اور دوسری چند کتابیں سامنے رکھی ہوئی تھیں تراویح والی روایت اس کتاب سے نکالی گئی کہ اگر عشا سے پہلے پڑھیں تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ و وقتھا کل اللیل۔ لفظ قبل کی وجہ سے بعض یہ سمجھے کہ وقت عشا سے قبل۔ اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ عشا کی نماز سے قبل۔ لیکن لفظ کل اللیل سے صاف ہو گیا کہ تمام رات۔ اور اسی کتاب میں یہ بھی نکلا کہ ایک ہی سلام سے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر دو رکعت کے درمیان بیٹھیں اس قسم کی روایتوں کو آواز سے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد وضو کے لئے تشریف لے گئے اور راستے میں میر قمر الدین صاحب کا ساتھ ہو گیا جو پیر منت کے لقب سے

مشہور ہیں۔ ان سے فرمایا کہ ہم نے خواجہ حافظ کا جو شعر سنایا تھا۔ صاحب تذکرہ نے اس پر رد و قدح کی ہے ذرا پڑھو۔ تو انھوں نے پڑھا۔

ز چشم بدر رخ خوب تر خدا حافظ کہ کردہ ہمہ نیکی بجان حافظ  
فرمایا لفظ حافظ کو ایک مصرع میں بیکار بتایا جاتا ہے۔ دل کہتا ہے کہ اس کے معنی اس طرح ہوں گے۔ کہ حضرت حافظ نے دوسرے مصرع میں اپنے آپ کو غائب مان کر پھر اس طرح مخاطب کیا ہے کہ۔ اے حافظ تم نے ہماری جان کے لئے نیکی کی ہے اس لئے تمہارے لہجے چہرے کا خدا حافظ ہے (کہ نظر نہ لگے) یہ مطلب سن کر سب خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ بجا و درست ہے۔ گویا شاعرانہ لحاظ سے کیا خوب تقریر فرمائی اور تاویل کی ضرورت نہ رکھی اور اس طرح سب الفاظ بھی اپنی جگہ رہے۔

اس کے بعد میاں مشت نے کہا کہ خواجہ حافظ کا ایک یہ شعر بھی مشہور ہے مگر بعض شاعر کہتے ہیں کہ اس میں قافیہ درست نہیں۔ صلاح کار کجا دمن خراب کجا بدیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا خراب کا اگر تاب قافیہ ہوتا تو ٹھیک تھا یہاں تو۔ ”تابہ“ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ وضو سے فراغت حاصل کرنے کے تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اس شعر کا مطلب اس طرح بیان کرنا چاہئے اگر یہی حال ہے تو تاب کہاں۔ قافیہ میں یہی لفظ تاب واقع ہوا ہے۔

تمام لوگ خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اتنے دن ہوئے کسی نے آپ تک خواجہ حافظ کی طرف سے جواب نہیں دیا آج حضرت نے اس نکتے کو ظاہر فرمایا۔

اس کے بعد سفر السعادت کتاب اٹھائی اس میں ایک عبارت نکلی فرمایا کہ شیخ عبدالحق شارح کی تحریر بہت ہی عمدہ ہے یہ ہر پہلو سے غور کرتے ہیں اور تمام شکوک و اشکال کو بھی بیان کر دیتے ہیں عبارت اس امر سے متعلق تھی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نیند وضو ضائع کرنے والی نہیں تھی۔ اور آپ حضرت کے لئے یہ خاص بات تھی اور ایک روایت میں ہے کہ سب نبیوں کے لئے یہی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اِنِّیْ اَدْرِیْ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْهَبْتُ (میں نے سوتے میں دیکھا کہ میں تجکو ذبح کر رہا ہوں) اور ایک حدیث یہ بھی بیان فرمائی کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ میں سوتے میں اس کو سن لیتا ہوں کیوں کہ میری آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا رہتا ہے۔

یہاں ایک مشکل پیدا ہوتی ہے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر آنحضرت اس وادی میں کیوں سوئے جہاں نماز قضا ہو گئی اس کے بعد فرمایا وادی شیطانی ہے کسی نے عرض کیا کہ شیخ (عبدالحق) نے اس کا کیا جواب لکھا ہے، فرمایا یہاں نہیں۔ آگے چل کر وہ اس قصہ کو پوری طور پر لکھیں گے اس کے بعد دو ایک ورق میں جواب تحریر کریں گے۔ پھر مغرب کا وقت

ہو گیا۔ میر کٹو دھوئی ہوئی دال لائے اور معمول کے موافق تقسیم کر دی  
پھر فرمایا اذان ہوئی مغرب کی نماز کے لئے چلنا چاہئے۔

## میر قمر الدین عرف میاں منت کا تذکرہ

امام ناصر الدین جن کا سونی پت میں مزار ہے یہ ان کی اولاد میں ہیں  
اور ان کی اولاد سید اسی قبضے کی رہنے والی ہے اور ان کے مادری دادا  
شاہ عنایت اللہ قادری ہیں جو شاہ جہاں آباد کے مشہور مرشدوں میں ہیں  
اور جو شاہ ولی اللہ سے بھی قرابت رکھتے تھے۔ خاندانی لوگوں میں ہی پچپن  
ہی سے ان کی صورت اور سیرت میں خوبیاں پائی جاتی تھیں شاعری کی  
کی طرف بھی ان کی طبیعت مائل تھی اور بے شاعری کے فن میں پوری  
مہارت رکھتے ہیں پہلے بزرگوں کی کتابیں دیکھ کر وظیفے اور شغل میں  
شغول رہا کرتے تھے اور اپنے اوقات کو منہبط کر لیا تھا۔ اب مولانا کی  
خیریت میں حاضر ہوئے بیعت کی اور جو کچھ انھوں نے فرمایا اس میں مشغول  
ہو گئے، تھوڑے دن بعد اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے پھر حضرت نے  
مرید کرنے کی اجازت بھی دے دی ان کے دوست احباب بھی اسی رنگ  
میں رنگے ہوئے ہیں۔ ان کے دوستوں میں علی رضاناچی ایک صاحب ہیں  
وہ ہمیشہ سوز و گداز میں رہتے ہیں اور میر صاحب موصوف اپنے دوستوں میں  
کے ساتھ حضرت مولانا کے یہاں خلوت و جلوت میں حاضر رہتے ہیں اور  
اس سے زیادہ ترقیوں کی امید رکھتے ہیں فقر کی طرح توکل پران کی گزر



بسر ہے کچھ سہارا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ انھوں نے سلسلے کے بزرگوں کے حالات بھی لکھے ہیں اور بزرگوں کی شان میں رباعیاں بھی کہی ہیں خدا کا شکر ہے یہ ہر قسم کی قابلیت رکھتے ہیں۔

## میر بدیع الدین کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میر ہوئی (یعنی مولانا کی خدمت میں حاضری ہوئی) دالان میں تشریف رکھتے تھے۔ ماٹ پر مکمل کافر تھا۔ ارشاد فرمایا یہیں کس پر میرے پاس بیٹھو۔ اور یہ اکثر ہوتا تھا۔ آج ہی یہ عزت افزائی نہیں ہوئی۔ جاڑوں میں بھی ایسا ہوا کرتا تھا۔ بلکہ سبھی کے ساتھ حضرت کا یہ اصول تھا۔ میر بدیع الدین حاضر تھے ایک اور صاحب بھی آئے بعضوں نے کہا شمس الدین تبریزی، مولانا روم کے معتقد ہیں میر منت نے عرض کیا کہ میں نے دو کتابوں میں اسی طرح دیکھا ہے خیال ہوتا ہے کہ نفحات میں بھی ایسا ہی ہے مولانا نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں تو نفحات کی یہ عبارت نہیں ہے اور جس کتاب کو تم کہہ رہے ہو۔ میں نے اس کو دیکھا نہیں۔ ہاں نفحات لاواور جہاں مولانا روم کی پہلی ملاقات کا تذکرہ ہے نکالو کہ گھوڑے پر سوار تھے اور اتنے میں حضرت شمس تبریز آگئے اور سوال کیا کہ بایزیدؒ نے سبحانی ما اعظم ثنائی کیوں کہا اور اسی قسم کے سوال کئے (اور جب یہ بات ہوئی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا۔ شاعرؒ فَنَافَتْ حَقَّ مَعْرِ فَنَدَتْ  
بتلاؤں میں سے کس کا مرتبہ بڑا ہے۔ مولانا رومؒ کا بیان ہے کہ اس سوال  
سے میں لرز اٹھا پھر میں نے جواب دیا کہ بایں بد کی پیاس تھوڑی تھی  
کہ ایک جام کے پیتے ہی بجھ گئی اور اکدم سُبْحَیْ اِنِّیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کہ اُسے  
لیکن اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریا کے دریا پیتے چلے گئے اور پھر  
بھی ان کی پیاس نہیں بجھی درمطلب یہ کہ حضورؐ کا طرف اتنا اعلیٰ تھا اسی وجہ سے  
ما عرفناک فرمایا) باقی قصہ کتاب نجات میں ہے۔ اس واقعے سے مولانا رومؒ  
کی علمی بلاغت بلند ظاہر ہو رہی ہے۔ آگے کی عبارت سے ظاہر ہے کہ شمس تبریزؒ  
نے ایک نعرہ مارا۔ اور گر پڑا دوسری عبارت بھی اسی قسم کی ہے جس کا  
دل چاہے نجات کو دیکھ لے۔ غرض مولانا فخر صاحب نے اول آخر کی  
عبادت بلند آواز سے پڑھی اور یہاں سے نتیجہ نکالا کہ مولانا رومؒ شمس تبریزؒ  
سے فیض یاب تھے۔ تب میرمنت کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد اس بات کا  
ذکر آیا کہ تہناتی میں علاحدہ مرید کرنے کا طریقہ کیوں رائج ہے۔ فرمایا بیعت کا  
پوشیدہ رکھنا مقصود نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے حالات کے لحاظ سے بعض وظیفے  
یا ذکر یا مشغولیاں بتلانے کی ضرورت پیش آتی ہے جس کو بزرگوں نے مخفی  
رکھنا مناسب خیال فرمایا ہے۔

۱۔ جس طرح پہچانا جائے اللہ ہم نے اس طرح جو کو نہیں پہچانا۔ ۲۔ اور یہ حدیث کے تحت ہے استعجنوا  
علی الجوامع یا لکلمات (ترجمہ۔ اپنی ضرورتوں پر پوشیدگی سے مدد چاہو) کیونکہ دوست  
کم اور دشمن زیادہ ہیں سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ (رد کا کوڑی)

(نظاہری اعتبار سے دنیا میں بھی دستور ہے کہ بڑھوں کی باتیں جوانوں سے اور جوانوں کی باتیں بچوں سے چھپائی جاتی ہیں اسی طرح اس کو سمجھو) اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب (یعنی حضرت شاہ نظام الدین) نے لوگوں سے اس طرح بھی بیعت لی ہے کہ ایک شخص مرید ہو رہا ہے اور اس حالت میں ایک اس کا دامن پکڑے ہوئے ہے اور دوسرا اس کا اور تیسرا اُس کا۔

اس دستور کے موافق ایک ہی وقت متعدد لوگوں کو اس طرح مرید کیا ہے۔ خصوصاً عورتوں کے لئے یہ شکل بہت مناسب ہے اور اس واقعے کے بیان کرتے وقت حضرت مولانا فخر صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری تھی جس کا حاضریں کے قلب پر بھی کافی اثر تھا۔ اتنے میں ایک اجنبی صاحب آگئے ان کے آتے ہی محفل کا رنگ بدل گیا۔ مولانا وضو کے لئے چلے گئے مولوی محمد کرم اور سید صاحب اور میر بدیع الدین سبق پڑھتے آئے۔ وضو سے آنے کے بعد مولانا نے ان کو دوپہر تک سبق پڑھایا۔ اس درمیان میں آپ بہت سی حدیثیں کا مطلب بھی سمجھاتے رہے۔ پھر سطر السعادت پڑھنے کے لئے آپ نے بار بار فرمایا کہ سہ پہر کے وقت پڑھ لیا کرو انشاء اللہ کل سے یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

## ذکر شاہ عبداللہ

آج ۱۱ رمضان اور منگل کا دن ہے۔ خدمت عالی میں حاضری کی

عزت حاصل ہوئی۔ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دریافت فرمایا خیریت سے  
 ہو اس کے بعد میرنت اور شاہ عبداللہ آئے۔ کمال خجندی کا دیوان ہاتھ  
 میں تھا عرض کیا گیا کہ شاہ عبداللہ مجھ سے یہ پڑھتے ہیں پوچھا اس میں  
 کون سی غزل کا اس وقت سبق ہو رہا ہے متفرق اشعار پڑھ کر دریافت کیا۔  
 میرنت نے عرض کیا کہ کمال خجندی حضرت مغربی کے ہم عصر ہیں اور  
 مشہور ہے کہ مولانا مغربی نے ان پر اعتراض بھی کئے ہیں۔ آنکھ۔ تل۔  
 زلف کی تعریف میں جو اشعار ان کو پہنچے تھے اس کے متعلق مولانا مغربی  
 نے کہا کہ خجندی ایسے شعر کہتے ہیں کہ علم معنوی (یعنی تصوف) کے لحاظ سے  
 ان کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا کمال خجندی آئے اُن سے ملے اور کہا  
 آنکھ سے مراد ذات حق ہے اور خط و خال سے مرتبوں کی طرف اشارہ ہے۔  
 مولانا مغربی خوش ہو گئے۔ مولانا خضر صاحب نے ایک قصہ بیان فرمایا  
 کوئی فقیر صاحب کسی محفل میں بیٹھے تھے کوئی شعر پڑھا گیا فقیر صاحب  
 پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ شیخ الاسلام (عالم وقت) نے کہا کہ اس  
 میں علم معنوی (تصوف) کا کوئی مطلب نہیں نکل سکتا پھر اس پر ان کو  
 کس طرح حال آگیا، اُن فقیر صاحب تک بھی اس کی خبر نہ تھی کسی کو  
 بھیج کر انھیں بلا بھیجا۔ جب آئے تو ان سے کہا ہمارے نزدیک اس  
 کا یہ مطلب ہے آخر وہ عالم صاحب قائل ہو گئے کہ ٹھیک ہے۔

اس کے بعد ان فقیر صاحب نے کہا کہ اس کا ایک اور مطلب بھی  
 ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اب تم مرنے والے ہو ان کو بھی یقین ہو گیا چنانچہ اپنے



مکان واپس گئے اور مر گئے حالانکہ ان فقیر صاحب سے کبھی ایسی بات  
ظہور میں نہیں آئی تھی لیکن اس بیچارے کا وقت ہی آچکا تھا۔  
مولانا فخر صاحب وضو کے لئے چلے گئے۔ میاں منت نے  
چپکے سے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت مخدوم کی کیفیت ہے جو مولانا نے  
اس طرح بیان فرمائی اسی واسطے مولانا نے کسی کا نام نہیں لیا۔ جب  
بزرگوں سے اتفاقی طور پر خود کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو نام نہیں لیا  
کرتے بلکہ اس کو بہت ہی پوشیدہ طور پر بیان کرتے ہیں اگر حضرت  
غوث الاعظم یا حضرت خواجہ نقشبندؒ سے اس کا تعلق ہوتا تو ضرور  
نام لیتے اور بعض حضرات اپنے بزرگوں کا تذکرہ بھی کم بیان کیا  
کرتے ہیں۔

ایک دن فقیر نے عرض کیا کہ حضرت حمید الدین ناگوریؒ  
کے مکتوبات آپ کے یہاں پڑھے جاتے ہیں یا اور کوئی چیز سیم کہانی  
تو ہندی زبان میں ہے اس کے بجائے فوائد الفواد کے لئے حضور  
کیوں نہیں فرماتے یہ بلند آواز سے پڑھی جائے تاکہ حاضرین بھی لطف  
اٹھا سکیں فرمایا اپنے سلسلے کی کتاب پڑھواتے ہوئے مجھے شرم  
آتی ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے روزگار کے لئے عرض کیا اور تشویش  
بھی بیان کر دی فرمایا اگر ہم مشغول رہتے ہیں تو ہم کو بہت آرام ملتا ہے  
باوجودیکہ رمضان شریف میں ریاضت زیادہ کی جاتی ہے مگر پھر بھی

جیسا دل چاہتا ہے ویسی نہیں ہوتی۔

## میر خیر الدین صاحب کا تذکرہ

دوشنبہ کے دن ۱۶ کو حاضری کا ثبوت حاصل ہوا۔ میر خیر الدین صاحب کو رخصت کرنے مولانا دروازے تک آئے کیونکہ بادشاہ وقت کے لشکر میں روزگار کی تلاش میں جا رہے تھے۔ پھر مولانا دروازے چلے گئے۔ حضرت سلطان المشرق کے قلعے کے بعد فرمایا کہ روزی کی تلاش اس طرح کرنا چاہئے۔ جیسے چیتا شکار کے پیچھے کودتا پھرتا ہے اگر ہاتھ آجائے تو بہتر ہے ورنہ ایک بار اور کوشش کرے اگر دونوں مرتبہ ناکام رہے تو خاموش ہو رہے نہ کہ کتے کی طرح جوشکار کے لئے دوڑتا چلا جاتا ہے۔ غرض تلاش معاش میں کوشش کرنا چاہئے۔ جب آپ کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے السلام علیکم۔ تم کو خدا کے سپرد کیا۔ اس کے بعد پڑھانے میں مشغول ہو جاتے۔

جمعہ کہاں فرض ہے ایک بار اس کا تذکرہ آیا۔ اس کا فرض ہونا اس آیت سے ہے۔

اقی افودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ ملہ  
حدیث والوں کے نزدیک یہاں ذکر اللہ سے خطبہ اور جمعہ کی نماز مراد ہے۔ حضرت مولانا فخر صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز مراد ہے۔ حضرت

---

ملہ جمعہ کے دن (جب جمعے کی نماز کے لئے اذان ہو تو اللہ کی یاد کے لئے دو رکعت پڑھاؤ۔

مولانا فخر صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز کا فرض ہونا خود ہی ظاہر ہے جو  
نہر کی نماز کی خلیفہ ہے اور خطبے کا فرض ہونا وعظ کے لحاظ سے ہے مگر  
چونکہ وہ عربی زبان میں ہوتا ہے اور عام لوگ اس سے واقف نہیں اس لئے  
ہندی زبان (اُردو) میں اس کا ترجمہ بہتر ہے۔

## غلام محمد صاحب کا تذکرہ جن کو بہت سی باتوں میں کمال حاصل تھا

مولانا ایک روز خانقاہ کے ساتیان میں بیٹھے تھے۔ صاحب میزان  
اور قابل لوگوں کا ذکر کیا کہ شہر اور نگ آباد (دکن) میں غلام محمد نامی ہمارے  
ایک ملنے والے تھے۔ ان کو بہت سی باتوں میں کمال حاصل تھا۔ خاص کر  
گھوڑے کی سواری میں ان کو خاص ملکہ تھا ایسا کہ بڑے بڑے چابک سوار  
ان کے مقابلے میں کوئی ہستی نہیں رکھتے تھے۔ اور کپڑوں کا درست رکھنا  
جو خدمت گاروں کا فن ہے۔ اس میں بھی ان کو بہت واقفیت تھی تو اب  
نظام الملک کو ان کا یہ بہتر بہت پسند تھا اور شہر کی صفائی وغیرہ میں بھی  
صفائی وغیرہ میں بھی ان کو خاص داخل تھا ان کمالات کے باوجود تنگ دست  
رہتے تھے ایک بار ان کی بیوی ہمارے پاس تنگی کی شکایت لے کر آئیں ہم نے  
ان کو رکھ لیا۔ ہم ان کی ہر قسم کی خبر گیری کرتے رہتے، مطلب یہ ہے کہ  
اللہ کی رزاقی کی صفت ہمارے ذریعہ ظاہر ہوئی خدا نے مجھی سے  
یہ کام لیا۔ اس کے بعد گھوڑوں کا ذکر ہوا۔ ارشاد فرمایا، میرے پاس ایک

ایک گھوڑا تھا۔ ایک دن اس نے ۵۷ کو س راستہ طے کیا اور اس میں ایک کا تعاقب بھی شامل تھا میں اسے دوڑا کر لے گیا منزل پر پہنچنے کے بعد میں نے پھر اس کو دوڑا یا تب بھی اس میں وہی تیزی موجود تھی۔ یہ تعریف سن کے نواب ناصر جنگ کو اس کا شوق ہوا، ایک دن میرے گھر آئے اور میں نے لاکھا انکار کیا مگر نہ مانتے اور باصرار گھوڑا لے کر چلے گئے۔

## میاں مجیب الدین کا تذکرہ

اس کے بعد میاں مجیب الدین آگئے۔ میاں مولانا کے قدیم دوست اور حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے ہم شیر زادے کی اولاد میں ہیں مولانا کے ارشاد کے موافق یہ حضرت سلیم چشتی رحمہ اللہ کے درگاہ میں ذکر و شغل بھی کرتے رہے ہیں۔ بعض سرکاری کام بھی ان سے متعلق تھے۔ کتاب شرح ملا جامی پڑھتے تھے۔ مولانا نے ان سے فرمایا کہ تم اپنا سبق اس وقت موقوف کر دو صبح و ظیفے کے بعد اگر پڑھ لینا کیونکہ کل سے اعتکاف کا ارادہ ہے اسی وجہ سے دوسرے طالب علموں سے بھی میں نے عذرہ کر دیا ہے اور مولانا کا یہ اصول تھا کہ ۲۰ رمضان المبارک سے مسجد میں اعتکاف کرتے تھے اس سے پہلے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی مسجد میں متکلف ہوا کرتے تھے۔ لوگوں نے هجوم اور اطمینان قلبی نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی مسجد میں جو تحویلی میں ہے اس میں فرض نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ اور ہر قسم کے علوم کے سبق رمضان شریف میں موقوف رہا کرتے تھے۔ صرف حدیث شریف کا سبق جاری



رہتا تھا، مگر رمضان شریف کے آخری دس دن یہ سبت بھی ملتوی ہو جاتا تھا۔

**آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلی کا تذکرہ**

رات میں خانقاہ کے ساہبان کے بیچے مولانا تشریف رکھتے تھے۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ میں نے کتاب مواہب لدنیہ میں دیکھا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ آں حضرت کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے لمبی تھی۔ تو یہ آں حضرت کے پاؤں کی انگلی تھی ہاتھ کی نہیں تھی جو لوگ ہاتھ کی انگلی سمجھتے ہیں غلط ہے۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ کسی صحابی کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ حال پوچھا کہ میں تو بہشت میں داخل ہو گیا ہوں لیکن میری انگلی داخل نہیں ہوئی۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ عام طور سے قاعدہ ہے کہ جب برائی سے کسی طرف اشارہ کرتے ہیں تو اکثر انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ کرتے ہیں انگلی کے بہشت میں داخل نہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔ اس کے بعد صوفی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو کسی بزرگ کی ملاقات کے لئے گئے

لے کوئی بنی عیب والا نہیں تھا تو نبیوں کے سردار عیب والے کیوں مچتے ہاتھ کی کوئی انگلی بھی معمول کے موافق نہ ہو تو عیب میں داخل ہے۔ البتہ پاؤں کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی اگر بڑی ہو تو اس کو بہت مبارک اور خوش نصیبی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

درد کا کوروی۔

ہوئے تھے۔ آگئے۔ تو انھوں نے برسیل تذکرہ بیان کیا، شاہ صاحب کہتے تھے کہ ہم مولانا فخر صاحب کے والد سے دکن میں مل چکے ہیں بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جو بلا واسطہ بیعت رکھتے تھے اور بعض ایک ہی واسطے سے مرید ہیں۔

ان شاہ صاحب کا یہ حال تھا کہ جب کوئی ان کے سامنے اللہ کا نام لیتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ان کو گانا سننے کی حاجت بھی نہ ہوتی تھی۔

ان کے دوستوں میں ایک سن رسیدہ اور سفید داڑھی والے بزرگ بھی تھے۔ یہ کناری والا لباس پہنتے تھے۔ جس کا ہندوستان میں رواج تھا۔ مگر جب خدا کا نام سن لیتے رونے لگتے۔

حضرت مولانا فخر صاحب نے فرمایا کہ میں نے دس واسطوں سے حضرت صاحب کے دوستوں کو دیکھا ہے آپ وضو سے فارغ ہو کر زینے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ صوفی صاحب نے عرض کیا۔ شاہ صاحب ایک یہ قصہ بھی بیان کرتے تھے کہ جے پور میں ایک شخص تھا جو گانا سننے والوں پر بہت لعن طعن کیا کرتا تھا ایک دن اُس نے حضرت مولانا کا نام لے کر کہا۔ مسلمانو۔ ان کے دوستوں سے بچے رہنا۔ راستے سے ہکا دیتے ہیں۔ اتفاق سے وہ شخص اُسی دن کسی بلایں گرفتار اور بے آبرو ہوا۔ حضرت مولانا خاموش رہے۔

کیونکہ ایسی بات حضرت مولانا فخر صاحب کی مرضی کے خلاف

ہوتی تھی کہ ایسی گفتگو کی جائے، یا ایسا کشف بیان کیا جائے جو باعث فخر ہو۔ فقیر نے عرض کیا کہ یہ بڑی مشکل ہے کہ لوگ اس طرح گستاخی سے حضور کے متعلق نا ملائم الفاظ کہیں اور جواب دیا جائے تو حضرت کی مرضی کے خلاف ہو۔ ہم برداشت کرتے ہیں لیکن بہر حال بشریت مانع ہوتی ہے۔

اتنے میں میریدیع الدین نے عرض کیا کہ ایک دن مجھ پر بھی ایسا واقعہ گزرا ہے حضور کو بھی یاد ہوگا۔ کہ جامع مسجد میں ایک افغانی بچہ آیا میں موجود تھا۔ فقیر نے عرض کیا کہ میں بھی تو تھا جب حضور جامع مسجد کے حوض پر تشریف رکھتے تھے ایک روہیلہ آیا اور اس نے جھگڑا کیا کہ وارٹھی کیوں ترشواتے ہو اور ایسے سخت الفاظ کہے جن کا بیان کرنا مناسب نہیں۔ اور جو بانیں علما فضلا بلکہ عام لوگوں کی شان کے خلاف ہیں وہ بھی کہیں۔ مولانا خاموش رہے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہم تین چار آدمی جو بیٹھے ہوئے تھے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم لوگ کیوں خفا ہوتے ہو کچھ نہ کہو۔

اس تذکرے کے ختم ہو جانے کے بعد مولانا نے فرمایا سنو۔ پھر یہ تنہائی میں میرے پاس آیا اور مرید ہونے کی خواہش کی اور بہت معافی چاہی اور بیان کیا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا اس سے مجھے بہت شرمندگی ہے دل نہیں چاہتا کہ کسی کو منہ دکھاؤں بلکہ میں خودکشی کا ارادہ رکھتا ہوں آخر میں نے اس کو مرید کر لیا۔ مگر اس کے بعد سے پھر

کبھی نہیں آیا نہ معلوم کہاں گیا۔

## حضرت صاحب کے شغل و اشغال کا تذکرہ

ایک دن حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ حضرت صاحب قبلہ اکثر ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک مکان بنوایا تھا جو زنانے اور مردانے مکان کے درمیان واقع تھا۔ اگر مردانے مکان کا دروازہ بند کر لیا جاتا تو زنانے مکان سے اس کا تعلق ہو جاتا تھا اور زنانے مکان کا دروازہ بند کر کے خانقاہ کی طرف کا دروازہ کھول دیا جاتا تو مردانہ ہو جاتا تھا چنانچہ آپ اکثر اسی حجرے میں تشریف فرما رہتے اور آہستہ آہستہ ذکر (یاد الہی) میں مشغول رہتے مجلس کے وقت باہر تشریف رکھتے جہاں یاد الہی کے سوا اور کسی چیز کا تذکرہ نہ ہوتا تھا جو کوئی اتنا اسی میں مشغول ہو جاتا یہاں تک کہ اس درمیان میں کسی قسم کے مسئلے بھی بیان نہ کئے جاسکتے شروع شروع میں کتابوں کی طرف آپ کی توجہ زیادہ تھی۔ اور نگ آیاد میں اس کے سوا آپ کو کوئی اور کام ہی نہ تھا، البتہ ہفتے میں دو مرتبہ ذکر جہر ہوتا تھا۔

حلقے کی شکل یہ ہوتی تھی کہ دوستوں کے ساتھ ذکر میں مشغول ہو جاتے جس شخص کو گرمی کم محسوس ہوتی اس کے پاس بیٹھ کر خود چیز بار ضرب لگا کر ذکر کرتے جب اس میں گرمی پیدا ہو جاتی تو دوسرے کے پاس پہنچتے اور اسی طرح اس کو خدا کی یاد میں لگا دیتے اور کبھی آدھی رات



سے باہر آجاتے دوستوں (معتقدوں) کو اگر ذکر میں مشغول پاتے تو ضرور نہ جب دیکھتے کہ لوگ سو رہے ہیں تو گوزرے میں ٹھنڈا پانی لے کر چھینٹے دیتے غرض معتقدین، مریدین کی تربیت اور ذکر خدا کی پابندی میں آپ کی یہ کیفیت تھی۔

## حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں میں سے میاں عشق اللہ کا تذکرہ

حضرت مولانا فخر صاحب (ارشاد فرمایا کہ حضرت والد ماجد کے دوستوں میں عشق اللہ نامی ایک درویش تھے۔ خدا معلوم حضرت کے دوستوں میں کوئی اور بھی ایسا تھا یا نہیں۔ یہ بزرگ آٹھوں پہر یعنی رات دن ذکر جہر میں مشغول رہا کرتے تھے، کھانے کے لئے ڈیڑھ پاؤ بھارا و تین پاؤ مسکے کہ حضرت صاحب خود ان کا کھانا تیار کرتے اور ان کو کھلاتے اور یہ ایسے بے نفس تھے کہ جس کی انتہا نہیں۔ ہم اس زمانے میں بچے تھے۔ ان کی ٹوپی سے کھیلا کرتے تھے یعنی ان کی ٹوپی ہم کسی اونچے درخت پر رکھ دیا کرتے اور یہ اڑ کر جاتے اور اپنی ٹوپی لے کر آجاتے اکثر ایسا ہوتا رہتا تھا۔ اگر اتنی بلندی پر اڑ کر جانے سے ان کے جسم میں ہم کوئی تکلیف نہیں دیکھتے تھے اتنی ریاضت و مشقت کے بعد بھی ان کا مزاج چرطہ نہ ہوتا بلکہ لوگوں سے اکثر مذاق کرتے رہتے اور لوگ ان کو برا بھلا کہتے۔ یہ سب سنتے رہتے۔ بلکہ خوش ہوتے۔ اور یہ کسی کو کچھ نہ کہتے۔ ان کی وفات

کا واقعہ دنیا کے عجیب واقعوں میں سے ایک عجیب واقعہ ہے۔ یہ صوبہ  
گجرات میں تھے جس مکان میں رہتے تھے ایک دن اس مکان میں ان کو  
پایا گیا۔ پھر جو دیکھا گیا تو پھولوں ڈھیر ہے۔ یہ ان کی موت کا قصہ ہے۔  
اس روز کسی نے ان کو کعبہ شریف میں دیکھا اور کسی نے کہیں۔ ایسی  
قسم کی اور باتیں بھی۔ جو حضرت شاہ عشق اللہ کے خرق عادت سے  
متعلق تھیں حضرت صاحب کبھی کبھی بیان فرمایا کرتے تھے۔

## سات کا عدد اور ایک مجذوب

ایک دن قد مبوسی کی دولت میسر ہوئی۔ تخت پر بیٹھے ہوئے  
تھے اس فقیر کو بھی اُسی تخت پر اپنے پاس بٹھالیا۔ ایک پڑوسی کا ذکر  
آیا جس کا ایک دن پہلے انتقال ہوا تھا اس کے بعد فاتحہ کی رسم کا ذکر  
ہوا۔ فقیر نے عرض کیا سویم کی رسم ہے اور بعض جگہ ساتویں دن کی۔ فرمایا  
کہ ساتویں کی رسم قدیم معلوم ہوتی ہے عرض کیا گیا کہ حدیث میں اس کا کہیں  
تذکرہ آیا ہے فرمایا کہ قیاس سے یہ بات نکلتی ہے۔ کیونکہ بعض جگہ یہ  
بتلایا گیا ہے کہ سات دن تک ایسا کریں چنانچہ اکثر معاملات میں سات روز  
کے الفاظ آئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماتم کی حد سات دن ہے۔

سات عدد کی خصوصیتیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا کہ  
میں نے طاق عددوں میں غور کیا تو ان میں کسی کو سات سے زیادہ لائق نہ پایا تو انھوں نے

ایک دن دکن کے درویشوں کا تذکرہ ہوا فرمایا وہاں ایک درویش  
 تھے جن کا "خراب حال" نام تھا۔ خوب آدمی تھے۔ یہ شہر کے کسی امیرانہ  
 گھرانے کے تھے۔ اب مجذوب ہو چکے تھے۔ روٹی کا ایک انگر کھا پہنتے تھے  
 جو بہت پُرانا اور پھٹا ہوا تھا۔ کڑوائیل جگہ جگہ سے لے کر اپنے لباس اور  
 بدن پر ملتے رہتے۔ اس سے اندازہ کر سکتے ہو کہ ان کے لباس کی کیا حالت  
 ہوتی ہوگی۔ مجھ سے اکثر ملتے رہتے۔ سوز اور جوش میں جنگل کی طرف  
 نکل جاتے اور وہاں پڑے رہتے۔ چار چار دن اسی طرح گزر جاتے  
 ایک جگہ ناسج کی محفل تھی میں بھی وہاں تھا، میاں خراب حال آئے اور  
 بہت دیر تک تماشا دیکھتے رہے ایک دفعہ کہا کہ ہم بھی ناچیں گے  
 لوگوں کو یقین نہ آیا۔ ایک دم یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تاش کا ایک ڈوٹہ  
 اوڑھ کر ناپنے لگے اور رقص کے جتنے اصول تھے سب ان میں پلے  
 جا رہے تھے ان کا لباس اگرچہ میل کچیل پھٹا پرانا تھا مگر یہ دوسرے  
 ہی رنگ میں نظر آ رہے تھے۔ حاضرین تاپ نہ لاسکے یہ خود تورو تے  
 (بقیہ مضمون ج ۲)

سات کے بارے میں کہا کہ آسمان سات ہیں۔ زمینیں سات ہیں، راتیں سات  
 ہیں۔ صفامروہ کے درمیان دوڑنا سات بار ہے بیت اللہ کا طواف سات بار ہے  
 تفصیل کے لئے ترجمہ کتاب غنیۃ الطالبین (نسوب یہ سید عبدالقادر جیلانی  
 کا صفحہ ۲۵۳ ملاحظہ فرمائیے۔  
 (درد کا کوڑی)

جاسے تھے مگر مرد اور عورت جتنے تھے یخود دست نظر آرہے تھے بلکہ درود دیوار سے بھی بے خودی ٹپک رہی تھی اسی حالت میں محفل سے باہر آگئے اور یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ شد خاک نشین برگ دبرے پیدا کرد

سبز شد دانه چو با خاک سرے پیدا کرد

(ترجمہ :- جو خاک نشین ہو گیا وہی کامیاب رہا + دانه زمین پر۔ سر جھکانے سے ہرا ہو جاتا ہے) اب آنھوں نے جنگل کی راہ لی۔ ہم بھی ان کے ساتھ ہوئے۔ ایک غار میں جا کر، ہمنہ سے کف جاری تھا اور خود بے ہوش پڑے تھے پھر کئی دن کے بعد ان کو ہوش آیا۔

## حضرت محبوب الہی کی زیارت کا تذکرہ

ایک دن حضوری حاصل ہوئی فرمایا کہ بے تکلف نشست میں ہم کو بہت آرام ملتا ہے اور جہاں تکلف ہوتا ہے چاہے تکلف والے خاطر تواضع زیادہ ہی کیوں نہ کریں مگر دلچسپی نہیں ہوتی اس لئے میں کسی کے گھر کبھی نہیں رہتا اپنے ہی مکان میں خوشی سے گزار دیتا ہوں اور اپنے گھر میں جو اطمینان حاصل ہوتا ہے دوسری جگہ نہیں ہوتا۔ مگر جب حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں جاتا ہوں تو مجھ کو بہت آرام ملتا ہے اور جو تکلیف ہوتی ہے دور ہو جاتی ہے۔ اس خادم نے گزرے ہوئے دن کا حال عرض کیا۔ کل دن بھر پانی برستا رہا اور میں سست رفتار



گھوڑے پر سوار تھا میرے پاس دو سالہ وغیرہ کچھ بھی نہ تھا بہت تکلیف اٹھائی۔ ارشاد فرمایا ایک دن میرے بھائیوں سے نظام الملک نے کہا ہرن کا تماشا دیکھنا چاہئے (ہرن کو شکار یوں نے تیار کیا ہے اور مانوس ہو گیا ہے) جنگل میں تماشا دکھلایا جائے گا۔ میں بھی گیا شام کے قریب بارش کے آثار ظاہر ہوئے۔ سب بھائی شہر کو چلے آئے میں ٹھہر گیا آخر خوب پانی برسا۔ دوست، خدمت گار، سب چلے گئے ایک شکاری چوکی کے فرش پر رہ گیا۔ جب اس کو میرے شہر جانے کا ارادہ معلوم ہوا بہت پریشان ہوا۔ کہ یہاں فرش بہت بچھا ہے اگر یہاں زیادہ آدمی ہوتے تو اس کی حفاظت کرتے، اب میں اکیلا ہوں اگر کوئی اس کو چالے تو میرے اوپر الزام آئے گا مجھ کو اس پر رحم آیا میں نے کہا اچھا میں بھی رہتا ہوں نہیں جاتا، رات میں دو گھنٹے تک میں گھوڑے پر سوار رہا اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر نیچے آگیا اور بارش کی شدت کی وجہ سے بیٹھا رہا۔ صبح کے قریب مطلع صاف ہوا پھر ہم لوگ واپس آئے نواب نظام الملک کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ کہا یہ ایسی ہی طبیعت کے ہیں جیسی ہونا چاہئے۔

حضرت صاحب کی مجلس کے (ذکر) کا تذکرہ

ارشاد فرمایا۔ حضرت صاحب کی مجلس کا یہ دستور تھا کہ دو قسم کی مجلس ہوتی تھی۔ ایک ان لوگوں کی مجلس تھی جس میں صاحب

نسبت اور (قدیم) ذکر و شغل کرنے والے ہوں۔ دوسری وہ مجلس جو قنات کے باہر ہوتی تھی۔ اس میں جدید ذکر و شغل ملے اور ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ حضرت صاحب — کبھی اس مجلس میں پہنچ جاتے۔ کبھی اس مجلس میں — قوالوں کو خدمت کے لئے صرف ایک تنکہ دیا جاتا تھا۔ لیکن ان کو اتنا لمچاتا تھا کہ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اگرچہ قوال کوشش کرتے اور اپنا نام داخل فہرست کر دیتے مگر جتنا مقرر تھا اتنا ہی ان کو دیا جاتا تھا۔

ایک روز حضرت صاحب کے دوست شاہ شریف صاحب نے پہلے قوالوں کو سمجھایا جب نہ مانے تو خوب مارا لوگوں نے کہا کہ جانے دیجئے جانے دیجئے۔ مگر ایک قوال نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہمارا وقت بھی آ رہا ہے تھوڑی دیر کے بعد یہ حالت ہوئی (قوالی میں ایسی کیفیت طاری ہوئی) کہ گھر میں جو کچھ بھی تھا سب قوالوں کو دے دیا۔ یہاں تک کہ چار پائی اور فرش بھی ان کو دے دیا اور گھر میں کچھ نہ رکھا اس کے بعد شاہ شریف صاحب کی بزرگی کا تذکرہ ہوا۔

## حضرت شاہ شریف صاحب کی بزرگی کا تذکرہ

ارشاد فرمایا کہ یہاں اوصاف بزرگ تھے شروع شروع میں ہماری جوانانہ وضع سے یہ ناخوش رہتے تھے ہم کو نصیحت کرتے رہتے جب واقف ہو گئے تو ربط بڑھایا۔ ہم سے بھی کچھ حاصل کیا اور اس بات کے قائل ہو گئے۔

ورنہ بہت سے ایسے مرید ہوتے ہیں کہ دوسری جگہ جا کر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے پیر کے کم قائل ہوتے ہیں۔ اور پیر زادوں میں یہ چیز بہت ہے کہ خلوت میں فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جب خلوت سے باہر ہوتے ہیں تو اپنے معتقدوں یا اپنے والد کے معتقدوں میں بیٹھ کر ان سے منکرانہ سلوک کرتے چنانچہ دو ایک آدمیوں کا آپ نے نام بھی لیا جو خلوت میں تیرہ سو برس کی طرح رہے اور جلوت میں یعنی باہر پیر زادوں کی طرح پیش آنے لگے۔

### حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت ملی۔ حضرت صاحب کا ذکر آیا ارشاد فرمایا کہ ایک بار حضرت صاحب بیمار ہوئے تمام اعضا کی حرکت بند ہو گئی۔ پاؤں پھیلا نا چاہتے تھے تو پھیلتا نہ تھا سمیٹنا چاہتے تو سمیٹ نہ سکتے تھے زبان سے بھی کچھ کہہ نہ سکتے تھے تین دن کے بعد مجھ کو خلوت میں بلایا اور فرمایا فلانی قبرستان میں جا و اس شکل کی ایک قبر ہے اس کو کھودو اور اندر ہاتھ ڈالو اور جو کچھ ہاتھ آئے میرے پاس لاؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اگر عرض کیا فرمایا نیک مٹی سے تلاش کرو میں کمزور قبر میں اتر گیا۔ ایک چیز ملی حضرت کے سامنے لا کر رکھ دی رات میں چہرہ غمناک رہا کہ اس کو دیکھا فرمایا یہی چیز خفی پھر طاقی پر رکھ دی یہ ایک مورت تھی ماش کے آٹے کی بنی ہوئی اس مورت کے

جسم میں تمام سیائیں لگی ہوئی تھیں جب اس مورت کے جسم سے سیائیں نکال لی گئیں تو حضرت صاحب ہر طرح حرکت کرنے لگے اور تمام جسم ٹھیک ہو گیا صبح کو تقریباً ہزار روپے ایک صاحب کو بھجوائے جو ان کے زمانے کے مشائخوں میں تھے بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان ہی نے یہ کام کیا تھا جن کو یہ رقم بھیجی گئی کیونکہ ان کو حضرت (والد) صاحب قبلہ سے حسد تھا کہ ان کے پاس لوگ کیوں آتے ہیں اور کیوں طرح طرح کے تحفے پیش کرتے ہیں۔ حضرت صاحب نے یہ اس لئے کیا کہ وہ اس رقم سے اپنا خرچ چلاتے رہیں گے مطمئن رہیں گے اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ جب حضرت صاحب نے مجھ کو مرید کیا تو حضرت پر ایک خاص جذبہ کیفیت طاری تھی اور آپ نے والدہ کے ذریعہ مجھے طلب کیا کہ فخر الدین کو بلاؤ والدہ نے مجھ کو بلایا میں آیا اور حضرت نے مجھ کو مرید کر لیا۔

## اس شخص کا تذکرہ جس نے بیعت کا سوال کیا

قدم بوسی میسر ہوئی۔ ایک شخص کا تذکرہ ہوا جو پہلے مولانا سے بہت اعتقاد رکھتا تھا اور بے تکلفانہ ملتا تھا اس کے بعد اس نے ملنا کم کر دیا پھر بالکل موقوف کر دیا۔ بلکہ پیٹھ پیچھے اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں کرتا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ پہلے میرے پاس بہت آیا کرتا تھا اور مرید ہونے کی خواہش کرتا تھا۔ بلند خاں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ یہ شخص مرید ہونا



چاہتا ہے مرید کر لیجئے یہ عرصہ سے مرید ہونے کے لئے اصرار کر رہا ہے اور مخالفت بھی کرتا ہے میں نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا کیونکہ اس کے مرید کرنے کو میرا دل ہی نہیں چاہتا تھا۔

## درویشوں اور آزادوں کا تذکرہ

آزادوں کے ذکر پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ درویش جنھوں نے شریعت کے خلاف راستہ اختیار کر لیا ہے اور لفظ آزاد سے مشہور ہیں اس کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پیر کی قید سے آزاد ہوتے ہیں حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں میں بھی آزاد فقیر تھے۔ چنانچہ آزادوں میں شاہ منقطع نامی ایک فقیر تھے اور یہ حضرت صاحب کے مریدوں میں بہت ہی کمال اور صاحب نسبت فقیر تھے۔

۱۔ مولانا فخر کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی رائے بدل گئی کیونکہ اب ان کے بالکمال ہونے اور صاحب نسبت ہونے کا اقرار فرما رہے ہیں۔ شاہ حبیب حیدر قلندر کا گوروں نے آزادوں کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اس میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے مختصر یہ کہ مدار یہ اور قلندر یہ خاندان سے ان کا تعلق ہے کتاب انتصاح میں اس کا تذکرہ موجود ہے لفظ آزاد سے نفس عنصری سے آزاد ہونے کی فکر کی طرف اشارہ ہے ان کے لئے شریعت کی پابندی نہایت ضروری ہوتی ہے مرشد کی دعاؤں سے ایک حد تک ان کو اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے مرشد کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے کہ خدا نے جو کمال

## حضرت بٹے صاحب کے واقعے کا تذکرہ

حنوری کی دولت میسر ہوئی۔ دو تین دن سے حضرت کی طبیعت کو سخت کوفت تھی۔ اس واقعہ کا مولانا صاحب کے بڑے بھائی سے تعلق تھا۔ مولانا فخر صاحب نے کسی سے اس واقعہ کو ظاہر نہیں کیا مگر میں بہت رنجیدہ تھا۔ آخر کار مجھ کو دکھلایا گیا۔ ایک مرتبہ منجھو اس کا معاوضہ دیدوں گا۔ اس پر بھی مجال نہ ہوئی کہ۔ بوجھ سکتا کہ کیا بات ہے۔ اگرچہ کئی بار یہی فرمایا کہ اس کا معاوضہ مقرر ہو چکا ہے۔ جب زبان پر یہ لفظ آتا چہرہ لبشاش ہو جاتا تھا مگر معلوم نہ ہوا کہ کیا بات تھی۔

میانِ عاشق و محشوق رمنے ست  
کر انا کا بتیں راہم خبر نیست

(بقیہ مضمون حاشیہ ص ۹) دیا ہے اس کو تماشا نہ بنا نا اس لئے نہیں بلکہ عطیہ پر در دگار کے اظہار کے لئے بھی کبھی عرس وغیرہ کے موقع پر یہ نوک دار لوہے کے گز اپنے جسم پر مارتے ہیں مگر جسم سے نہ خون نکلتا ہے نہ زخم ہوتا ہے میں نے خود کئی بار یہ منظر دیکھا ہے جن کا دل چاہے شاہ کا ظلم قلندر اور شاہ تراب علی قلندر کا کوری کے عرس میں کا کوری جا کر ان کو دیکھ لے۔ لمبا کتہہ تاغرا کے دار پا جامہ لمبی ٹوپی اس شکل کی خود ہی بناتے جتنے اور پہنتے ہمارے یہاں کے مرشدوں کی ہاتھوں کے مطابق ان کا پابند شریعت رہنا نہایت ضروری ہے۔

(حسن کا کوری)

## حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں کا تذکرہ

حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں کا تذکرہ آیا فرمایا کہ اسد اللہ نامی حضرت صاحب کے ایک دوست تھے۔ بہت اچھے آدمی تھے اگر کوئی اپنے مقصد کے لئے شیر برنج پر ان کا فاتحہ کرے یقیناً کامیاب ہو جائے گا۔ میں نے بارہا اس کو آزمایا ہے اس کے بعد شاہ عبدالرزاق کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ کے دوستوں میں تھے ان کا وطن کشمیر تھا۔ جنگل میں رہتے تھے ایک بلند مکان بنا لیا تھا۔ جب زمینے کے اوپر پہنچ جاتے تو زمینے کو اوپر کھینچ لیتے تھے۔ اس طرح آنے جانے کا راستہ باقی نہ رہتا تھا۔ ایک بار میں ان کی ملاقات کو گیا کسی کو اپنے سامنے آنے نہیں دیتے تھے چنانچہ ایک بار نواب نظام الملک گئے تو انھوں نے بالا خانے ہی سے پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں۔ انھوں نے کہا آپ کو دیکھنے کے لئے انھوں نے اپنا پاؤں نیچے کی طرف بڑھا دیا اور کہا یہ پاؤں حاضر ہے اس کو دیکھ لو مگر آنے کی اجازت نہ دی جب میں ان کے سامنے گیا تو دیکھا کہ زمینے پر ایک سانپ مارا ہوا پڑا ہے۔ میں رُکا انھوں نے کہا تم چلے آؤ اور بلند آواز سے کہو کہ مردک دور ہو، سانپ اُن کی آواز سے دور چلا گیا، میں اُن کے سامنے گیا فرمایا میں آپ کے لئے چائے تیار کرتا مگر لکڑیاں نہیں ہیں اور معمول یہ تھا کہ خود جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے میں نے کہا میں جنگل سے

لکڑیاں لئے آتا ہوں چنانچہ میں گیا اور جنگل سے بہت سی لکڑیاں کاٹ کے کمر پر باندھ کر لے آیا خوش ہوئے اور کہا خوب لائے رات بھر انھیں کی خدمت میں رہا۔

## حافظ خیر اللہ سیاح کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی، حافظ خیر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ حافظ جیو تم حضرت مخدوم علی صابر کے مزار کی زیارت کے لئے جاؤ اور سفر کے کپڑوں کی تیاری کرو اور سکریتال کی ایک قبر ہے اس کی بھی زیارت کرنا حالانکہ وہاں کے آنے والوں سے ایسی قبر کا مشہور ہونا نہیں سنا گیا فرمایا چند روز میں اس حافظ پر لوگ رشک کریں گے! اسی وجہ سے یہ آزادگی کا اظہار کریں گے۔ یہ واقعہ ہے کہ حق ہماری طرف ہے یہ بچارے مشغولی ہیں محنت کرتے ہیں اور غافل بھی کلم رہتے ہیں جلد ترقی کرنے والے ہیں۔ قدیم دوست بدگمان ہو جائیں گے۔ یہ حافظ خیر اللہ پنجاب کے رہنے والے تھے اس سے پہلے حفظ قرآن میں مشغول تھے چار سال سے مولانا کی خدمت میں آنے لگے ہیں۔ ان کی قلبی حرکت بہت تیز ہے اور دوستوں کو روٹی پکا کر کھلانا ان کا اصول ہے اکثر اوقات یہ ایسا ہی کیا کرتے تھے بظاہر یہ ایک قسم کی۔ ان کی قسمت ہے لیکن خدا کی یاد کے بغیر ایک منت بھی چین نہ آتا تھا۔ اس لئے مولانا کو اچھا معلوم ہوا۔ حضرت علی احمد صابر کی درگاہ پر پہنچے میں کیا مصلحت تھی یہ معلوم نہ ہو سکا۔ جس کام کے لئے مولانا



نے وہاں جانے کو ان سے کہا تھا کس کی مجال تھی کہ مولانا سے دریافت کرتا اس کے بعد حافظ جیو نے اس فقیر سے کہا کہ مولانا نے اس سے پہلے بھی ایک بار یہی ارشاد فرمایا تھا کہ حافظ جیو ہم کو ایک جگہ بھیجنے والے ہیں۔

## حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا تذکرہ

مولانا ایک دن حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی زیارت میں مشغول تھے اس کے بعد حضرت کمال الدین علامہؒ کے مزار کی زیارت کی جو حضرت موصوف کے ہم شیر زادے ہیں کیونکہ ان بزرگ تک حضرت مولانا کا سلسلہ پہنچتا ہے ایک اور ہم شیر زادے کی بھی وہاں قبر ہے ان مزاروں میں سے ایک وہ مزار ہے جو زیادہ زمانہ گزر جانے کی وجہ سے نامعلوم ہو گیا تھا مولانا نے اس کا پتہ چلایا اور اس کو صاف کر دیا مگر یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ وہ کن بزرگ کا مزار ہے مگر حضرت مولانا وہاں جا کر ضرور فاتحہ پڑھتے اور پھول چڑھاتے فرماتے کہ یہ مزار خوب ہے اتفاقاً میری طرف دیکھ کر فرمایا سبحان اللہ۔ اس کے بعد ارشاد ہوا جتنا ہو سکے یہاں چراغی کے نام سے کچھ نہ کچھ دے دیا کرو۔ دوسرے مزاروں پر جو نیا زیتے ہو یہ اس کے علاوہ ہونا چاہئے اس کو غنیمت جانو مگر یہ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسا کیوں ارشاد فرمایا گیا اور یہ کس کا مزار ہے خود ہی صرف اتنا فرمایا کہ فائدے سے خالی نہیں۔

## محبوبیت کا تذکرہ

قدسوسی کی دولت میسر ہوئی حضرت خواجہ بزرگ کی وفات کا ذکر آیا، ارشاد فرمایا یہ جو لوگوں کا خیال ہے کہ محبوبیت کا مرتبہ محبوب الہی کے لئے مخصوص ہے اور یہ درجہ پہلے کے خواجگان کو میسر نہیں ہوا۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ محمدی نسبت کا ظہور سب جگہ ہے۔ چنانچہ خواجہ بزرگ (راجمیری) کی جب وفات ہوئی تو بھیمز و تکفین کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ پیشانی پر سبز خط میں لکھا ہوا تھا۔ مَاتَ حَبِیبِ اللہ فی حب اللہ (اللہ کی محبت میں اللہ کے حبیب نے جان دیدی) لفظ حبیب مشبہ صفت ہے۔ فاعل اور مفعول دونوں معنوں میں آتا ہے پس محبوبیت ثابت ہو گئی ہے۔

## ایک خونی کا تذکرہ

حضور کی دولت میسر ہوئی دکن کے دوستوں کا تذکرہ آیا ارشاد فرمایا ہم ایک دن خرابات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک مجذوب فقیر ہا کرتے تھے۔ میں اُن کو دیکھنے جایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک آدمی جس کے ہاتھ سے کہیں خون ہو گیا تھا بھاگتا ہوا آیا اور اسے امان چاہی، مگر مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسا نہ ہر دست شخص مجھے پناہ دے کہ دعوے داروں کے آنے پر بھی میری جان بچ جائے۔

اُن مجذوب صاحب نے میری طرف اشارہ کیا، یہ اچھی استعداد کا آدمی ہے اگر تم اس کی حفاظت کرو تو بہتر ہے۔ میں اُس کو اپنے گھر لے آیا اور ایک حجرے میں جہاں گھوڑے کے کھلنے کی گھاس بھری ہوئی تھی وہاں میں نے اس کو چھپا دیا ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ آخر تم ایک کونے میں بیٹھے ہوئے ہو کیا میں تم سے کچھ کہوں پھر میں نے اُس کو خدا کا نام بتایا چالیس دن نہیں گزرے تھے کہ نعرے کی آواز آنے لگی جس سے لوگوں پر بہوشی کا اثر شروع ہو گیا معلوم ہوا کہ ایک بندہ خدا کی آواز ہے جب وہ نعرہ مارتا اُس پاس کے لوگوں کے حواس جاتے رہتے اس کو مضبوط طور پر پکڑ لیا جاتا ہے پھر جیسے ہی وہ نعرہ لگاتا ہے آدمی ہمم کہ خوف سے گر جاتے ہیں اور تمام کوچہ و بازار میں سجدہ کرتا پھر نلے یہاں تک کہ سجدہ کرتے کرتے پیشانی پر شوکت تک باقی نہیں رہا سفید ہڈیاں کل آئیں ایسی حالت میں آورہ ہو گیا۔

ایک دفعہ میں شاہ جہاں آباد میں تھا اور حسن مکان میں رہتا تھا وہاں وہ آیا اور اس نے دروازے کو بوسہ دیا اور چلا گیا اس کے بعد سے اس کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ اسی حالت میں نوحن کے دعویٰ اور اس کی تلاش میں آئے جیسے ہی ان کو دیکھا سجدہ کرنے کے لئے دوڑا اور نعرہ لگایا یہ لوگ بھی بے ہوش ہو گئے یہ ان کے پیچھے پیچھے پھرتا اور سجدہ کرتا وہ لوگ حیران تھے کہ کہاں سے یہ بلا لگ گئی، آخر دعویٰ اور میں نے اس کو چھوڑ دیا اور چھوڑ کر چلے گئے۔

## حضرت گنج شکر قدس سرہ کی زیارت کا تذکرہ

ایک دن حضرت مولانا صاحب حضرت گنج شکر کی درگاہ میں تھے اس فقیر نے لشکر سے آکر عرض کی کہ آپ کی جدائی سے اور دنیاوی کاموں کے سبب باطنی شغل نہ ہونے سے تنگ آگیا ہوں اکثر دل چاہتا ہے کہ اجمیر کی طرف یا کہیں اور چلا جاؤں ارشاد فرمایا نور الدین حسینی جب تم دل تنگ ہو کر و صرف میرے دیکھنے کا ارادہ کر لیا کرو بس اور کچھ نہیں اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان المشلح نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک بار حج کا ارادہ کیا۔ جب حضرت گنج شکر کی زیارت کی مطلب حاصل ہو گیا۔ پھر حج کا ارادہ ہوا، پھر حضرت فرید گنج شکر کی زیارت ہوئی اور مقصود حاصل ہو گیا فقیر اس واقعے سے بہت متاثر ہوا۔ مولانا کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا آخر مولانا کے زانوے مبارک پر روتے ہوئے میں نے سر رکھ دیا جس سے مجھے بہت ہی سکون ملا۔

## حضرت مولانا کی سرگزشت کا تذکرہ

دولت شاہدہ میسر ہوئی مہربانی سے اپنے ساتھ کھانا کھلایا

یعنی حضرت گنج شکر کے فیض سے چھ پر ایسا کشف ہوا کہ وہیں بیٹھے اللہ کے کھوکھو دیکھ لیا گویا میں نے حضرت گنج شکر کی زیارت نہیں بلکہ بیت اللہ کا حج کیا اور اس کا ثواب پایا فقیر محمد مظلم الدین کراچی



اور بھی دو صاحب تھے اتنے میں دکن سے اس طرف آنے کا تذکرہ ہوا۔  
 فرمایا ہم ایک مکان میں اترے وہاں ہندوؤں کا ایک بت خانہ تھا۔  
 تعصب کی وجہ سے لوگ مسلمانوں کو بت خانے میں جانے نہیں دیتے تھے  
 ایک دفعہ میں گیا مجھ پر بھی انھوں نے غلبہ کیا میں نے اپنے آپ کو (اس  
 بت کے قریب) پہنچا دیا یہ حال دیکھ کر وہ لوگ مجھ سے الگ ہو گئے اور  
 کچھ میری حالت پر چھوڑ دیا اس شہر میں کئی دن رہنے کا اتفاق ہوا۔  
 ایک دن ایک ہندو بڑھیا تلاش کرتی ہوئی آئی کہ اس شکل و صورت کا  
 یہاں کوئی مسافر آیا ہے مجھ سے خواب میں بصواتی نے کہا ہے کہ اس کے  
 پاس جاؤ۔ تو دونوں آنکھوں سے مانتا ہے تیری دونوں آنکھیں روشن  
 ہو جائیں گی میں نے ہر چند منع کیا مگر وہ کب انتی تھی وہاں وہ بھی دو تین  
 دن ٹھہری خدا کے پاس سب کچھ ہے آخر اللہ کی عنایت سے اس کی  
 دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں حالانکہ اس میں مجھ کو کیا دخل ہے انصاف  
 کر وہاں تک تو بت پہنچی کہ فقیر پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی  
 اور چلا چلا کر نعرے مارنے لگا عرصے تک مجھ میں اس کی لذت اور  
 چاشنی نہ رہی۔

## میر بدیع الدین کا تذکرہ

ایک دن حضورِ میسر ہوئی۔ مولانا صبح کی نماز کے لئے وضو  
 کر رہے تھے میر بدیع الدین نے عرض کیا، حکیم میر محمد افضل جو شاہی

لشکر میں ہیں۔ حضرت امیر خسرو کے عرس میں شریک نہ ہونے کی ان کو بڑی کوفت ہے فرمایا ٹھیک ہے پھر میر صاحب نے عرض کیا ان کو پچاس روپے ملے تھے، سب خرچ کر دیئے اس کے بیان کرنے سے یہ مطلب تھا کہ یہ ایسے فضول خرچ ہیں مولانا نے فرمایا بہت اچھا ہوا کہ انھوں نے مستحق لوگوں کو یہ روپے دیدئے خدا ان کو اور عنایت فرمائے گا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

## کسی ہندو کا معتقد ہونا

قدوسی کی دولت میسر ہوئی۔ ایک ہندو کا تذکرہ آیا کہ وہ ہمارے طریقے میں داخل ہو گیا ہے اور پوشیدہ طور پر نماز پڑھتا ہے ہمارے معتقدوں میں ہے پھر فرمایا وہ پریشان تھا خدا کا شک ہے کہ اس کو نوکری بھی مل گئی۔ حالانکہ لوگوں نے اس سے کہا تھا کہ مسلمانوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہو اور ان پر اعتقاد رکھتے ہو دیکھ لینا تم محتاج ہو جاؤ گے مگر اللہ نے اس کو روزی سے لگا دیا۔ میں خوش ہو گیا۔

## ایک ہندو کا ذکر جو حضرت مولانا کا مرید ہو گیا تھا

قدوسی کی دولت میسر ہوئی حضرت کے معتقدوں میں سے ایک ہندو شجرہ لے کر آیا کہ اس پر معمول کے موافق دستخط ہو جائیں مولانا نے دستخط کر دیئے۔ فرمایا میں حیران تھا کہ شجرے میں اس کا کیا نام لکھوں۔

آخر کار یہ لکھ دیا کہ مصدق الدین کی عاقبت بخیر ہو۔

## مولانا سے ایک ہندو کی مصاحبت اور اس پر پیر زادوں کا رشک

مشاہدے کی نعمت میسر ہوئی فرمایا ایک دن فلاں ہندو میرے پاس آیا میں نے دروازہ بند کر دیا اور ایک پیر زادے صاحب کا نام لے کر کہا کہ وہ آئے باہر بیٹھے رہے ان کو ناگوار ہوا کہ اندر ہندو تو بیٹھا ہوا ہے اور میں پیر زادہ ہو کر باہر بیٹھا ہوا ہوں یہ کیا طریقہ ہے۔ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ اس میں کھلا ہوا فائدہ تھا کہ وہ ہندو ہمارے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ رہا تھا اس لئے خلوت تھی اور لوگ بدگمانی میں تھے۔ اس کے بعد یہ ذکر ہوا کہ اگر کسی ہندو کو کسی شغل کا شوق ہو تو اس کو ایمان والا سمجھنا چاہئے یا نہیں۔ فرمایا ہم تو یہ جانتے ہیں کہ خدا کا نام بتانے میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے اس کی کیا ضرورت ہے کہ پہلے وہ مسلمان کیا جائے پھر کوئی شغل بتایا جائے۔ اسی خدا کے نام میں بہت بڑا اثر ہے وہ خود اپنی طرف کھینچ لے گا۔ پھر اس نیک کام میں دیر کی ضرورت ہی نہیں۔

## مولانا کے ایک دوست اور ان کا انتقال

جمعرات کا دن تھا حضرت مولانا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کی

خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اکثر جمعہ یا منگل کو وہاں جایا کرتے تھے یہ بھی ہوتا تھا کہ جس دوست کا مکان درگاہ سے قریب ہوتا اور اس کے یہاں کوئی تقریب ہوتی تو پہلے درگاہ شریف جاتے اور وہاں بیٹھے رہتے پھر مقررہ وقت پر وہاں چلے جاتے۔

یہ فقیر بھی خانقاہ پہنچا دیکھا کہ مولانا وہاں آیام فرما رہے ہیں اور میر تقی الدین چچی گھر سے ہیں اس لئے خاموش بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد آپ بیدار ہوئے اور ان دوست کے متعلق دریافت کیا جن کا اس روز انتقال ہو گیا تھا اور ان کے دفن کی تیاری تھی۔ پوچھا وہاں کتنی دیر ہے کسی نے کہا ابھی بہت دیر ہے اور مرنے والے نے دو وصیتیں کی ہیں ایک تو یہ کہ جب مولانا شریف لے آئیں تب میرا جنازہ اٹھائیں۔ دوسرے یہ کہ ایسی جگہ دفن کریں جہاں سے حضرت قبلہ کا گزر ہوتا رہتا ہو فرمایا حضرت محبوب الہی کی درگاہ کے قریب اگر دفن کریں تو بہتر ہے اتنے میں فقیر نے عرض کیا کہ سرخ بنگلہ جو حضرت کے آتے جاتے راستے میں پڑتا ہے وہ غیاث پور میں داخل ہے یا نہیں فرمایا یہ داخل نہیں ہے بلکہ باولی کے دروازے کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک زمینہ اس میں داخل ہے باقی داخل نہیں ہے یعنی غیاث پور کے حدود کا تصور اس حصہ اس میں آجاتا ہے اس کے بعد فرمایا، یہ شخص اپنے باپ کا اکلوتا تھا۔ اس کی ماں پر بڑا قلق آتا ہے (زندگی میں) ایک دن ان کی عیادت کے لئے جانے کا اتفاق ہوا مگر یہ اس وقت



موجود نہ تھے۔ ان کی ماں کو بہت ملال ہوا تھا اس واقعے سے گویا ان کی کمر ٹوٹ گئی کیا کیا جائے۔ اس کے بعد خبر آئی کہ جنازہ تیار ہے۔ جامع مسجد تشریف لے گئے۔ میر شفیع الدین اور میں دونوں ہمراہ تھے راستے میں ملاقاتی غیر ملاقاتی بھی ملتے اس لئے مولانا کا قاعدہ تھا کہ اجنبی صاحب سے قریب ہو کر بات چیت کرتے رہتے اور اگر صرف احباب ساتھ ہوتے تو ان میں سے جن صاحب کو کچھ تکلف ہوتا انھیں کو قریب لے لیتے اور ان کی خاطر داری مقدم سمجھتے۔

جیسے ہی مسجد میں داخل ہوئے پوچھا کسی کے پاس پیسے ہیں ایک دوست کے پاس تھے۔ میر شفیع الدین نے لے کر دئے خود لے کر آثار شریف کی زیارت کے لئے داخل ہوئے۔ اور مولانا کا یہ قاعدہ تھا کہ مزارات کی نذر کو اپنے ہاتھ سے آستین پر رکھ دیتے چاہے خادم موجود ہو یا نہ ہو۔ زیارت کے بعد جہاں آثار شریف ہیں وہاں اندر آئے اور مینارہ مسجد کے نیچے دو رکعتیں پڑھیں اتنے میں ایک دوسرا جنازہ بھی آگیا اور جنازے کی نماز کا ذکر ہوا۔ پوچھا تم کو جنازے کی نماز یاد ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا اہل حدیث کے نزدیک اس میں بہت تقید ہے بلکہ انھوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ مغرب کی نماز کے بعد جنازے کی نماز پڑھ لیا کرے اور اس نیت سے پڑھا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کی امت میں کیا مرد کیا عورت جو کوئی بھی فوت ہوا ہو اُس کو اس کا ثواب پہنچے۔ ۱۷

اور اس پڑھنے والے کو بھی ثواب ہوگا اسی لئے اُن حضرت غائبانہ طور پر جنازے کی نماز بہت پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ نجاشی (بادشاہ) کے انتقال کی خبر آئی تو آنحضرت امام ہوئے صحابہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور جنازے کی تکبیریں کہی گئیں۔ اس حدیث کا بیان قابلِ تعجب نہیں یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ ادھر تکبیر ہوئی ادھر اللہ بخشدیتا ہے۔ پھر مولانا جاکر نماز پڑھائی۔ پہلے ہمارا خیال نہ تھا کہ مدفن تک جائیں گے۔ مگر مولانا نے فرمایا کہ اس سے مجھے خاص ربط تھا۔ اس لئے چلنا چاہئے۔ چنانچہ مدفن تک گئے۔ اور مجبورِ خست

۱۸ ترکیب یہ ہے:۔ نماز جنازے کی نیت کرے اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر علیٰ پہلی دفعہ اللہ اکبر کہے کے ہاتھوں کو دعام نماز کی طرح ناف کے نیچے باندھ لے اور سجا تک پڑھے بغیر ہاتھ اٹھائے۔ ۲۰ دوسری دفعہ اللہ اکبر کہے اس کے بعد درود شریف پڑھے (جو نمازوں میں پڑھا جاتا ہے) ۲۱ تیسری دفعہ بھی بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے۔ اس کے بعد میت والی دعا پڑھے۔ مرد ہو تو مرد کی، عورت ہو تو عورت کی، بچہ ہو تو بچے والی دعا پڑھے۔ ۲۲ چوتھی دفعہ بھی بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے۔ اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر دائیں بائیں سلام پھیرے۔ (مرد و کالو دی)

کرنے لگے۔ فقیر نے عرض کیا جنازے کے ساتھ ساتھ چلنا ثواب ہے اس پر فرمایا۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ نماز پڑھنے کا تو ثواب ہے مگر جنازے کے ساتھ جانے میں دو گنا ثواب ہے۔

## مولوی علاء الدین برادر کا تذکرہ

صبح کے وقت درس ہوا کرتا تھا۔ سید صاحب کتاب صحیح مسلم پڑھا کرتے تھے۔ اتنے میں بھائی مولوی علاء الدین آکر بیٹھے۔ جن کے بھائی کا نام امین الدین ہے۔ گنگا جمنہ کے درمیان سیانہ نام ایک قصبہ ہے یہ وہیں کے رہنے والے اور شریف لوگوں میں ہیں۔ پورب کے قصبات میں انھوں نے معقول و منقول کا علم حاصل کیا اس کے بعد مولانا کو دیکھنے شاہ جہاں آباد آئے پہلے ہی بار کے ملنے میں مولانا کی محبت ان کے دل میں جم گئی۔ خانقاہ کے باہر بیگم کے مقبرے کا جو والاں ہے وہ ان کو رہنے کے لئے دیا گیا۔ دوسری رات ان میں سخت شورش پیدا ہو گئی۔ حضرت مولانا نے صوفی سے فرمایا جاؤ اور ان کی دیکھ بھال کرو اور چونکہ ہم پورب والے ہیں۔ اس لئے مولوی کی مہمان نوازی تمھارے ذمے ہے چند روز اسی طرح گزرے پھر مولوی علاء الدین مرید ہو گئے۔ اس زمانے میں حضرت صاحب قبلہ کا عرس پڑا عرس کے دن مولوی موصوف پر عجیب حالت طاری ہوئی اُس دن کیا چھوٹا کیا بڑا کیا شاعری کیا غافل کیا مسلمان کیا ہندو، جو

مجلس میں آیا نعرے مارتا تھا۔ مولوی صاحب پر ایسی کیفیت طاری تھی کہ انھوں نے اپنا سب لباس قوالوں کو دے دیا۔ اس کے بعد مشغولی ان پر غالب آگئی (یعنی ذکر کرنے لگے) یہ خدا کی یاد محنت سے کیا کرتے تھے حضرت مولانا ان کی طرف پورے متوجہ تھے۔ اس کے بعد یہ اپنے گھر چلے گئے پھر شادی کی۔ مولانا کے ارشاد کے موافق سنبھل میں رہتے ہیں۔ جب وہاں پہنچے ایک بڑا درخت دیکھ کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ خواجگان کی عنایت اور اللہ کے فضل سے بہت لوگ استفادے کے لئے آنے لگے۔ کوئی سبق پڑھتا، کوئی شغل کا طریقہ دریافت کرتا۔ عقلمند لوگ بھی آتے جاتے تھے۔ یہ متوکل آدمی تھے کچھ دن بعد انھوں نے متعلقین کو بھی وہیں بلا لیا۔ حضرت مولانا نے ان کے بھائی میاں امین الدین سے کہہ دیا کہ مولوی صاحب کی جیسی مرضی ہو اسی کے موافق عمل کرنا چاہئے اس کی تاکید کر دی۔

## ایک دوسرا تذکرہ (ارادہ اور مشیت)

ایک دن ارشاد فرمایا کہ ارادہ اور مشیت دونوں میں یہ فرق ہے کہ مشیت کا لفظ ایجاد معدوم والعدم موجود دونوں کے لئے آتا ہے اور ارادے کا لفظ صرف ایجاد اور معدوم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جاننے والے اس کے برعکس استعمال نہیں کرتے۔



## مولوی معین الدین کا تذکرہ

حضور می کی دولت یستر ہوئی۔ مولوی معین الدین آپ کے قدیم دوستوں میں ہیں یہ صحیح النسب سید ہیں۔ ان کے والد غازی الدین خاں مرحوم کے مدرسہ کے مدرس تھے۔ یہ بھی بزرگ اور فاضل ہیں عربیہ درسی علوم اور زیادہ تر مسئلہ توحید کا ذوق رکھتے ہیں۔ اسی کا درس بھی دیتے ہیں۔ وارثہ مزاج ہیں خلیق میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ورثے کے الماک کی بابت ایک شخص سے ان کا جھگڑا پیش آیا، مولانا نے فرمایا جہاں تک ہو اس سے درگزر کرنا بہتر ہے۔ دونوں طرف کے اقرار و انکار میں سخت مشکل پیش آتی ہے تمھاری تکلیف سے ہم کو بھی تکلیف ہوگی۔ خدا پر بھروسہ رکھو چاہے تمھارا حق بھی ہو اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس پر مولانا نے ایک قصہ بھی بیان فرمایا کہ کسی درویش کو بادشاہ نے ملاقات کی تکلیف دینا چاہی درویش نے قبول نہ کی، بادشاہ کے مصاحبوں میں سے ایک نے کہا کہ میں ایک تدبیر بتاتا ہوں کہ وہ خود بخود چلے آئیں گے۔ صبح کو ان درویش صاحب کے پاس کھلا بھیجا کہ قاضی صاحب نے تم کو بلایا ہے، درویش نے پوچھا کیوں؟ کہا جس مکان میں تم رہتے ہو یہ دوسرے کا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ مکان خالی کردو۔ کچھری میں حاضر ہو درویش صاحب نے مکان کا قبالہ

(وثیقہ) سامنے لاکر رکھ دیا اور اپنے گھر کے لوگوں کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہو گیا، غرض مکان چھوڑ دیا اور کہا، الحمد للہ خیریت سے بلائیں گئی۔

## معمور خاں کے بیٹے کا تذکرہ۔ جو دکن کے مشہور عمائدین میں تھا

اس درمیان میں تصویر کا ذکر آیا۔ ارشاد فرمایا کہ معمور خاں جو دکن کے مصوّر رئیسوں میں تھے۔ اور ہمارے حضرت (والد) صاحب قبلہ کے مرید تھے ان کی تصویر کشی میں خاص مہارت تھی۔ حضرت قبلہ سے بے تکلف دوستوں کی طرح بہت ربط تھا۔ چنانچہ تین چار چڑ میں انھوں نے حضرت صاحب قبلہ کے ملفوظ بھی لکھے ہیں اور اکثر جگہ اس میں مناسب موقع سے حضرت صاحب کی تصویر بھی دکھلائی ہے۔ خواجہ کامگار خاں ہمیشہ رشک کیا کرتے تھے کہ میں نے کتاب کی صورت میں حضرت صاحب کے ملفوظ مرتب کئے ہیں۔ نگہ کاش یہ دہوی جڑ میرے نصیب میں ہوتے اور تمام ملفوظ ان کے حصہ میں۔ یہ واقعہ بالکل حضرت امیر خسرو اور میر حسن دہلوی کی طرح ہوا کہ میر حسن کی کتاب (نوائد الفوائد) کی نسبت حضرت امیر خسرو کہا کرتے تھے کہ کاش میری تمام تصانیف میر حسن کی ہوتیں اور یہ ملفوظ میرا ہوتا تو مجھے بڑی مسرت ہوتی۔

اس شہر مقدس کے سفر اور زیارت کا تذکرہ جو حضرت

مولانا کو پسند خاطر تھا

حضرت شیخ کلیم اللہ کی درگاہ شریف میں قدم پوسی میسر ہوئی  
اس وقت حضرت کا مزاج کسی قدر کدہ تھا اور یہ دنیا والوں کے  
اجتماع اور فتوؤں کی وجہ سے مودتا ہوتا تھا۔ ارشاد فرماتے۔ دل  
چاہتا ہے کہ سفر کروں اور اس کا اٹل ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ میرا  
دل بہت پریشان ہو گیا ہے۔ بلکہ خیال ہے کہ شہر مقدس کو چلا جاؤں  
کہ وہاں تم لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور اسی وجہ سے میں دکن  
سے چلا آیا ہوں اور میں نے بال بچوں کو بھی چھوڑ دیا۔ یہاں مریدوں  
کی وجہ سے پھر اسی تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

ایک روز کسی راستے سے جا رہے تھے اُس زمانے میں یہ فقیر  
بھی شغل باطنی رکھتا تھا اور بعض اوقات مولانا کے التوا اور برکتیں  
دل کو منور کرتی رہتی تھیں۔ اور کبھی وحدت الوجود کا مسئلہ بھی کیا کتاب  
اور کیا بلا کتاب جو کچھ حاضرین کی سمجھ کے موافق ہوتا ارشاد فرماتے  
اس طرح میرے عقیدے کا استقلال منظور تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر  
کوئی اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ تمام کائنات پر متصرف ہو جائے اور  
دنیا کو مٹانے اور پھر وجود میں لانے پر قدرت رکھتا ہو ایسا شخص اگر  
توحید کو برا بلا کہے تو کوئی مضائقہ نہیں ورنہ وہ اپنے دعوے میں

جھوٹا ہے اور یہ بات فقیر کو بھی حاصل ہو گئی ہے۔ غیر ممکن نہ سمجھنا چلیے۔

## نیا رسالہ خوب اور طرز مرغوب میں

آج ربیع الثانی کی پہلی ہے دولت مشاہدہ میسر ہوئی فرمایا۔ دل چاہتا ہے کہ ایک رسالہ لکھوں سید صاحب سے کہا کہ تم اس میں مدد دو۔ روشنائی اور قلم بنا کر میرے پاس رکھ دو تو ننھا را بڑا احسان ہوگا۔ اور یہ چیزیں نہ ہوں تو سخت مشکل ہوتی ہے۔ اس فقیر نے عرض کیا کہ کس فن میں رسالہ لکھنے کا خیال مرکوز خاطر مبارک ہے۔ فرمایا اس امر میں کہ وحدت وجود کسے کہتے ہیں۔ مگر لوگ مجھ کو بدنام کر دیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ تو ایسا رسالہ تو اپنے طرز میں بالکل نیا ہوگا۔ فرمایا ہاں شیخ اکبر (حضرت محی الدین ابن عربی) کے مطالب کو لوگ بالکل نہیں سمجھتے بھی لوگوں نے اپنے خیال سے توحید کو۔ کچھ کچھ سمجھ رکھا ہے۔ شیخ اکبر کا مقصد اور ہے۔ اس لئے ان کو ایسا رسالہ ایک عجیب چیز معلوم ہوگی۔ حیران ہو جائیں گے اور کہیں گے

لے واقعی لوگوں نے توحید کو۔ کچھ کچھ سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ رسالہ فاران فردی ۱۹۶۱ء کے صفحہ (۲۰) میں ”مسئلہ وحدت الوجود کی تحقیق“ اس عنوان سے۔ مولوی صفوة الرحمن کی کتاب پر تبصرہ ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ ”وحدت الوجود



کہ بزرگوں کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

اور اس سے پہلے کئی مجلسوں میں مولانا نے اسی کے متعلق کچھ بیان بھی فرمایا تھا کہ شیخ ابومحی الدین ابن عربی کی عبارت کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں اسی لئے ان کا عقیدہ خراب ہو گیا ہے اور شیخ ابومحی الدین کی عبارت سے صاف مطلب نکالنا بھی مشکل ہے جب تک پوری کتاب نہ دیکھی جائے مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مثلاً ایک جگہ شیخ ابومحی الدین نے ایک چیز کو بیان کیا۔ اس کے ۳-۴ ورق کے بعد پھر اصل مقصد کی طرف

(بقیہ فٹ نوٹ سلسلہ ص ۱۰۸)

کا نظریہ قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ عینیت اور غیریت کی بحثیں یونانیوں اور روم کے فلسفیوں اور بھارت کے گیانوں کی پیدا کی ہوئی ہیں اسلام نے اسی قسم کی بحثوں اور عقلی موثر گائیوں میں اُلجھنے کو پسند نہیں کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی صاحب نصوص الحکم بہت ذہین عالم تھے مگر ان کی ذہانت نے ذہن و فکر کے لئے بڑے الجھاؤ پیدا کر دیئے۔

جواب یہ ہے کہ آپ ہی عقلی موثر گائی کر رہے ہیں۔ عینیت اور غیریت کو آپ یونانی اور روم کے فلسفیوں اور بھارت کے گیانیوں کے اثرات سمجھتے ہیں تو سمجھئے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے آپ کو بہکا دیا ہے تبھی توحید و جود کی کو قرآن شریف کے خلاف سمجھ رہے ہیں۔ ہمیں یونانیوں، روم کے فلسفیوں، بھارت کے گیانیوں سے کیا مطلب قرآن شریف میں کیا چیز موجود نہیں ہے؟

متوجہ ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر کا طرز بیان ایسا ہی ہے۔

## حالت رقت و عمل کا تذکرہ

ایک روز خانقاہ کے دالان میں مولانا شریف فرما تھے حضوری  
میسر ہوئی گانے میں جو رقت (گرہ اور کیفیت) ہوتی ہے اُس کا تذکرہ

(بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ مشا و صفا کا)

لَمْ يَرْوُهَا عَيْنُ الْيَقِينِ سے کیا عینیت کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ الہ  
غیرت سے کیا غیریت کا پتہ نہیں چل رہا ہے؟ دراصل وحدت الوجود کا نظریہ  
بالکل قرآن شریف کے مطابق ہے۔ ہوا الاول ہوا الآخر ہوا الظاہر  
ہو الباطن۔ ید اللہ فوق اید یھم۔ فی انفسکم افلا  
تبصرون۔ مارحمیت اذ رحمت و لکن اللہ دھیٰ کیا ان آیتوں  
سے توحیدی وجودی ثابت نہیں ہے۔ توحید وجودی سے خدا کا ایک ہونا مراد ہے  
اس وجہ سے یہ شریعت کے خلاف نہیں۔ قرآن شریف کا آں حضرت کی زبان سے  
ہم تک پہنچا کیا توحید وجودی نہیں؟ جو کوئی یہ سمجھے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں  
وہ کا فر ہے۔ آں حضرت پر وحی آتے وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوتی  
تھی۔ یہ توحید وجودی کی تجلی ہوتی تھی۔ قرآن کی آیتیں پہلے لکھ چکا ہوں۔ قرآن  
شریف کی آیت۔ مارحمیت اذ رحمت و لکن اللہ دھیٰ ط۔ اس کے  
ترجمے پر غور فرمائے۔ اے نبی آپ نے جب خاک اٹھا کر بھینکی تو آپ نے

ہوا حضرت مولانا نے فرمایا، صوفی کی حالت بالکل شراب کے نشے کی سی ہوتی ہے۔ اگر ابتدا میں سکوت کی حالت میں تھا تو آخر تک سکوت رہتا ہے اور اگر شروع میں زبان سے کچھ نکل گیا تو پھر شور اور فریاد زیادہ ہو جاتی ہے۔ حال دالا اپنے ہوش میں نہیں رہتا۔ اگر کسی نے اس حالت کو خوب ضبط کر لیا تو اپنے حال میں ٹھیک رہتا ہے (اور اسی کا حکم ہے) اور اگر شروع سے کچھ کہنے کی ابتدا ہو گئی تو آخر تک کچھ

بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ ص ۱۰۸ و ص ۱۰۹ و ص ۱۱۰ کا

نہیں! اللہ نے خاک اٹھا کر بھینکی تھی۔ اس جگہ نبی کے فعل کو خدا اپنا فعل قرار دیا ہے۔ کیا یہ توحید و جہود ہی نہیں ہے؟ اسی طرح بیعت رضوان والا واقعہ ہے۔ کہ صحابہ کے ہاتھ پر رسول اللہ کا ہاتھ ہے مگر اس کے متعلق خدا فرما رہا ہے۔ ید اللہ فوق ید یھم۔ ان کے (یعنی صحابہ کے) ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ کیا یہ توحید و جہود ہی نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی خدا ہو گئے۔ بنی۔ بنی ہیں۔ خدا۔ خدا ہے۔ چنانچہ تصوف کے امام محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔ (الاشیاء فی ظہورہا کافی فی و اتھابل ھو ھو۔ یعنی (صرف) ظہور کے لحاظ سے حق اشیاء کا عین ہے ذات کے اعتبار سے نہیں۔ انھیں محی الدین ابن عربی کا شعر ہے۔۔۔ العبد عبد وان ترقی ۛ الرب رب وان تنزل۔ بندہ بندہ ہی ہے۔ لاکھ ترقی کر جائے + رب رب ہی ہے لاکھ تنزل میں ہو۔ (درد کا کوروی)

نہ کچھ کہنا ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ عقل جاتی رہتی ہے اور بے  
اختیاری میں زبان پر جو کچھ آگیا تو نامعلوم طریقے پر یہاں تک نوبت  
پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنے قابو سے باہر ہو جاتا ہے مگر اس میں دوسروں  
کا وقت ضائع ہوتا ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ اس کیفیت میں دل  
کچھ لینا چاہتا ہے مگر یہ کہ حتی الامکان اس مرتبہ کا خیال رکھے اس  
حالت میں اعتقاد جو کچھ دل پر وارد ہوتا ہے وہ بھی ظاہر ہو جاتا  
ہے مگر سننے والوں کو اتنی سمجھ کہاں کہ یہ کس مقام سے کہہ رہا ہے اور  
جو کہنا چاہتا ہے پورے طور پر زبان سے ادا نہیں کر سکتا اور کبھی  
علم کے بصیدوں میں سے کچھ کہہ گزرتا ہے۔ جو کچھ ارشاد فرمایا گیا  
حاضرین کی تربیت اور خصوصاً محمد غوث سلمہ کے لئے تھا۔ کیونکہ  
گناہ سننے وقت ان کو بہت شورش ہوتی ہے اکثر وحدت کے مسئلے  
کو صاف صاف کثرت میں بیان کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام ترجمہ دست  
کا استفادہ ہوتا ہے مگر بے پوشی میں ان سے دانہ فاش ہو ہی جاتا ہے۔  
عرس کی محفلوں میں مختلف قسم اور مختلف مزاج کے لوگ  
ہوتے ہیں۔ نادان بھی۔ واقف بھی۔ عالم بھی۔ جاہل بھی  
امیر بھی، فقیر بھی، دنیا دار بھی، صوفی بھی۔ شرع والے بھی  
بے شرع بھی۔

مولانا کے جتنے دوست ہیں سب جمع ہوتے ہیں۔ کسی کو ان  
کی گفتگو پر تعجب اور کسی کو حیرت ہوتی ہے بعض لوگ گناہ سننے میں



مگر ان کی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ کہنے والے نے کیا کہا۔ محفل میں لڑکے بھی ہوتے ہیں جن کو اکثر اس کی جستجو رہتی ہے کہ کون سی بات شرعاً قابل اعتراض زبان سے نکلی۔ ظاہری طور پر جن کی شرعی نسبت قوی ہوتی ہے باطنی طور پر ان کی تحقیقی نسبت زیادہ قوی نہیں ہوتی اس لئے ایسی چیزیں ان کو گوارا نہیں ہوتی۔ مولانا نے نہ صرف اشارتاً بلکہ صراحتاً فرمایا کہ شریعت ہمارے نبی کی چیز ہے اس لئے ہم کو اس کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ اس کا یقین ہے کہ سید صاحب کی گفتگو میں بناوٹ کو دخل نہیں ہوتا لیکن مولانا نے جن باتوں کی صراحت فرمائی ان کے لحاظ سے زبانی تقید کے لئے بھی ارشاد ہوا۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے دوستوں میں ایسے بہت سے ہیں۔ چنانچہ میر سعد الدین مرحوم ان کی بھی یہی حالت ہوتی تھی کہ ابتدائی شورش میں مسئلہ توحید کو بیان کر جلتے پھر جب بیان کی قوت نہ رہتی تو جو کچھ زبان پر آتا کہ ڈالتے انسان کو جاپے کہ ایسی کیفیت اور حالت میں بھی احتیاط کرے اور ضبط تو ہر حال میں بہتر ہے۔ بلکہ ضبط کرنے سے لذت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں مولانا کئی بار ہدایت فرما چکے ہیں۔ حالتوں کی مختصر تفصیل سنئے۔

۱۔ یہ کہ عقل جاتی رہے مگر اختیار باقی رہے۔

۲۔ یہ کہ عقل بھی ہو اور اختیار بھی ہو۔

۳ یہ کہ شعور تو ہو لیکن اختیار نہ ہو۔ مگر ایسی حالت جس میں سمجھ بھی نہ رہے اور اختیار بھی نہ رہے بڑی ہے۔ کیونکہ شعور نہ رہنے کی وجہ سے پھر اپنی ترقی یا تنزل کا کچھ پتہ ہی نہ چلے گا اور شغل کی لذت بھی نہ ملے گی۔

۴ اور یہ حالت کہ شعور بھی ہو اور اختیار بھی اللہ اس سے بچائے یہ صاف بناوٹ ہے۔

۵ سب سے بہتر حالت یہ ہے کہ شعور تو ہو مگر اختیار نہ ہو۔ چونکہ میاں محمد غوث کا تذکرہ آگیا اس لئے ضرورتاً ان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرت مولانا کے قدیم دوستوں اور حضرت فرید گنج شکرؒ کے نواسے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخؒ کی حویلی میں عرصہ سے ان کے باپ دادا رہتے چلے آئے ہیں، انہوں نے صرف ذکر شغل کی نسبت حضرت مولانا سے حاصل کی ہے، حضرت گنج شکرؒ کے مزار کی زیارت سے کئی بار مشرف ہو چکے ہیں۔ ان کے دادا مولانا بدر الدین اسحاقؒ کی قبر بھی حضرت گنج شکرؒ کے مزار کے قریب ہے۔ جس دن سے کہ مولانا سے بیعت کا شرف حاصل ہوا زیارت کے لئے جانے کا فوراً قصد کر لیا۔ گئے۔ اس کے بعد بھی کئی بار جانا ہوا۔ اب تو ایک عرصہ سے جناب مقدس کی مصاحبت میں ہیں اور جذبہ الہی کے جذبوں میں سے ایک جذبہ ان کو مل گیا ہے کہ نہ ان کو اپنا ہوش ہے نہ دوسرے کی خبر۔ شرح والے

اور غیر شرع والے کسی کا بھی ان کو ہوش نہیں رہا۔

ان پر توحیدی کیفیت چھائی ہوئی ہے کبھی لباس کی قیدیں رہتے ہیں کبھی بلا قید ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر نہیں گزرے پاتی کہ پھر اپنی حالت پر آ جاتے ہیں۔ زبان سے بھی توحیدی قسم کے کلمے کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن مولانا کے ساتھ ساتھ راستے میں گدھے کا بچہ دکھائی پڑا بے اختیار دوڑ کے اُٹھوں نے اس کو چوم لیا اور سجدے کرنے لگے، نعرے مارتے جاتے تھے اسی بے ہوشی میں مدت گزر گئی۔ ایک دن اسی بے ہوشی میں مولانا کی خدمت میں آئے اور یہاں حدیث شریف کا درس ہو رہا تھا۔ شیشہ بھی ہاتھ میں تھا عرض کیا۔ اس شیشے اور کتاب میں کیا کوئی فرق ہے۔ بیان فرمائیے اور اسی قسم کی بے باکانہ باتیں کہیں۔ آخر حضرت مولانا نے فرمایا بیٹھو۔ بیٹھ گئے۔ اور مولانا کے زانو پر سر رکھ کر بے خبر ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو گویا اپنی پہلی حالت کی خبر ہی نہ تھی۔ دُخو کیا اور دعا مانگی۔ خدا کے فضل سے اس دن سے شریعت کے پابند ہو گئے۔ اور بہت سی تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں اس فقیر سے خود بیان کیا کہ جب مولانا نے بیٹھنے کو فرمایا اور میں سو گیا تو میرے قلب کی یہ حالت تھی کہ گویا قلب پر کسی نے ایک شاخ چبکا دی ہے اور زور سے کوئی چیز کھینچی جا رہی ہے۔ جیسا کہ شاخ کھینچنے میں ہوا کرتا ہے اس کے بعد گویا وہ کیفیت بھی ہی نہیں۔

چند سال کے بعد مولانا نے ان کو بیعت کی اجازت عطا فرمادی اور اب تو بہت سے لوگ ان سے بیعت کی نعمت اور مشغولی حاصل کر چکے ہیں اور یہ بعض اعمال بھی کرتے رہتے ہیں۔ خود حضرت مولانا سے میں نے سنا ہے کہ محمد غوث کے پاس دو ایک عمل خوب ہیں! اور آں جناب نے فرمایا میر سعد الدین سید واڑے کے سادات سے ہیں یہ پرانی دہلی کا مشہور محلہ ہے اور یہ خجندہ کے صحیح النسب سادات سے ہیں جنہوں نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ لیکن آخر زمانے میں حضرت مولانا کی خدمت میں آئے اور ایسی محبت ہوئی کہ آخر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے بعض شیعہ لوگ بھی ان سے توسل رکھتے ہیں ان پر ان کا ایمان ہے اور ان کا مسلک کمال توحید ہے۔

یہ جس محلے میں رہتے تھے اتفاق سے وہاں آگ لگ گئی ان کو شہادت کا درجہ ملا۔ ابتداء میں جب فقیر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو رات کے آخری حصے میں مولانا وضو کے لئے اٹھے تھے اُس وقت فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ میں کل میر سعد الدین کا بچہ ملا تھا۔ وہ یتیم معلوم ہو رہا تھا۔ فقیر نے دل میں خیال کیا کہ خدا خیر کرے اس کا باپ اچھا ہو۔ دو ایک دن کے بعد جب فقیر ادھر گیا تو لوگوں سے میر سعد الدین کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی۔ مولانا نے جس وقت یہ الفاظ فرمائے تھے اُس وقت کہیں ایسی بات کا خیال بھی نہ



تھا۔ میاں ضیاء الدین بھی اُس وقت موجود تھے۔

## ذکر میاں ضیاء الدین

یہ تین بھائی ہیں سب خادم اور مولانا کے طریق میں داخل ہیں یہ شاہ شریف صاحب جو فخر العاشقین سرعلاقہ درویشان سید سندی حضرت مولانا نظام الدین شانیؒ کے بڑے خلیفہ تھے ان کے نواسے ہیں۔

ان کی والدہ جو شاہ شریف صاحب کی دختر ہیں مولانا کی بیعت سے مشرف ہیں۔ محمد شرف الدین ان کے نسب سے بڑے بھائی ہیں جنہوں نے باطنی طور سے حضرت مولانا سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ ظاہری طور پر دنیا داروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور عمدۃ الملائک فتح جنگ کے مصاحبوں میں ہیں۔ جو آج کل دکن اور سورت کی طرف سیر کے لئے گئے ہوئے ہیں دنیا داری کے باوجود شغل و طلب بھی رکھتے ہیں۔

میاں ضیاء الدین برادر اوسط ہیں۔ خیر الامور اوسطا کے لحاظ سے ٹھیک مزاج رکھتے ہیں۔ یہ کچھ دن طالب علم بھی رہے ہیں لین کی شغلی نسبت اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ ۹ سال ہو چکے مگر ان کی آنکھ نہیں لگی۔ حضرت شیخ سلیم چشتی کی درگاہ میں حضرت مولانا کے ارشاد

کے مطابق مقیم رہے۔ عرصے تک جامع مسجد میں رہے۔ اب امیر مذکور کے ملازم ہیں۔ دنیوی آلودگی سے انھوں نے اپنے اوقات کو بالکل پاک صاف رکھا ہے۔ محنت سے اپنی معاش میں لگے رہتے ہیں۔ ان پر عالم مثال روشن اور واضح ہے۔ اتنے بڑے وزیر ہو کہ غرور و ذرا بھی نہیں ہے بلکہ ان کی بات چیت شغل اور باطنی امور سے خالی نہیں ہوتی اور جس صفت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا وہ یہ ہے کہ جناب اقدس سے ان کے حق میں جو ارشاد سنا یا گیا ہے۔ ہم لوگوں کے لئے قطعی دلیل ہے۔ ان کے چھوٹے بھائی میاں عماد الدین ہیں جو ابتدا ہی میں مولانا کے مرید ہو گئے تھے۔ باطنی شغل میں مشغول رہے۔ طالب علمی بھی کی۔ مولانا نے روزمرہ کے اخراجات کا حساب ان کے سپرد کر دیا تھا۔ رات دن حضرت کی رضامندی میں مشغول رہے جس دیانت داری سے انھوں نے مولانا کا یہ کام کیا ہے اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا مولانا ان کی طبیعت کی رسائی کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ اتنی محنت پھر بے خوابی، اور روزانہ کے سوال و جواب کے باوجود ان کے خیالات وسیع رہے پر مہرگاری میں بھی مستقل ہیں۔

## خام جی کا تذکرہ جو حضرت صاحب قبلہ کی مرتضیٰ

ایک دن قدوسی کی دولت میسر ہوئی حضرت صاحب قبلہ کا ذکر آیا فرمایا خام جی عورت جو داخل طریق تھیں حضرت صاحب ان کا بہت

خیال کرتے تھے۔ ابتدائے شباب میں وہ بیوہ ہو گئی تھیں حضرت صاحب نے ان کے لئے کپڑے بنوا دیے تھے ان کی پیشوازی میں سو سو طرح کا بھینہ ہوتا تھا کناری اور رنگین سجاوٹ اسی قسم کی چیزوں کا جو عورتوں کو پسند ہو کرتی ہیں۔ حضرت صاحب نے ان کے لئے اس کا انتظام کر دیا تھا اور وہ اکثر خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتی تھیں خانم کے انتقال کے وقت مولانا بھی تھے اور میں بھی تھا۔

اُس وقت بھی حضرت صاحب کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا ہمارے یہاں ذکر کی مشغولی کے سوا دین دنیا کا اور کوئی تذکرہ ہی نہیں ہوتا تھا، جیسے ہی کوئی اندر آتا ذکر کے حلقے میں شریک اور یاد الہی میں مشغول ہو جاتا جب تک بیٹھتا اسی طرح ذکر میں مشغول رہتا ارشاد فرمایا حضرت صاحب کے دوست بھی عجیب غریب تھے، حضرت صاحب کے دُرسے کلمہ پڑھتے رہتے ورنہ اگر حضرت صاحب کا خوف نہ ہوتا تو اس جگہ حضرت صاحب کا نام دخل کر دیتے اور یہ انتہائی محنت کی دلیل ہے۔

حضرت صاحب کی سفارش کا تذکرہ ہوا ارشاد فرمایا کہ حضرت صاحب کی مہریں لگی رہا کرتی تھیں جس کا جو مدعا ہوتا حضرت صاحب کی طرف سے مضمون لکھ کر حضرت کی مہر لگا لیتا تھا اور دوستوں یا امیروں کے یہاں جہاں چاہتا لے جاتا کسی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت حضرت صاحب کی رحلت کا تذکرہ آیا، ارشاد فرمایا ہمارے حضرت صاحب نے کبھی کم لگاتے تھے۔ مگر جب وصال کا زمانہ قریب آیا تو بلند آواز سے نعرے لگانے لگے، بلکہ آپ نے اسی حالت میں رحلت فرمائی کہ نعرے

کے ساتھ ہی جان و جاناں کے سپرد کر دی۔

مرض کے متعلق مدد یافت کیا گیا تو فرمایا چند سال پہلے حضرت صاحب کو فالج کا مرض ہو گیا تھا۔ دونوں پاؤں شل ہو گئے تھے۔ حرکت کر نہیں سکتے تھے فرمایا حضور کے بے تکلف دوست بہت تھے۔ جن میں سے ایک قوال بھی تھا جس کے لڑکے کے دونوں پاؤں شل تھے۔

ایک دن وہ اور چند دوسرے قوال نکلتے ہوئے اس لڑکے کو لائے جیسے ہی حضرت صاحب نے اس کی حالت کو ملاحظہ فرمایا بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا (اس کو پٹا لیا) فوراً اس کی تکلیف جاتی رہی اور حضرت اسی دن سے بیٹھ گئے آپ کے پاؤں بے حس ہو گئے یعنی حرکت موقوف ہو گئی۔

اس کے بعد صبح کا ذکر ہوا زنام کے ساتھ تسلی رعایت کو جمع کہتے ہیں) فرمایا کہ حضرت کے نام بہت سے جمع تھے۔ اور ہر ایک مختصر جمع تھا، ان میں سے ایک یہ ہے۔  
 ”نظام در تعظیم دلہا گوش و دیں بہ دنیا فروش“

## اپنے مرشد کی تعریف کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی۔ فرمایا جو آدمی کسی کا مرید ہو اس کو چاہئے کہ مجلس میں اپنے مرشد کی تعریف نہ کرے اس لئے کہ



اگر تعریف کی اور سننے والوں میں سے کسی نے انکار کیا تو انکار کرنے والے کو اسی وقت سزا ملنی چلے گئے نہیں تو دل جل کر رہ جائے گا۔ اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے تعریف کی ضرورت ہی کی ہے۔ محبت کا دل سے تعلق ہے۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دن فقیر نے سفر کے لئے اجازت چاہی۔ حضرت نے رخصت فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی ہم کو برا کہے تو اس سے حجت نہ کرنا دیکھو یہ بات یاد رکھنا اس کے بعد فرمایا اگر راستے میں کوئی فقیر ملے اس سے بہت تعظیم سے ملنا بار بار یہی فرماتے رہے۔ جب یہ فقیر تیسری منزل پر پہنچا، ایک درویش جو مدار یہ طریق کے تھے۔ شاہ جہاں آباد میں ان سے ملاقات ہوئی مجھے ہر منزل پر حضرت کا ارشاد یاد آ رہا تھا کہ حضرت مولانا نے کسی درویش کی ملاقات کی بشارت دی ہے جو فائدے سے خالی نہیں، وہ درویش صاحب حقیقت میں بہت ذاکر شاغل تھے میں نے ان کا حسب نسب دریافت کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں شاہ جہاں آباد کے محلے منل پورے میں رہتا ہوں میں بچہ تھا۔ آٹھ سال کی عمر تھی اس طرف سے ایک درویش صاحب گذرے انھوں نے میری طرف دیکھا، پھر معلوم نہیں کہاں گئے تو میری یہ حالت ہو گئی جس کو قہم دیکھ رہے ہو۔ وہی درویش صاحب ایک بار پھر ادھر سے گذرے دیکھا ان کے ساتھ بہت سے لوگ ہیں تو مجھ پر مشغولی غالب ہو گئی۔ درویش نے کہا کہ اس فرقے میں بہت آرام سے

زندگی بسر کر رہا ہوں کوئی میرے حال سے واقف نہیں اس طرح خوب گزر ہو رہی ہے۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو حضرت مولانا نے دریافت فرمایا کہ ایک درویش سے اس طرح ملاقات ہوئی تھی اور میں نے اس حالت میں دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک درویش اپنے دوستوں کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے وہ درویش صاحب باطن تھے۔ کسی دوکان پر کوئی درویش خلاف شرع نظر آئے اور شیخ (مرشد) نے بہت اخلاق سے ان کو سلام کیا۔ درویش نے اپنے طور پر جواب دیدیا۔ ان کے دوستوں کو بہت شرم آئی کہ اس بدعتی سے ہمارے مرشد اس اخلاق سے پیش آرہے ہیں مرشد ان کے دل کے خطرے سے واقف ہو گئے کہا اس سرزمین کا قطب یہی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اسی طرف سے ہم گزریں اور خاطر داری سے پیش آئیں کیونکہ حکومت انھیں کے ہاتھ میں ہے۔

### خواجہ رحمت اللہ خاں اور میاں عبدالقادر کا تذکرہ

حضور یسیر ہوئی۔ اور خواجہ رحمت اللہ خاں جو حضرت صاحب کے دوستوں میں ہیں وہ بھی موجود تھے۔ حضرت صاحب کے دوستوں کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا حضرت صاحب کے دوستوں میں میاں عبدالقادر ایک صاحب تھے۔ ہمارے حضرت صاحب کمال کے اظہار کی وجہ سے ان پر اکثر غصہ ہو جایا کرتے تھے۔ ایک فقیر صاحب حضرت صاحب

کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے حسب معمول حاضر ہوئے اور اپنے کمالات کا اظہار کرنے لگے آخر کار یہاں تک کہہ دیا کہ میں توجہ کے شغل سے بہت واقف ہوں اور میری توجہ میں بڑی تاثیر ہے اگر نسبت کا ذوق ہے تو مجھ سے تربیت حاصل کر لو اور میں تمہارے لئے کبھی دریغ نہ کروں گا۔ چونکہ اخلاق حضرت کا شیوہ تھا اس لئے ان کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور اس نے توجہ دینا شروع کر دی۔ آپ کے دوستوں کو یہ بات بہت ناگوار تھی۔ روانہ یہی ہوتا تھا۔ لیکن حضرت صاحب کی وجہ سے لوگ کچھ کہہ نہ سکتے تھے یہاں تک کہ اسی اسی طرح دو سال گزر گئے۔ اس بے وقوف کو خوش کرنے کے لئے حضرت صاحب اپنی عادت میں فرق نہ لائے ادب سے ان کے سامنے بیٹھے رہتے اور وہ فقیر صاحب انتہائی مسرت و فخر سے جگہ جگہ کہتے پھرتے کہ فلاں بزرگ مجھ سے توجہ لیتے ہیں اور اچھی گزار رہے ہیں۔ اتنے میں میاں عبدالقادر سفر سے واپس آ گئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں کچھ روز رہے۔ جو لوگ اس بے وقوف کی حرکت سے ناخوش تھے انھوں نے سب قصہ عبدالقادر صاحب سے کہہ دیا کہ یہاں ایک صاحب آتے ہیں اور حضرت کو توجہ دیا کرتے ہیں اسی میں دو سال گزر گئے ہیں حضرت صاحب بھی اس کے سامنے ادب سے بیٹھے رہتے ہیں اور ان توجہ دینے والے صاحب نے سب جگہ یہ مشہور کر رکھا ہے۔ عبدالقادر صاحب

نے کہا ذرا مجھے ان کا پتہ بتاؤ۔ جب دوسرے دن حسب معمول وہ صاحب آئے، دوستوں نے چپکے سے میاں عبدالقادر سے کہا کہ یہی وہ صاحب ہیں۔ میاں عبدالقادر خاتقاہ کے دروازے میں کھڑے ہوئے تھے جیسے ہی انہوں نے اس کو دیکھا وہ صاحب اکدم گھوڑے سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ میاں عبدالقادر صاحب چلے آئے اور حضرت صاحب کو خبر کی کہ جو صاحب توجہ دینے آیا کرتے تھے آج گھوڑے سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے ہیں۔ حضرت صاحب نے دریافت کیا آخر ان کو کیا ہو گیا، لوگ ان کو اٹھا لائے۔ آخر معلوم ہوا کہ میاں عبدالقادر کا یہ سارا کرشمہ ہے۔ حضرت صاحب بہت ناراض ہوئے اس واقعے کے بعد ان فقیر صاحب کو بڑی شرمندگی ہوئی چپکے چلے گئے کچھ دن بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی حضرت صاحب نے فرمایا نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔ آپ کی خدمت میں مجھے جو عقیدت تھی وہی ہے۔ اس کے بعد میاں عبدالقادر کا قصور بھی معاف ہو گیا مگر حضرت صاحب نے فرمایا کسی کی دل شکنی کیوں کی جائے۔ اگر میں تھوڑے دن اس طرح ان کے سامنے بیٹھ گیا تو اس میں کیا ہرج ہوا۔

## حضرت صاحب کی توجہ اور نظر

میاں عبدالقادر کا قصہ بتارے کی طرف جانا ہوا۔ وہاں ایک



جوگی ملا جس کے بہت سے چیلے تھے اور وہ صاحب تصرف مشہور تھا یہ ایک بار اُس کی جھونپڑی کے پاس گئے اور توجہ ڈالی اُس کے سب چیلے مسلمان ہو گئے چند روز بعد چند جوگی اور اس فرقے کے لوگ حضرت کی مجلس میں آئے ان پر کیفیت طاری ہو گئی کچھ شور و آواز اور رقت تھی لوگ حیران تھے کہ آخر حضرت کی نظر توجہ کیا کام کر رہی ہے اور یہ کون لوگ ہیں معلوم ہوا کہ عید القادر کے دوستوں میں ہیں۔ حضرت صاحب پھر ان سے ناراض ہو گئے کہ اس کی کیا ضرورت ہے کہ تم ہر ایک پر توجہ ڈالو اسی مقام پر حضرت کی توجہ ڈالنے کا بھی ذکر آگیا۔

فرمایا ایک روز کسی کی برات جا رہی تھی حضرت صاحب دیکھے سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جیسے ہی برات پر نظر پڑی کیا انسان کیا حیواں (گھوڑے ہاتھی وغیرہ) سب بے ہوش ہو کر سگلی کوچوں میں دوڑنے لگے اور وہ دیوانگی میں ناچتے پھرتے تھے کسی طرح حضرت شیخ (حضرت کلیم اللہ) کو اس کی خبر پہنچ گئی انھوں نے تحریر فرمایا کہ اب تم مریدوں کو آزاد کر دو۔

مشہور ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کے مریدوں کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی۔ یہ خواجہ رحمت اللہ خواجہ زادوں میں ہیں یعنی حضرت بہاء الدین نقشبند کی اولاد سے ہیں اور خواجہ عبدالحق سے توسل رکھتے ہیں۔

خواجہ حمید الدین مولانا کی خدمت میں کبھی کبھی آیا جایا کرتے تھے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ مدرسے میں ایک سیاہ سانپ نکلا سانپ پکڑنے کے لئے ہندوستان میں رسم ہے کہ سانپ والے قونبی بجاتے ہیں جس کو پونگی بھی کہا جاتا ہے۔ عادت کے موافق انھوں نے اس کو بجایا۔ حضرت مولانا نے سانپ والے کو خانقاہ کے اندر بلایا اس وقت موصوف خواجہ صاحب بھی موجود تھے پھر سانپ والے نے اپنی بانسری بجانا شروع کی یہ خواجہ صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کو حال آگیا، ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور رو رہے تھے (بقول مولانا روم) عشق آگ ہے جو۔ نے میں ڈال دی گئی ہے ان پر اسی کی تجلی تھی۔ چند روز کے بعد یہ مولانا کے مرید ہو گئے خدا کے فضل سے یہ مشغولی کرتے ہیں اور توحید کا بھی اُن کو ذوق ہے اس کا بھی اُن کو مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ نوکری اور سپہ گری جو بدترین روزی ہے خاص کر اس صورت میں کہ کسی امیر یا رئیس کے یہاں ہو۔ بچارے ان حالات میں ہیں مگر آدمی سچے اور صاف گو ہیں دل میں کسی قسم کی کپٹ نہیں رکھتے ہیں۔

## حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ

حاضری کی دولت میسر ہوئی۔ حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ آگیا ارشاد فرمایا حضرت صاحب کے پاس اشرفی۔ روپیہ۔ اکھٹی۔ چونی۔

جس کو ہندوستان میں پاولی اور اوصیل کہتے ہیں۔ خادم کاغذ میں  
باندھ کر رکھ دیا کرتے تھے جس کسی کو حضرت صاحب مغلّس جانتے  
اُس کو اُس کی قسمت کے موافق عنایت فرما دیتے دنیا داروں کو دیا کرتے  
مگر بھیک منگے فقیروں کو ایک پیسے سے زیادہ نہیں دیا کرتے تھے۔ اور  
فرماتے کہ ان کو یہاں نہیں ملتا تو ادھر ادھر پھیری لگا کے پھر آجاتے ہیں۔  
اور جو بے چارے واقعی غریب ہیں جن کا یہ پیشہ نہیں ان کو جامہ  
و دستار (کپڑوں وغیرہ) کے لئے سوال کرتے شرم آتی ہے وہ بچارے  
فاقہ کرتے کرتے مر جاتے ہیں۔ دراصل وہی انسان اس کا زیادہ مستحق ہے  
جو بظاہر خوش پوشاک ہے مگر غربت کی شرم سے سوال نہیں کر سکتا چنانچہ  
حضرت مولانا فخر صاحب کا بھی قریب قریب یہی اصول تھا ایسے لوگ جو  
ہیں تو شریف خاندان مگر قسمت سے مغلّس ہیں ان کی اس طرح مدد فرماتے  
کہ ان کو خبر بھی نہ ہوتی حالانکہ مولانا صاحب کے یہاں حضرت صاحب  
کی طرح فتوحات نہیں ہیں۔ اس کے باوجود جو کچھ غیب سے آجاتا  
ہے سب صرف ہو جاتا ہے بمقابلہ اس کے حضرت صاحب قبلہ کے  
اخراجات امراء کے نذرانوں پر تھے۔ حویلی کی خریداری شادی غمی قسم  
کے اخراجات اسی طرح اللہ پورے کر دیتا تھا۔ یہاں (یعنی حضرت  
مولانا کے یہاں) نہ صرف روزانہ کی خوراک اور کپڑا مثلاً جُبّہ اور کلاہ  
جو گھر میں استعمال فرماتے ہیں اور ڈوپٹہ (عمامہ) ڈوریے کا ہوتا ہے۔  
اسی قسم کا کپڑا احباء مجلس کے لئے بھی منظور نظر رہتا ہے۔ اس کے سوا

فتوحات میں کپڑا ہوا نقد اور چاہے تھے ہوں سب کو فروخت کر کے  
بننے کو دیدیتے ہیں کیونکہ دوستوں کی روزانہ خوراک کا انتظام اسی  
کے یہاں سے ہوتا ہے۔

اور مولانا کی مالیت دو ایک سفید کپڑوں، سفید ڈوپٹوں اور اسی طرح  
کی دستار اور بچے کے سوا۔ اور کچھ نہیں ہے۔ مگر کتا ہیں جن کو حضرت  
صاحب بہت دوست رکھتے ہیں چلبے قرض ہی سے کیوں نہ ملیں ضرور  
خرید لیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے اب بہت بڑا کتب خانہ سرکار میں ہے  
اور پوشاک صرف اسی قدر جو بیان کی گئی اتنی ہی ہے۔ پر تکلف لباس  
کا مولانا کو شوق نہیں ہے پہلے جاڑوں میں دو شالہ استعمال کیا کرتے  
تھے۔ اب مدت سے موقوف کر دیا مگر چھینٹ کا لبادہ یا چھینٹ کا انگرکھا  
یا رنگین انگرکھا پہنتے ہیں یا ابر شمی کھیس جو لاہور اور ملتان سے آتا ہے بہت  
خوشی سے استعمال فرماتے ہیں حضرت کا پر تکلف لباس یہی ہے اور  
مولانا کرائے کے مکان میں رہتے ہیں مالک مکان لاکھ چاہتے ہیں کہ  
حضور بغیر کرائے کے رہیں مگر حضرت مولانا قبول نہیں کرتے حضرت  
صاحب قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کے لئے ایسا مکان ہونا چاہئے  
جس کے دو دروازے ہوں کہ کسی وقت اگر کوئی دنیا دار صاحب  
ملنے آجائیں اور ان سے ملنے کو دل نہ چاہے تو فقیر باہر جا سکے اسی  
لئے اگر دو دروازے نہ ہوں تو وقت ہوتی ہے۔



## حضرت مولانا کی بہنوں کی نسبت کا تذکرہ

قد مبوی کی دولت میسر ہوئی۔ فرمایا۔ جب ہماری بہنوں کی نسبت کا تذکرہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ مالدار سے نسبت کرنا چاہیے۔ یہی مناسب ہے مفلس سے کیوں نسبت کی جائے کہ ہمیشہ اس کی زندگی کوفت میں گزرے۔

## حضرت صاحب کے لباس اور پاؤں کی تکلیف کا ذکر

حضرت صاحب کے لباس کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ جمعہ کے دن نماز کے لئے۔ یا اگر کہیں جانا ہوتا تو جامہ اور دستار استعمال فرماتے۔ گویا ان کی صورت منصب داروں کی سی ہو جاتی اور گھر میں کلاہ اور کلاہ کے اوپر دوپٹہ (عمامہ) باندھتے۔ اور دستار چہ (چھوٹی پگڑی) کبھی استعمال نہ فرماتے اس کے سوا اسی موسم میں موئی دار انگر کھا، لبادہ اور روئی والی کلاہ اور ایک سلا تری استعمال کرتے جو تھکان اور پاک پٹن سے آتی ہے اکثر اسی کو باندھا کرتے ہیں۔

جاڑوں میں حضرت مولانا کا مجلسی لباس پاجامہ اور انگر کھا ایک ایشی کھیں ہوتا اور موزے ضرور پہنتے۔

باوجود اس کے کہ حضرت کے پاؤں کی ایڑی کی کھال پھٹ جانے سے پاؤں اور پیٹھ کا درد تکلیف دیتا ہے۔ اور اکثر پاؤں میں خشک

خارش ہو جاتی ہے۔ اس سے ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ بے تاب ہوجاتے ہیں۔ آخر چاقو کے دستے یا خاردار پتھر سے کھجلا تے ہیں اور کبھی حویلی کے زینے کے پتھر سے اپنے پیروں کو کھجلا تے ہیں یا پھر عقدا اور خادم سوتے وقت آہستہ آہستہ پیر دبا کر چپکے چپکے کھجلا دیتے ہیں۔ سلسلہ نظامیہ کی یہ سنت ہے کہ پاؤں میں کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور ہوتی ہے چنانچہ حضرت صاحب کو بھی تھی۔ حضرت شیخ کلیم رحمہ اللہ کو بھی اسی قسم کا مرض تھا۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنی شیخ کبیر کے پاؤں میں لنگ تھا اور زبان مبارک سے سنا گیا ہے کہ بہت پھوٹی چار پائی ان کے لئے بنائی گئی تھی اسی پر بیٹھ کر مدینہ منورہ کے حرم میں آسکتے تھے۔ اسی طرح حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے پاؤں میں بھی کسی طرح چوٹ آگئی تھی جس سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ جیسا کہ ملفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

اور حضرت مولانا فرماتے تھے کہ قوال حضرت امیر خسرو کا یہ شعر گار ہے تھے۔

ہر قوم راست را ہے دینے و قبلہ گا ہے

من قبلہ راست کو دم بر سمت گج کلا ہے

حضرت مخدوم نصیر الدین کو حال آگیا۔ اسی حالت میں انھوں نے پاؤں کو اچھالا تو اس میں بہت چوٹ آگئی اور مولانا کی زبان سے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ایک دن گانا سن رہے تھے کہ پاؤں میں چوٹ آگئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنے

اختیار سے، اپنی خواہش سے ایک قدم آگے بڑھا دیا تھا اس سزا میں ایک بلاناظر ہوئی جس کو میں نے اپنے پاؤں پر ہی لے لیا کیونکہ جسم کا کوئی اور حصہ متحمل ہونہ سکتا تھا۔

## محمد صادق خاں مرحوم شہید کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی محمد صادق خاں شہید کا ذکر ہوا۔ کہ انھوں نے بادشاہی حکم سے دریا پر مورچے بنائے تھے اور پہلی فوج انھیں کی سرکردگی میں اتھی حضرت کو فکر ہو گئی اور فرمایا کہ انھوں نے ہمیشہ سے اپنی وضع ایسی بنالی ہے کہ جس سے نمود و نمائش ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہی نمود و نمائش ایک دن موت تک پہنچا دیتی ہے۔ اور موت کا لفظ جو ان کے حق میں پایا گیا اس سے فقیر مضطرب اور یابوس ہو گیا آخر دو ہفتے کے بعد ان کے شہید ہونے کی خبر آ ہی گئی۔

## بچوں کو سبق پڑھانے کا تذکرہ

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ فرمایا۔ آج مجھ کو کئی دست آگئے جس سے طبیعت مضطرب ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اس شعر کا ذکر ہوا۔

ہی خواہم از خدا و نہی خواہم از خدا

دیدن۔ جیب راؤ نہ دیدن رقیب را

لوگوں کو اس کا مطلب سمجھنے میں مشکل پیش آرہی تھی کوئی صاحب

دل پسند مطلب بیان نہیں کر رہے تھے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس کا یہ مطلب خیال میں آتا ہے کہ میں خدا سے حبیب کے دیکھنے اور رقیب کو نہ دیکھنے دونوں قسم کی تمنائیں رکھتا ہوں اور اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنے لوگ بیٹھے تھے خوش ہو گئے۔

اس کے بعد دواڑ کے فقہ کا سبق پڑھنے آئے اور پڑھنے لگے۔ فرمایا میں سبق کے وقت دروازہ بند کر دیتا ہوں کیونکہ لوگوں کی کثرت ہوتی ہے اور ان بچوں کو سب کے سامنے سبق پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے اور ان کی طبیعت میں خلل واقع ہو جاتا ہے اس جگہ سے اندازہ کرنا چاہئے کہ حضرت مولانا کو ہر بات کا کتنا خیال ہے۔

## حدیث شریف کا ذکر

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی۔ اور یہ ذکر ہوا کہ حدیث شریف سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ پاخانے جاتے وقت کندھے پر ایک کپڑا ضرور پڑا ہو۔ اس کے بعد اس کا ذکر ہوا کہ کیا پاخانے کا برتن علیحدہ ہونا چاہئے۔ اور وضو کے لئے علیحدہ۔ یہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استنجے کا برتن علیحدہ تھا اور وضو کا علیحدہ۔



## کھانے کے وقت بیٹھنا

دولت مشاہدہ میسر ہوئی۔ حضرت مولانا کھانا کھا رہے تھے فقیر نے عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے کس طرح بیٹھتے تھے فرمایا جس طرح میں بیٹھا ہوا ہوں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ اُس وقت مولانا ایک زانو بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ذکر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں بہت صفائی تھی۔ چنانچہ مسواک کی قید حدیث سے پائی جاتی ہے۔ انسان سو کر اٹھے یا جس وقت وضو کرے مسواک کر لیا کرے۔ آپ میں لطافت بہت تھی چنانچہ آپ خوشبو بہت استعمال فرمایا کرتے تھے اور اس کی تاکید بھی فرماتے۔

## میر محمد افضل کا ذکر اور نماز کے متعلق سوال

دولت مشاہدہ میسر ہوئی۔ محمد افضل نے سوال کیا اگر بزمانہ قیام بطور سفر نماز کی نیت کی جائے اور قرأت یاد آئے تو دوسری بار نیت کرے یا نماز پڑھ لے۔ فرمایا نیت کا دل سے تعلق ہے یہ جو دو گانے کی نیت کی یہ بھول سے تھی چار رکعت نماز پڑھ لے نیت بدلنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج ایک جگہ ہماری دعوت تھی کھانے کے لئے گئے تھے، پیسے اُس نے خرچ کئے

اور روٹی ہم نے کھائی مولانا روم کیثنوی شریف کے اکثر اشعار  
 عرصہ سے شاہ ظہور اللہ کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے انھوں نے ان کو  
 دریافت کر کے صاف کر لیا۔ جب مولانا نے شاہ صاحب سے کہا کہ کل  
 ہم مولوی محمد مکرم کے گھر جائیں گے اگر ثنوی ساتھ رہے تو بہتر ہے  
 چند مشکل اشعار جن کی بابت تم نے اکثر ذکر کیا ہے اگر دماغ نے کام  
 دیا تو اس پر غور کریں گے۔ شاہ صاحب نے ایسا ہی کیا اس نے میں میر  
 محمد افضل نے کچھ گزارش کیا مولانا نے جواب دیا اس پر انھوں نے  
 عرض کیا کہ میرے دل میں بھی یہی تھا۔ فرمایا ہم بھی تمھاری ہی اتباع کریں  
 ہیں کیا مضائقہ یہاں سے مولانا کے اخلاق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے  
 ہمارا کیا مفدور جو ہم سمجھیں مگر صرف اپنی سمجھ کے موافق لطف  
 اٹھا لیتے ہیں۔

## مختلف امور کی بابت ارشادات

حضورِ میسر ہوئی ارشاد فرمایا۔ آج کل میں نے دوستوں کے  
 ساتھ مشغولی موقوف کر دی ہے۔ ہم مذاق دوست بہت ہیں مگر  
 ہر ایک پر تھوڑی نشست میں شور شرع برپا ہو جاتی ہے شورش  
 میں ہمارے دوست بے تحاشا بہت کچھ کہہ جاتے ہیں اکثر اشخاص  
 ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایسی باتیں گوارا نہیں ہوتی اگرچہ ان میں  
 سے بعض ہمارے دوستوں میں بھی داخل ہیں مگر کچھ بھی ان کو ایسی

باتیں ناگوار ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ صوفی وقت کے لئے رعایت لازمی ہے اس سے افغانی لوگوں کی طرف اشارہ تھا جو چھائے رہا کرتے تھے اور ان کی بہت آمد و رفت تھی ان کی جماعتوں کی جماعتیں حضور کے طریق میں داخل ہو چکی ہیں۔

اس کے بعد خلوت میں اس فقیر سے امیروں کا ذکر آیا ارشاد فرمایا کہ ہم ان کے مزاج سے خوب واقف ہیں جس زمانے میں ہم دنیا دار تھے۔ بہت سے رشتہ دار حضرات ملاقات کے لئے آتے تھے، ان میں اچھے بُرے سبھی طرح کے لوگ ہوتے تھے یہ لوگ عقیدت مندی کا اظہار کرتے مگر ہم پر ان کا فریب ظاہر ہو جاتا ہر چند یہ ہمارے ساتھ سلوک کرتے اور مختلف طریقوں سے ملتے مگر ہم خوب پہچان لیتے ان میں سے ایک کا نام بھی لیا۔

اس وقت فقیر کا کچھ عرض کرنا مشکل تھا۔ تاہم خادم نے عرض کیا پھر اس کی کیا تدبیر کی جائے فرمایا کہ یہ ہم کشف سے نہیں کہہ رہے ہیں صرف عقلی طور پر تم سے کہہ رہے ہیں۔ خادم نے عرض کیا کہ اچھے بُرے اعتقاد کے کیا سبھی آپ سے وابستہ ہیں اگرچہ آں جناب اپنے آپ کو ہر طرح جانتے ہیں لیکن جزدی اور کلی امور کی مالکیت سب آپ ہی کے لئے ہے۔ اس کے بعد اسی کی تکرار یہی بالآخر میرے حق میں جو کچھ بہتر تھا وہ ارشاد فرمایا اور پھر وہی کہا کہ عقل کے لحاظ سے۔ اس قسم کی اصلاح کی ضرورت

ہے میں نے عرض کیا یہی بہتر ہے۔ اتنے میں کوئی ملیدے کا طبق  
 لے کر آیا۔ ارشاد فرمایا اس کو لے جاؤ اور نظامی کو دے دو۔  
 نظام الدین حسین عرف نظامی اس فقیر کا پسرا وسط درجہ  
 بچہ ہے) اس کی پیدائش کے دن سے حضرت مولانا کی اس پر خاص  
 توجہ اور عنایت ہے بلکہ میں نے اس لڑکے کے متعلق حضرت  
 مولانا سے بہت سی بشارتیں سنی ہیں۔ زبان مبارک سے یہ بھی  
 فرمایا کہ ابھی تو بچہ نو سال کا ہے۔ الصبئی صبیہ وان کا  
 نبیاً (بچہ بچہ ہے چاہے نبی کیوں نہ ہو) آنجناب کو اس بچے کی شوق  
 بہت پسند تھی، چونکہ مولانا اس بچے کو بہت چاہتے ہیں اس لئے  
 فقیر بھی اس بچے کی دلداری کا خیال رکھتا ہے۔ حضرت مولانا  
 نے فرمایا کہ میں اس بچے سے تمھاری وجہ سے محبت نہیں کرتا  
 ہوں بلکہ بطور خاص اس پر میری شفقت ہے اور تمھارے دوست  
 بچوں پر تمھاری وجہ سے کرم ہے۔

## حضرت صاحب کے ملفوظ کی عبارت کا تذکرہ

قدم بوسی میسر ہوئی۔ جناب حضرت صاحب قبلہ کا ذکر آیا۔ آپ نے  
 ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب قبلہ کو۔ قبل اس کے کہ  
 مرشد کے مرید ہوں یا کسی مشغولی میں مشغول ہوں۔ کیمیا سیمیا۔ اور  
 زمین طے کرنے کے عملوں وغیرہ کا بہت شوق تھا اس کے بعد



ذکر ہوا کہ احسن المشائل (جو حضرت صاحب قبلہ کا ملفوظ ہے) اس میں لکھا ہوا ہے کہ مشغولی کے زمانے میں حضرت صاحب جنگل میں رہا کرتے تھے، ایک آدمی آیا اُس نے قبر کھودی۔ مردے کو باہر نکالا اور کچھ پڑھا اور خود اس قبر میں گر پڑا اور مردہ چل دیا۔ حضرت صاحب قبلہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کا ہاتھ پکڑ کے اس کا حال پوچھا اس نے کہا میں روح منتقل کرنے کا عمل جانتا ہوں۔ جب میرا جسم پُرانا ہو جاتا ہے تو دوسرا جسم لے لیتا ہوں حضرت صاحب نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اُس نے کہا کہ اگر آپ کو شوق ہے تو میں بتلانے کو حاضر ہوں فرمایا فقیر کو اس کی ضرورت نہیں۔ لے

لے کتب معدن الجواہر میں ہے کہ اس شخص نے کہا جب یہ جسم بڑھا ہو جاتا ہے تو بدل لیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ تو نفس پرستی ہوئی۔ کب تک اس میں پڑے رہو ہم تو چاہتے ہیں کہ جسم فنا ہو جائے اور تم نفسانی لذتوں کے لئے اپنا جسم بدلتے رہتے ہو تب اُس نے کہا مجھے آپ سے اعتقاد پیدا ہو گیا ہے مجھے کچھ تعلیم فرمائیے حضرت صاحب نے فرمایا تم ان سب علموں سے توبہ کرو تب بتاؤں گا آخر وہ شخص مرید ہو گیا اور حسب ہدایت حضرت صاحب کے پاس آتا جاتا رہا۔ ایک دن بطور امتحان حضرت نے اُس سے پوچھا کہ اب بھی روح کی منتقلی کا خیال آتا ہے یا نہیں۔ اُس نے کہا اب تو یہی تمنا ہے کہ یہ جسم فنا ہو جائے اور حجاب دور ہو جائیں تب حضرت صاحب نے اُس کو نظر بھر کر دیکھا اور کان بتلایا۔ (درد کا کور دی)

مولانا فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ کو یہ عمل معلوم تھا۔ اتنے میں حافظ محمد ارشد نے عرض کیا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے حضرت صاحب مرید خلیفہ ہوئے یہ تو معلوم ہے مگر یہ بتلائیے کہ ان سے پہلے بھی کسی بزرگ سے حضرت صاحب کو عقیدت تھی یا نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ صرف حضرت شیخ کلیم اللہ ہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے پہلے جن چیزوں کا شوق تھا ان کا پہلے تذکرہ کر چکا ہوں حافظ ارشد نے عرض کیا کہ حضرت صاحب کے کمالات کی وجہ سے حضرت شیخ کلیم اللہ کی شہرت ہوئی ورنہ شہر میں ان کا ایسا کوئی مستقد تھا۔ مرزا خیر اللہ نامی ایک صاحب شہر میں تھے جو علم رضائیں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اکثر کہتے کہ میں حضرت شیخ کلیم اللہ کی خدمت میں استفادے کے لئے جاتا ہوں مگر مجھ پر کوئی اثر ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا فرماتے تھے۔ حضرت شیخ صاحب نے حضرت صاحب قبلہ کو صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ اللہ نے تم کو جس دن سے قبولیت عطا کی ہے اس دن سے میں اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہوں جس کی تربت کی ضرورت سمجھوں گا تمہارے پاس بھیج دیا کروں۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نے حضرت صاحب کو ایک رقعے میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ مدت سے میرے دوستوں کو کشتود نہیں ہو رہا تھا۔ دکن سے تمہارے ایک مرید نے آکر نعرہ مارا کہ تم فیض جاتا رہا۔ (کشتود ہو گیا) اللہ تم کو اچھا رکھے اور حضرت صاحب کے ذکر میں اس سے

پہلے یہ بھی فرمایا کہ حضرت صاحب نے لوگوں کے ہجوم سے تنگ آکر حضرت شیخ کو اطلاع دی تو انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا اب تم سے دنیا خود تنگ نظر آرہی ہے تمھاری خلوت کی جو جگہ ہوگی تمھارے سب دوست اس کو اپنے لئے مخصوص کر لیں گے۔ یہاں والے بھی وہیں آجائیں گے۔ اس وجہ سے اب تمھارے لئے یہ ضروری ہے کہ عقد کر لو تاکہ وہ وقت آجائے جس کا انتظار ہے یہ بھی ارشاد فرمایا حضرت شیخ صاحب نے میرے پیدا ہونے پر حضرت صاحب کو جو رقعہ لکھا تھا وہ میرے پاس اب تک موجود ہے جس میں انھوں نے میرے متعلق بہت سی بشارتیں دی ہیں اور ایسے الفاظ تحریر فرمائے ہیں جن سے میرے مرتبے کی بلندی ظاہر ہوتی ہے ان کے الفاظ کی صداقت کی برکت سے اللہ نے مجھ پر رحم فرمایا۔

## برادر خوردمیاں معین الدین کا تذکرہ

حضور یسیر ہوئی۔ دکن اور چھوٹے بھائیوں کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا میرے بھائی بہت سادہ دل تھے۔ تماشوں میں مشغول رہتے اور اسی کا شوق رکھتے اور مجھ کو لفظ ملا سے پکارا کرتے تھے۔ کیونکہ میں تماشوں وغیرہ میں بہت کم جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کی برکت سے مجھ کو اور لفظ مولوی سے مشہور فرمادیا۔ چھوٹے بھائی میاں غلام معین الدین کا ذکر ہوا، فقیر نے عرض کیا وہ جناب کے

مرید ہیں فرمایا ہاں یہ اور میاں غلام کلیم اللہ جواب تک زندہ ہیں وہ بھی میرے ہی مرید ہیں اور ہمیشہ صاحبہ نے بھی مجھ سے مرید ہونے کا وعدہ کیا ہے اور ان کو اب تک اس کی تمنا ہے۔ مولانا اپنی ہمیشہ کو آبا کہا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا کو ان سے بہت محبت ہے اور ہمیشہ بھی اپنے بھائی سے محبت و شفقت فرماتی ہیں اور ان کے ساتھ بڑی زیارتوں کو جانے کا قصد ہے اکثر مولانا اس وعدے کو یاد فرمایا کرتے ہیں۔ اور خواجہ بزرگ کی زیارت کے متعلق بھی ہر سال اسی قسم کا تذکرہ فرماتے رہتے ہیں اور دل سے اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر ہم غریبوں کے حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ ارادہ اب تک عملی جامہ پہن نہ سکا۔

## حضرت مولانا کے ذاتی اخراجات کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی۔ آہستہ فقیر سے فرمایا ایک جگہ سے پچاس آگے تھے۔ بیس تو بنئے کو دیدے اور بیس روپے سقہ کو اور اور پانچ روپے قرض داروں کو دیدے اس کے بعد فرمایا اس طرف جو کچھ آیا میں نے قرض داروں کو دیدیا کیونکہ قرضہ بہت ہو گیا تھا یکجائی طور پر ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے بعد میر بدیع الدین سے گانا حرام ہونے کے متعلق حضرت امام اعظم کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مجلس میں موجود تھے اور وہاں گانا شروع ہو گیا۔ حضرت



امام اعظمؒ بیٹھے رہے اس کے بعد لوگوں نے اس کی بابت دریافت فرمایا تو ارشاد ہوا۔ ابتلیت فصیرت یعنی مبتلا ہو گیا تو صبر کیا۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی پوچھے حرام پر صبر کس طرح کیا جاتا ہے تو تم جواب دینا کہ امام صاحب اس زمانے میں مجتہد نہیں ہوئے تھے دوسرے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر مجتہد بھی تھے تو منع کرنے کی قوت نہ رکھتے تھے۔ مگر یہ سب ظنی حوالے ہیں اور گمان پر یقین کا حکم لگانا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اتنے میں بادشاہ کے

لے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ حضوت امام ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام عمر تھا۔ یہ رات میں اٹھتا اور گایا کرتا اور امام اعظمؒ صاحب اس کا گانا سننے کی طرف کان لگاتے رہتے۔ ایک رات گانے کی آواز نہیں آئی تو امام صاحب کو بہت فکر ہوئی صبح اس کے گھر والوں سے پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ قید ہو گیا ہے یہ سنتے ہی آپ نے نماز باندھا اور حاکم وقت کے پاس گئے اور پڑوسی کی سفارش کی۔ حاکم وقت نے پوچھا اُس کا نام کیل ہے آپ نے فرمایا عمر۔ حاکم وقت پر جناب امام صاحب کی سفارش کا اتنا اثر ہوا کہ عمر نام کے جتنے قیدی تھے سب چھوڑ دے گئے۔ یہ عمر بھی چھوٹ گیا اور گھر پہنچ گیا۔ جب وہ گھر آ گیا تو حضرت امام صاحب نے اس سے کہا کہ تم ہر رات جو کام کیا کرتے تھے اُسی میں مشغول رہو۔ اس عمل سے امام اعظم صاحب کا گانا سننا ثابت ہے (کتاب عقائد العزیز صفحہ ۱۲۲) اس کے

یہاں سے کوئی پھول اور شیرینی لایا۔ چاہتا تھا کہ انعام دیں مگر حضرت نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ آخر لانے والے نے اصرار کیا تو دو پیسے اُس کو دیدیئے اور رخصت کر دیا۔

پھر یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت کلیم اللہ کے پاس کوئی کھانا لایا اور انعام مانگا۔ اُنھوں نے فرمایا کھانا واپس لے جاؤ اور کہدینا کہ مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے اس نے لاکھ اصرار کیا مگر آپ نے نہیں لیا آخر اُس نے اپنے مالک کو خبر کی اُس نے معافی چاہی حضرت شیخ کلیم اللہ نے فرمایا کیوں تم نے ایسے جاہل مزاج انسان کے ذریعہ بھیجا۔

(بقیہ فٹ نوٹ ص ۱۴۱ بسلسلہ صفحہ گذشتہ)

علامہ شاہ عبداللہ محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ سماع حرام ہونے کی بابت کوئی نص صریح یا صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع یا مطعون یا ضعیف ہیں (کتاب روض الانوار صفحہ ۴۳۸) حضرت شاہ عزیز اللہ صنفی پوری کی کتاب عقائد العزیز میں ہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دُف پر گانا سنئے کو حرام کہے اُس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فعل سے انکار کیا۔ صفحہ ۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ جس گانے کی بابت حکم ہے کہ وہ نفاق اگاتا ہے وہ وہی گانا ہے جس کا شہوت، فسق، فحش یعنی گناہوں سے تعلق ہو اور ایسے گانوں کو حضرات صوفیہ کے گانے (سماع) سے کیا تعلق تفصیل کے لئے علامہ جعفر شاہ صاحب کی کتاب اسلام اور موسیقی دیکھئے اور مختصر بیان دیکھنا ہو تو ہماری کتاب سماع کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔ (رد دکا گوری)

## میاں عبداللہ اور شمس الدین کا تذکرہ

قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی میاں عبداللہ کا ذکر آیا کہ میں عبداللہ سے جو بات کہتا ہوں وہ اس کا خیال رکھتے ہیں شمس الدین بھی بات سننے ہیں۔ جو کچھ کہتا ہوں یاد رکھتے ہیں اور اگر ان سے کام پورا نہ ہوا تو کم سے کم کوشش تو کرتے ہیں۔ میر شمس الدین قصبہ ٹوٹی کے ہیں اور درویشوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور قصبہ ڈاسنہ کے مشائخوں کے قریبی رشتہ دار ہیں شاہ کمال جو قصبہ ڈاسنہ کے بزرگوں میں سے تھے ان سے قریب کی قرابت رکھتے تھے اور کسب و عمل بھی انھوں نے ان سے حاصل کیا تھا انھوں نے اسی حالت میں زندگی گزار دی اتفاق سے حضرت مولانا کی خدمت میں بھی آنے جانے لگے۔ خواجہ بزرگ آستانے پر بھی مدتوں رہے اور خواجہ خواجگان کے اشارے پر انھوں نے مولانا کا توسل اختیار کیا اور باطنی نسبت سے فیض یاب ہوئے اور بیعت کی اجازت بھی حاصل کر لی ان پر مولانا کی بہت غایت تھی۔ ان کو اللہ نے ایسا اثر دیا تھا کہ قرب و جوار کے لوگ خصوصاً منجھور قصبہ کے اطراف کے لوگ ان کے مرید ہو گئے۔ وہاں کے حاکم اور رئیس بھی خادم ہو گئے۔

حضرت مولانا کے ارشاد کے بموجب اس عللے میں بھی یہ چند روز رہے اور یہاں بھی حاضری دیتے رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ خواجگان

کے یہاں بھی ان کے لئے ایک حجرہ مقرر ہے۔ ان کے دوست اگرچہ دنیا دار ہیں مگر ان کی فیاض طبیعت کی وجہ سے اکثر لوگ صاحب حال ہو گئے۔ ان کی معاش بہت نہیں ہے۔ ضرورت کے موافق گزر بسر ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ فتوحات ہوتی ہیں وہ مولانا کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو بھی کچھ دیدیا کرتے ہیں۔ بہت خلیق اور نیک ہیں۔

## حدیث شریف کے درس کا تذکرہ

حاضر فی کی دولت میسر ہوئی، مولانا حدیث پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں اس مسئلے کا تذکرہ آیا کہ بعض عورتیں آپس میں نفسانی لذت لینے کے لئے بڑا کام کیا کرتی ہیں شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے مولانا نے فرمایا کہ اس کی حد (سزا) کتاب و فایں دیکھی گئی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ لواطت کی حد؟ (اعلام کی سزا) فرمایا یہی حرق (جلانا) ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ شیعہ لوگوں کا اعتراض ہے۔ میں نے ان کی کتابوں میں دیکھا ہے اور ان کے یہاں کے مجتہد کا نام بھی لیا، یہ بھی فرمایا کہ اس مجتہد نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ایسا واقعہ پیش آیا تھا حالانکہ کتاب میں حرق کا لفظ کہیں نہیں آیا ہے۔ ابن تیمیہ نے جواب دیا ہے کہ حضرت علیؓ کے زمانے میں ایک شخص جلایا گیا ہے۔



اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ متعصب عالم۔ مرتبوں کا ذرا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ چنانچہ اس معاملے میں ایک شخص نے بے تحاشا حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف ایک واقعے کو منسوب کر دیا پھر ان کے مقابلے میں حضرت علیؓ کا بھی نام لے لیا۔ تہذیب اور ترغیب میں جو فنِ حدیث کی عمدہ کتابیں ہیں اس قصے کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں کسی نے ایک لڑکے سے نکاح کر لیا تھا۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو حیران ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جو شرعی سزا مقرر کی جاتی پس سب صحابی جمع ہوئے اور مشورے میں یہ طے پایا کہ جس نے ایسا کیا ہے اُس کو جلادیں۔ اُس کو جلادیا گیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ کے زمانے میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو حضرت علیؓ نے اس کی وہی سزا دی جو خلیفہ اول کے وقت میں دی گئی تھی۔ جو کوئی مرد سے نکاح کرے اس کے لئے دونوں خلافتوں میں جلادینے کی سزا عمل میں آئی ہے۔

### حضور کا نقشِ قدم

اس کے بعد حدیث شریف کا ذکر آیا کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی ضرورت سے پتھر پر پتھر مارا نقش پڑ گیا۔ اس سلسلے میں مولانا نے فرمایا کہ اس طرح معجزے کا ثبوت مل گیا۔ (یعنی

اسی طرح پتھر پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدم کا نشان بھی پڑ گیا ہوگا) حضور صلوٰۃ اللہ علیہ کے نقش قدم کے پتھر اکثر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اگر ملا لوگ اس کی صحت میں حجت کریں تو اس حدیث سے اس کو مدلل کر لینا چاہیے۔ حضور کے نقش قدم کے متعلق حاشیے میں تفصیل ملا حظ ہو۔ ۱۷

۱۷ شفاء قاضی عیاض مطبوعہ استنبول میں ہے کہ شہاب خفاجی نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بعض وقت جب ننگے پاؤں چلتے تھے تو پتھر آپ کے قدم مبارک کے نیچے نرم ہو جاتے تھے اور ان میں قدم کا نشان پڑ جاتا تھا۔ چنانچہ وہ پتھر جہاں جہاں تبرکاً محفوظ چلے آتے ہیں اب بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس اور مصر میں متعدد جگہ پائے جاتے ہیں۔ سلطان قایتباں نے بیس ہزار دینار سے ایسا ایک پتھر خرید رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ میری قبر کے پاس اسے نصب کیا جائے چنانچہ وہ اب تک وہاں موجود ہے (کتاب حجۃ اللہ العالمین صفحہ ۴۵۲)۔ و کتاب بے مثل بشر صفحہ ۱۳۸) اسی سلسلے میں یہ بھی بیان کر دینا بہتر ہے کہ بعض مقامات پر حضور کے بال مبارک ہیں ان کی زیارت ہوتی ہے (جوان کے باپ دادا یا ان کے بزرگوں سے ان کو پہنچے ہیں) بال مبارک کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ صرف دو لکھتا ہوں! ابن سعد نے محمد ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہؓ سے کہا کہ تجھے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کچھ بال ہیں جو ہم کو انس رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں۔

## حضرت صاحب قبلہ سے مرید ہونے کا تذکرہ

قدم بوسی کی دولت ملی فقیر نے عرض کیا کہ حضرت صاحب قبلہ سے کس عمر میں آپ کو بیعت کرنے کا اتفاق ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ بچپن میں ایک دن حضرت صاحب نے بی جی صاحبہ سے کہا کہ فخر الدین کو بلاؤ۔ میں بلا گیا اور مجھے حضرت نے مرید کر لیا۔ لیکن اُس وقت حضرت صاحب پر ایک جذبی کیفیت تھی اُس کے بعد فقیر نے سوال کیا کہ حضرت صاحب قبلہ سے آپ کو جو نسبت تھی اور ہے۔ حضرت صاحب کے دوستوں میں سے کوئی اس سے واقف نہ تھا۔ کہ بی جی صاحبہ کو صرف خبر تھی کہ

(بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ ص ۱۲۷)

محبوب میری۔ یسٹن کر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھ کو دنیا وافیہا سے زیادہ تر پسند ہے۔ کتاب بیہقی کی عبارت یہ ہے کہ خالد بن ولید کی ٹوپی میں جو وہ ہر وقت اپنی دستار کے نیچے رکھتے تھے رسول اللہ کے بال مبارک سٹے ہوئے تھے۔ ان (بالوں کی) برکت سے وہ جس لڑائی میں جاتے اور وہ ٹوپی ان کے سر پر ہوتی تو ضرور ہی فتح پاتے (کتاب بے مثل بشر صفحہ ۳۲)۔ اس کتاب میں حضور کے بال مبارک وغیرہ کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ صحابہ حضور کے عاشق تھے اور آپ جانتے تھے کہ میرے بعد یہ میری صورت کو ترس جائیں گے۔ جس سے ان کو بہت بے چینی ہوگی، اس لئے آپ نے اپنے بال تقسیم فرما دیئے (علم و عمل موعظ مولانا اشرف علی)۔ (درد کا کوروی)

حضرت صاحب آپ کو بہت چاہتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا تم مجھ کو خود اس راہ میں جیسا جانتے ہو ویسا مجھ سے کوئی واقف نہیں ہے۔ مگر دوسری وضع سے مجھ کو لوگ دنیا داری اور سپہ گری کے رنگ میں دیکھ چکے ہیں کہ اچھا سپاہی ہے اور اس نے بہت سے قلعے فتح کئے ہیں ورنہ سپہ گری اور شمشیر زنی سے دوہی ایک آدمی واقف ہوں گے۔ اس سلسلے میں ترک تازہ خاں کے بیٹے خواجہ احمد خاں قوی جنگ کا تذکرہ فرمایا کہ یہ اس وقت ہمارے بڑے دوست تھے اور ہر قسم کی طوائف سے ان کو عشق تھا۔ چنانچہ ان کی خاطر سے میں ایک دن جنگی خانے میں شریک تھا اور ان کی معشوقہ کہیں سے اٹھ کر حیدر قدم پیادہ پا ان کے ہمراہ جا رہی تھی اور جب ہم اور یہ ایک ہی جگہ آٹھتے بیٹھتے تھے تو ہم کو ان دونوں عاشق و معشوق کی نشست و برخاست بہت اچھی معلوم ہوتی تھی خاص کر جب یہ دونوں نشے میں چور ہوتے تھے یا ان کی معشوقہ ان سے ناز اور غمزے کرتی تھی تو میں اس سے لطف لیتا۔

ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ یہ مرید ہونے کے لئے میرے سر پہ گئے لاکھ منع کیا مگر انھوں نے نہ مانا اور وہ یارانہ سلوک موقوف کر دیا تو شروع ملاقات میں جو لطف آتا تھا وہ جاتا رہا۔ ترک تازہ خاں کے بیٹے قوی جنگ نواب آصف جاہ کے عہدہ سرداروں میں تھے۔ اب یہ احمد نگر میں امیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی درخواستیں انتہائی عقیدت سے اب بھی مولانا کی خدمت میں آتی رہتی ہیں اور مولانا ان کو نحوصیت



سے یاد کیا کرتے ہیں۔

## حافظ محمد ارشد کا تذکرہ

دولت مشاہدہ میسر ہوئی۔ حافظ محمد ارشد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہم نے رات کو مولانا رومؒ کے دو مصرعوں پر تقریر کی۔ ملا جامی نے بھی تقریر کی ہے۔ مگر کس قدر صاف ہے میاں ارشد نے عرض کیا کہ ملا جامی نے مثنوی کی شرح کی تو ہے۔ فرمایا ہاں مثنوی کے بعض مشکل اشعار کی شرح کی ہے مگر کتنی واضح شرح فرمائی ہے۔ اس طرح کوئی دوسرا شرح نہیں کر سکتا۔

## ایک معتقد شخص کا ذکر

رات میں قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی۔ فیر نے آہستہ سے عرض کیا کہ فلاں شخص عرصہ سے آپ کے دامن سے وابستہ ہے اور دنیوی امر کا خواہشمند ہے اور جناب سے ان کا جو توسل ہے وہ مشہور ہے۔ پھر تو ان پر نظر عنایت ہوئی چاہئے۔ فرمایا کہ ہم کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ فلاں شخص ہمارا متوسل ہے۔ پھر بھی خدا کرے کہ کسی کا کام ہو جائے مگر استغفر اللہ مجھے خدا کے کارخانے میں کوئی دخل نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو کام ہو جائیگا۔

## حضرت مولانا کے ارشادات کا تذکرہ (مرضی خدا)

حضور کی دولت بیستر ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ اس وقت گرمی بہت معلوم ہو رہی ہے یہ فرما کر کپڑے اتار ڈالے چند خادم بچے حاضر تھے۔ اور یہ ناچیز معنی کے لحاظ سے بچہ اور ظاہری لحاظ سے جوان حاضر تھا یہ تکلف نہ نشست تھی گرمی کی وجہ سے فرمایا کہیں سے اگر نارنگی ملے تو کھائی جائے، پھر فرمایا اچھا بازار سے جلد لے آؤ، آدمی بھیجا ہی جا رہا تھا کہ حافظ محمد ماہ پانچ سنترے لے کر آئے جو نارنگی کی بہترین قسم ہے۔ مولانا نے فرمایا سبحان اللہ۔ خدا کا لاکھوں کروڑوں بار شکر ہے۔ ہم جیسے آزاد لوگوں کے ساتھ خدا ایسا سلوک کرتا ہے اور یہ الفاظ کچھ اس طرح فرمائے کہ میرا جسم کانپ اٹھا اور حضرت مولانا کا رنگ بھی متغیر ہو گیا۔ اور یہ واقعہ بہت سے معنی رکھتا ہے جس کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی

پھر فرمایا۔ ہم اللہ کی مرضی کے تابع اور شاگرد ہیں۔ پھر کسی مرید یا کسی طالب کے لئے بارگاہ الہی میں خلافت کس طرح عرض کروں جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے یہ حافظ محمد پناہ ایک صاحب ہیں جو پنجاب کے کسی قصبے کے ہیں دوکانداری کرتے ہیں اور مولانا کے معتقد ہونے سے پہلے شیعہ تھے خدا کے فضل سے اب سنی ہو گئے ہیں۔ اور مولانا کے مرید ہیں۔

اور ان سے بہت محبت رکھتے ہیں اور ان کا یہ قاعدہ ہے کہ حضرت مولانا کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہیں آتے نذر کے لئے میوہ یا شیرینی ضرور لاتے ہیں جب حضرت مولانا آستانہ محبوب الہی یا حضرت صاحب کی زیارت کو جاتے ہیں یہ صاحب معمول کے موافق اپنے وقت پر جو صبح کی نماز کا وقت ہوتا ہے پہنچ جاتے ہیں ملاقات کے لئے۔ یہ جو دن مقرر کرتے ہیں ان میں فرق نہیں آتا بلکہ اکثر حضوری میں اگر نماز پڑھا کرتے ہیں اور رمضان شریف میں مولانا تراویح کے سوا ہجرت میں بھی قرآن شریف سنتے ہیں۔ اور حدیث شریف سے بھی دو صوتیں معلوم بھی ہوئی ہیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ انھیں حافظ محمد پناہ نے — تہجد میں قرآن شریف سنایا ہے اور مولانا نے سنا ہے ورنہ یہ دولت میر بدیع الدین کو ملا کرتی ہے اور ایک مرتبہ ابتدائی دور میں فقیر سے بھی یہی ارشاد فرمایا گیا۔ چنانچہ حسب ارشاد شروع کے دس پارے میں نے حضرت محبوب الہی کی درگاہ کی مسجد میں سنائے تھے۔

ایک روز حضرت مولانا خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے کہ راستے میں حافظ جیو نے ولایتی انار مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے فرمایا۔ اب یہ تنہائی میں آکر مجھ سے ملیں گے۔ چنانچہ آئے ملے اور کامیاب ہو گئے۔ چند روز کے بعد مولانا نے فرمایا ایک انار دے کر اچھا شغل وہ ہم سے لے گئے۔ لوگ تمنا کرتے

ہیں اور میں نہیں بتاتا مگر اُن کے نصیب میں تھا لے گئے۔ ہم نے ان سے وعدہ لے لیا اور جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اس کے بعد فرمایا ہم کو ایسی باتوں میں کچھ دخل نہیں ہے۔ خدا جو چاہتا ہے ہوتا ہے، بندہ کو کچھ قدرت نہیں۔ اکثر لوگوں کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن ملحوظ موقع اگر کچھ نہ دے سکا تو دوسری جگہ اس سے زیادہ ضروری کام میں خرچ ہو جاتا ہے۔

## خیر و شر کے بیان میں

دولت شاہدہ میسر ہوئی فقیر کا ابتدائی زمانہ تھا ان دنوں مشغولی بھی کرتا تھا۔ اور کچھ مجھ پر کھل بھی گیا تھا۔ مولانا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا انسان کو چاہئے کہ بھلائی بُرائی جو کچھ پیش آئے سب کو خدا کی طرف سے سمجھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو تمام مومنوں کا عقیدہ ہے جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ فرمایا ہے تو یہی۔ مگر اس خیال کو ہر وقت پیش نظر رکھنا بہت مشکل ہے۔

## حضرت خواجہ قطب الدین کا ذکر

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین کا تذکرہ آگیا۔ فرمایا۔ یہ عجیب غریب نواز ہیں اس سلسلے میں حضرت شاہ نظام الدین نارونی قدس سرہ کا تذکرہ آیا، ارشاد فرمایا کہ وہ عجیب با استقلال بزرگ



تھے۔ چنانچہ بارہ سال تک حضرت قطب الاقطاب کے آستانے پر رہے  
 کچھ کشود کار نہ ہوا مگر ذرا بھی شاکی نہیں ہوئے۔ ایک دن حضرت سلطان  
 المشائخ قدس سرہ کے عرس میں آئے اور درگاہ کا جلوس دیکھا۔ بہت  
 خوش ہوئے اور کہا خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پیروں کے آستانے پر  
 ایسا جلوس ہے، اتنے لوگ آتے ہیں جیسے ہی یہ خطرہ دل میں آیا۔  
 حضرت خواجہ قطب الدین کی روح مبارک حاضر ہوئی اور ہر رات۔  
 یہ جس چیز کی التجا کیا کرتے تھے وہ چیز عنایت ہو جایا کرتی تھی۔ اس طرح  
 مقصود حاصل ہو گیا۔ صغ شاہاں چہ عجب گربنوازہ نگہدارا۔ سارا کام  
 عنایت پر ہے اور کچھ نہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ ازکار و اشغال  
 سے بھی بڑھ کر محبت ہے اور یہ بزرگ نائب رسول اللہ ہیں جو رحمت اللعالمین  
 ہیں جیسے ہی وقت آجاتا ہے بلک مارنے میں مدعا مل جاتا ہے۔ صغ  
 باکر یاں کار ہادشوار نیست۔ فقیر کے اعتقاد میں بزرگوں کے آستانے  
 پر خدمت اور حاضر باشی بڑی چیز ہے بڑی دولت ہے جو بیان میں  
 نہیں آسکتی۔ خصوصاً آستانہ عالیہ خواجہ قطب الاقطاب رحمہ اللہ  
 کا نمونہ ہے لحاظ استعداد یہاں سے غریب نوازی ہوتی ہے۔ اور  
 دولتیں مل جایا کرتی ہیں۔

ایک دوسرا تذکرہ (نامہ اعمال میں نیکی)

دولت قدم بوسی میسر ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ کے آستانے

میں نیم کا درخت جو مجلس خاتے کے دالان کے سامنے ہے وہاں حضرت مولانا کھڑے ہوئے تھے ارشاد فرمایا یہاں کی جاضری سے اس کے سوا ہمارا کچھ مطلب نہیں ہے کہ چند گھڑیاں یہاں گزر جائیں اور نامہ اعمال میں لکھی جائیں کہ فلاں وقت فلاں جگہ یہ وقت گزرا ہے۔ اسی کو غنیمت جانتے ہیں یہ اس طرح ارشاد فرمایا کہ سننے والوں پر رقت طاری ہوئی۔

## شیخ عبدالعزیز چشتی کا تذکرہ

حاضری کی دولت میسر ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالعزیز چشتی کا تذکرہ ہوا، اس کتاب میں موصوف کے اوصاف لکھنے کی ضرورت نہیں پائی جاتی ان کی بندگی اور کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ چشتیہ مشائخ میں یہ بڑے فاضل بزرگ گزرے ہیں محلہ کوشک انور میں رہتے تھے۔ وہیں ان کا مزار شریف ہے۔ ان کے فضائل ہر ایک جانتا اور بیان کرتا ہے۔ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو بھی ان کے مزار سے کشف ہوا ہے۔ ایک دن ہمارے پاس بالکل خرچ نہ تھا، ان کی زیارت کے لئے گئے۔ تلاش کی تو دوستوں کے بچوں میں سے کسی کے پاس دو یا تین پیسے نکلے۔ لے کر دیئے پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے چالینس یا پچاس روپے نذر دیئے ہم سمجھ گئے یہ موصوف کی توجہ سے ملا ہے۔ اس کے بعد ذکر ہوا کہ کوئی آدمی جوتے پہن کر وہاں آگیا تھا اور اس کے جوتے کا رنگ سبز تھا۔

ارشاد فرمایا جو تا کسی اور رنگ کا پہنا بہتر ہے۔ سبز رنگ کے جوتے کی ممانعت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو آدمی کسی کا مرید ہو اور اور پھر ہمارے پاس آئے تو اگرچہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے لیکن پھر بھی ہم کو اس سے وہ بے تکلفی نہیں ہوتی جو اپنے مریدوں سے ہوتی ہے اور یہ بات خاص غصے کی حالت میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اپنے مرید پر ہم بے تحاشہ غصہ ہو سکتے ہیں اور وہ برا بھی نہیں مانتا اس کے برخلاف وہ شخص جو کسی اور کا مرید تھا اور اب ہمارا معتقد ہو گیا ہے۔

## حضرت مولوی روم کا تذکرہ

(مثنوی کے شعر کا فیض)

حضور کی دولت میسر ہوئی۔ حضرت مولانا روم کا تذکرہ آیا فرمایا عجیب بزرگ گزرے ہیں ہم پر ان کی بہت عنایت ہے۔ جب میں نے کسی امر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کبھی ارادہ قوی ہو جاتا تھا اور کبھی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی تھیں آخر کار مولانا روم کے اس شعر نے مجھے استقلال عطا فرمادیا ہے

بند گسل باش آزاد اے سپر      چند باشی بند سیم و بند زہر  
(مطلب یہ ہے کہ بند (خیالی یا بندی) کو ڈھیل چھوڑ دے آزاد ہو جا۔  
سو نے چاندی کی فکر میں آخر کب تک رہے گا۔  
یہی شعر میرا رہبر بنا۔

## ایک اور تذکرہ (بینائی اور طرح طرح کی صورتیں)

دولت قدم بوسی میسر ہوئی اسماذ اعمال کا تذکرہ آیا۔ ارشاد فرمایا۔  
 ایک بار کسی نے (کسی اسم کا عمل) پڑھنے کے لئے کہا تھا۔ میں رات کے  
 وقت عمل پڑھتا تھا۔ ایک شکل دکھلائی دی جس کے پاؤں میری طرف  
 تھے۔ اور سر آسمان پر۔ میں بھی اُس زمانے میں بہت دیوانہ تھا۔ میں نے  
 اپنے سر کو بہت ہمت سے زانو پر رکھ دیا۔ ناک سے خون جاری ہو گیا  
 وہ شکل غائب ہو گئی اس کی وجہ سے بھی میری بینائی میں خلل آ گیا  
 ہے اور کمزوری نظر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لڑائی میں ہم نے قلعہ پر  
 مورچہ بنایا تھا اور کئی آدمیوں کے ساتھ مورچے سے آگے قلعہ کے  
 نیچے پناہ لی تھی وہاں بدوق نہیں پہنچ سکتی تھی اور جو آدمی وہاں تھے  
 وہ کوئی مدد نہیں دے سکتے تھے۔ وہاں زقوم کے کچھ درخت تھے اور  
 ایک تالاب میں زقوم کے درخت کی شاخ جھکی ہوئی تھی۔ تین رات  
 دن ہم ایسی حالت میں رہے برق اندازی کو شدت سے آدمی بھی ہمارے  
 ہمارے پاس چلے آئے اسی تالاب کا پانی پینا پڑا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت  
 سے آدمی مر گئے۔ اور ہماری بینائی میں ضعف آ گیا۔ چنانچہ اب بھی  
 اس کا کچھ اثر موجود ہے مگر اللہ نے فتح دی۔



دوسرے دن اسی سلسلے میں فرمایا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقے میں بینائی قائم رہی جتنی ہے یہ اُسی کی برکت ہے۔ لیکن اس سے پہلے جو کچھ ہوا۔ ہو گیا جس دن سے سرمہ لگانا شروع کیا ہے خدا کے فضل سے بہت فائدہ ہے۔ دراصل یہاں آنحضرت کی اتباع کا اظہار مقصود ہے کہ اسی کی وجہ سے آنکھ کی روشنی برقرار رہی۔

اس کے بعد یہ ذکر ہوا کہ مشغولی میں طرح طرح کی صورتیں دکھائی دیتی ہیں لیکن یہ کس طرح سمجھا جائے کہ آیا یہ جمالی صورتیں ہیں یا شیطان ہے ارشاد فرمایا کہ کسی نے حضرت یحییٰ مدنی کو مشغولی کے عالم میں دیکھا اور حضرت کی صورت اس کے خیال میں تھی تو حضرت شیخ نے کہا کہ تم لا حول پڑھو اگر یحییٰ مدنی ہے تو خیر ورنہ اور کوئی شکل (شیطانی) ہے تو دفع ہو جائے گی۔

## معاش اور فقر و فاقے کا تذکرہ

حاضری کی دولت میسر ہوئی معاش اور فقر و فاقے کا ذکر آیا۔ فرمایا میں جس دن سے اس شہر میں آیا ہوں فاقہ کم ہوا صرف ایک رات دن یہ کیفیت رہی۔ صبح ہوتے ہی ایک دوست آئے اور کچھ روپیہ لائے اور کہا کہ حضرت عباس ابن علیؓ کی نذر ہے جو آپ کے لئے لایا ہوں۔ حضرت امام کی توجہ سے وہ تکلیف جاتی رہی۔

## حافظ اسعد کا تذکرہ (کام - نذرانہ - عمل)

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا نے محمد اسعدؒ کے کمالات بیان فرمائے اور یہ کہ وہ بہت بڑے عامل تھے۔ اگر کوئی حاتمند آتا اور اپنا حال عرض کرتا کہ میرے فلاں ملنے والے فلاں مقرے میں پھنس گئے ہیں اگر آپ کی توجہ سے چھوٹ گئے تو اتنے روپے آپ کے نذر کروں گا۔ آپ رقم کا تعین فرما کر اس کا کام کر دیتے۔

اتفاق سے اگر اُس نے نذر نہ دی تو کسی آدمی سے کہتے کہ فلاں صاحب سے اتنی رقم لے آؤ اگر دینے میں عذر کریں گے تو ان کی گردن ان کے پاؤں خود بخود بندھ جائیں گے۔ اس کو میں نے تمھاری زبان پر چھوڑ دیا ہے۔ جب تم میری طرف سے اپنی زبان سے کہو گے تو یہ صورت واقع ہو جائے گی۔

اور فی الحقیقت ایسا ہی ہوتا تھا کہ ان کی ریا ان کے قاصد کی زبان پر یہ بات موقوف تھی جیسے ہی کہ وہ اپنی زبان سے یہ کہتا حضرت جو کچھ فرماتے ویسا ہی ہو جاتا تھا اور فرمایا کرتے کہ جب میں کسی کی حاجت کے لئے کوئی عمل کرتا ہوں تو پہلے ہی سے سزا کی تیاری کر لیتا ہوں۔ وعدے میں ذرا بھی فرق آیا تو پھر دیر نہیں کرتا۔

یہ دنیا دار لوگ ہیں ان سے جب تک سحقی نہ کی جائے کام

نہیں چلتا ان دنیا داروں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کسی نے یہ کہا کہ اعتبار نہ ہو تو رقم فلاں سا ہو کار کے پاس جمع کر دوں جب میرا کام ہو جائے گا۔ آپ نے لیجئے گا تو فرماتے امانت وغیرہ کی ضرورت نہیں اگر رقم دینے کی آپ میں مقدرت نہیں تو پھر آپ کا کام کس طرح ہوگا۔

حضرت مولانا نے فرمایا: ہماری حویلی کے قریب ایک مالدار کی عمدہ حویلی تھی۔ حویلی والا ہم سے بہ چند وجوہ جھگڑنا رہتا تھا ہم جمعیت کی قوت اور شخصیت سے خانہ جنگی کو دفع کرتے رہتے تھے۔ جب تین دفعہ پھر ایسا ہی ہوا تو حافظ جیو نے کہا اس قدر آپ پریشان کیوں ہیں۔ میں آپ کے مکان میں رہتا ہوں جھگڑا دفع کرنے کے بارے میں آپ کو اتنی کوشش کی کیا ضرورت ہے مجھ سے فرمائیے۔ میں ایک منٹ میں اس کو جہنم پہنچائے دیتا ہوں۔ میں نے منع کیا کہ مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک بار ایک صاحب جو شیخ وقت تھے اُن سے اور حافظ جیو سے مقابلہ ہوا۔ اُنھوں نے یعنی شیخ وقت صاحب نے ان کو ملانا خیال کر کے اپنے پیر کے سامنے بہت برا بھلا کہا۔ حافظ جیو نے کہا بس خبردار رہو، دیکھو میں اب تمھاری فکر میں ہوں اس بات کو ایک ہفتہ نہ ہوا تھا کہ ان کے گھوڑے مرنا شروع ہو گئے۔ اونٹ مر گئے۔ لونڈیاں غلام مر گئے۔ کہا اب عنقریب تم بھی ختم ہونے والے ہو۔ اگر کچھ قوت رکھتے ہو تو اپنی طاقت دکھلاؤ۔ آخر شیخ وقت صاحب نے بہت عاجزی کی اور لوگوں کے کہنے سننے سے حافظ جیو صاحب

نے قصور معاف کر دیا۔ ان کی وجہ سے ایسے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔  
 فقیر نے عرض کیا کہ حافظ جیو صاحب کو ایسے اعمال کہاں سے ہاتھ آگئے  
 ارشاد فرمایا: سنو! واقعہ یہ ہے کہ یہ مسجد میں مجھ سے حدیث شریف پڑھا  
 کرتے تھے اور جو کوئی وہاں آتا اس سے کہتے کہ اگر تمہارے پاس کوئی  
 عمل ہے تو خدا کے لئے ہم کو بتا دو اکثر لوگوں نے عمل کی اجازت دی۔  
 مغرب کی طرف سے ایک فقیر صاحب وہاں آئے۔ دیکھا ایک آدمی مسجد میں  
 رو رہا ہے اُنھوں نے اُس کا حال پوچھا، اُس نے کہا میں ایک ایسی  
 بلا میں گرفتار ہوں جو کہنے کے قابل نہیں ہے۔ یعنی میری بیوی میرے  
 قابو میں نہیں ہے۔ میں غریب آدمی ہوں اور وہ ہر سال رومی غلاموں  
 کو خریدتی ہے اور ان سے مشغول رہتی ہے اور مجھ کو اس کی طاقت نہیں  
 کہ اس کو روک سکوں۔ فقیر نے پوچھا کہ کبھی ہم بستری کا موقع ہوتا ہے  
 کہا اگر اس کا دل چاہا تو بہت دن میں ایسا اتفاق ہوتا ہے۔

کہا اچھا میں تم کو ایک چیز بتاتا ہوں تم یہ عمل کرو، اس کے بعد  
 تمہارے سوا کوئی اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ان کو ایک عمل بتایا۔  
 سال دو سال کے بعد پھر وہی فقیر صاحب آئے تو اُس آدمی کو بہت  
 عزت و عظمت والا پایا، حالات دریافت کئے۔ اُس نے کہا آپ کی برکت  
 سے ہر طرح کی لذت اُٹھارہا ہوں۔ میری عورت نے غلاموں کی خریداری  
 موقوف کر دی اور میرے سوا اُس کو کسی پر قابو نہ رہا۔ آخر مجبوراً میری طرف  
 متوجہ ہو گئی اب میری محتاج ہے۔



یہ عمل بھی حافظ جیو کو معلوم تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ بہت سی کینزیں ہیں اور اسی عمل کی قوت سے نامعلوم شہروں میں ہم پھرا کرتے ہیں اور اطمینان حاصل ہے اور اکثر اعمال کی سند حضرت مولانا نے حافظ جیو سے حاصل کی تھی اور حدیث شریف کی صحت بھی انہیں سے کی تھی۔ اور یہ حافظ جیو شیخ محمد طاہر کے شاگرد تھے جو حضرت شیخ ابراہیم گردی کے بیٹے تھے۔ اس کے علاوہ یہ فن حدیث کے بھی جامع تھے۔ ان کو اہل بیت نبوی سے بڑی محبت تھی۔

مولانا نے ان کے انتقال کا حال بیان فرمایا کہ حافظ جیو نے ہم کو لکھا تھا کہ میں نے رات وقفے میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ رہو ہم شہید ہو جائیں گے تم کو بھی مبارک اور ہم کو بھی مبارک۔

چند روز کے بعد جب وہ نواب ناصر جنگ کے ساتھ تھے انھوں نے ایک نابکار نصاریٰ کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

حافظ جیو کچھ روز بمقام اورنگ آباد (دکن) مولانا کے گھر میں رہے تھے اور حدیث پڑھایا کرتے تھے اور معقولات میں حضرت مولانا سے بعض سبق دہرایا کرتے۔ ان کو مولانا سے اور مولانا کو ان سے بہت محبت تھی۔

**ایک اور تذکرہ (عملیات کا ذکر)**

دولت حضوری میسر ہوئی۔ میں حضرت مولانا کے ساتھ ساتھ

جا رہا تھا اسنہ عاکی کہ قلاں عمل مجکو عنایت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا ہم اپنے بہت کم کسی کو بتاتے ہیں۔ لیکن کسی کا نام لے کر فرمایا کہ وہ گویا میرے استاد بن گئے ہیں میں نے ان کو عمل بتایا۔ انھوں نے جہاں چاہا اس سے کام لیا نہ موقع دیکھا نہ محل۔ اس لئے اب میں کسی کو نہیں بتاتا۔ اس کے بعد فرمایا ایسا ہی شخص عامل ہو سکتا ہے جو اس کے لئے بہت تکلیف اٹھائے بلکہ چاہے بے عزت ہو جائے مگر مقابلے پر نہ آئے خدا پر چھوڑ دے۔

ایک دن صبح کی نماز سے پہلے حضرت مولانا کھڑے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا: ہمارے پاس درد کی تکلیف دور ہونے کے لئے بہت اچھا عمل ہے۔ چاہے جس قسم کا درد ہو باقی نہیں رہتا۔ سو اس کے کہ اُس مرض میں اس کی زندگی ہی ختم ہونے والی ہو۔ دیکھو نہ یہ چیز تو اللہ کے اختیار میں ہے) اس کے بعد فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاید تمہارے دل میں یہ بات ہوگی کہ اگر ان کے پاس ایسا عمل موجود ہے تو پھر اپنے پیروں کے درد کی شکایت کیوں کرتے ہیں اس زمانے میں حضرت کے پیروں میں بہت درد تھا۔ اس جگہ سے خیال کرو کہ مولانا ایسا عمل موجود ہونے کے باوجود خدا کی دی ہوئی تکلیف پر راضی رہے اور عمل کو غیر حق سمجھ کر توجہ نہ کی۔ یہ ہمارے لئے سبق ہے۔

## شیخ محمد قدس اللہ سرہ کا تذکرہ (فتا۔ اور زیارت کے آداب)

دولت مشاہدہ بیستر ہوئی۔ حضرت شیخ محمد قدس سرہ کا ذکر ہوا۔ ان کی بہت تعریف فرمائی۔ زبان حق ترجمان پر ان بزرگ کے کمالات اور قصے مدت تک رہے۔ آخر یہ قصہ بیان فرمایا کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ مزار کے اندر کے اندر جاتے ہی حضرت روشن چراغ کی قبر شق ہوئی۔ یہ قبر کے اندر آگئے۔ تھوڑے دیر تک قبر کے اندر رہے اس کے بعد باہر آگئے چنانچہ شق ہو جانے کا نشان اب تک قبر میں موجود ہے جس نے قبر کو بغیر غلا دیکھا ہوگا۔ اس نے شق ہونے کا نشان ملاحظہ کیا ہوگا۔

پھر ایک اور بزرگ روشن چراغ مخدوم کا ذکر ہوا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا آج کل لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں فتا فی الشیخ ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں حالانکہ آخر عمر میں حضرت روشن چراغ کے جسم مبارک میں حضرت سلطان المشائخ کی خوشبو آنے لگی تھی۔ اب دونوں بزرگوں کے رتبے پر نظر ڈالو، پھر غور کرو (تقریباً) بیس یا تین سال کی مدت کے بعد ان کے بدن میں مرشد کی خوشبو نے جگہ پائی۔

اسی طرح ایک روز فرمایا کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وقت والی غزل پر اکثر لوگ سماع میں شورش کرتے ہیں۔

میں اس سے بہت ناخوش ہوتا ہوں اس لئے کہ ان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اس غزل پر گانا سنا۔ ہم بھی سنیں مگر ہمارے نزدیک بہت ہی خلافِ ادب ہے۔

یہاں بزرگوں کے ادب کا ذکر چلا ارشاد فرمایا کہ میں دکن سے پہلی بار جب یہاں آیا تو روضہ شریف کے اندر زیارت کے لئے گیا تھا۔ ورنہ میری کیا مجال ہے روضہ کے اندر جاؤں۔

چنانچہ حضرت مولانا کا معمول ہے کہ حضرت محبوب الہی کے روضہ کے اندر تشریف نہیں لے جاتے دروازے کے باہر سے زیارت کرتے ہیں مدت تک مزار شریف کے سلسلے مزار کے پانچویں عصر کے وقت بیٹھا کرتے تھے اور یہ ناچیز بھی بیعت کے بعد سے آج تک روضہ کے اندر نہیں گیا باہر ہی سے قدم بوس ہو جاتا ہے۔ مگر ایک دن بھائی میر محمد افضل کے کہنے سے بسنت کے روز

گیا تھا انھوں نے کہا تھا کہ آج وہاں خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے اس لئے فقیر نے بھی جرأت کی زبان مبارک سے اکثر یہ بھی سنا ہے کہ ہمارے شنبہ کو جو لوگ یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں وہ ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چند روز ہوئے آستانہ شریف میں درخت کے نیچے عرس کے دن سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا بھی تھے۔ شاہ جہاں آباد کا کوئی کاریگر زیارت کے لئے جا رہا تھا لوگ اس پر ہنسے۔ مولانا نے فرمایا۔ ہم اس آدمی سے بہت راضی ہیں اور



اس کے شکر گزار ہیں کہ کئی دن کے بعد چار شنبہ کو (بدھ کے دن) زیارت کے لئے آتا ہے اور بناؤ جو اس کے کہ شہر میں ہر قسم کے ہنگامے ہوتے رہتے ہیں مگر یہ پھر بھی اپنے معمول کو ناسخ نہیں کرتا۔

جب حضرت مولانا حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں شریف رکھتے ہیں اور طبیعت حاضر ہوتی ہے اور بے تکلف دوست بھی ہوتے ہیں تو مولانا کوئی بھید یا کوئی نکتہ ضرور بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ تمہارے اشہد کہنے پر (لوگ) ہنستے ہیں تو ہنسنا کریں (حضرت بال سے اشہد کا لفظ صاف نہیں نکلتا تھا مگر چونکہ سچے دل سے یہ لفظ ان کے دل سے نکلتا تھا۔ اس لئے اس کی قدر و قیمت بڑھی ہوئی تھی۔ گواہی کے لئے سچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر سچائی نہ ہو تو چاہے کتنی ہی عمر گئی سے یہ لفظ کہا جائے صداقت کی آب و تاب کم ہی رہتی ہے۔

## ایک دوسرا تذکرہ

(ذکر کے طریقے اور چند ہدایتیں)

دولت مشاہدہ میسر ہوئی۔ حضرت مولانا تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو مکان کے صحن میں بچھا ہوا ہے۔ مغرب کے بعد یہی معمول ہے۔

مکان سے جب فرض نماز کے ارادے سے چلتے ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھیں تو خادم لوگ تخت پر پہلے سے جائے نماز بچھائے رکھتے ہیں۔ اور سب لوگ باہر چلے جاتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد لوگ اندر آ جاتے ہیں۔ کبھی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے کبھی نہیں صبح کے وقت بھی یہی معمول ہے لیکن صبح میں چار گھنٹے حجرے کے اندر تشریف رکھتے ہیں اور وظیفہ کی کتاب بھی وہاں موجود رہتی ہے۔

مولانا جب وظیفہ پڑھ چکے تو فقیر اندر آگیا مرزا محمد حسین تخت پر حضرت مولانا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دیر تک کچھ عرض کرتے رہے اس کے بعد مولانا نے ان کو ایک اپنا لباس عنایت فرمایا اور مشرقی سفر کے لئے ان کو رخصت کر دیا۔ رخصت کرتے وقت مولانا اٹھ کھڑے ہوئے اور فقیر سے فرمایا۔ آج ہم نے مرزا کو بہت کچھ بتلا دیا ہے۔ اگر یہ سفر نہ کرتے تو میں دس سال میں بھی اتنی چیزیں نہ بتا سکتا اور یہ مرزا محمد حسین حضرت کے قدیم دوستوں میں ہیں۔ عام لوگوں میں انھیں کے ساتھ خصوصیت ہے۔ برسوں یہ حضرت کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت مولانا اپنے برابر بیٹھا کہ ان کو ذکر جہر کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اب بھی اگر کسی کو حضرت ذکر جہر بتلاتے ہیں تو اکثر فرمادیتے ہیں کہ اس کو مرزا جیو سے صحیح کہو۔ حضرت یہ بھی فرماتے کہ ہمارے ذکر جہر کا طریقہ بالکل علیحدہ ہے اور یہ طریقہ بہت کم کسی کو معلوم ہے۔ مگر مرزا کو کسی قدر ٹھیک معلوم ہے۔

زبان مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ مرزا کو دنیا داری کا تجربہ زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے ظاہری اخراجات کا انتظام بھی عرصے تک انھیں کے سپرد رہا۔

انھوں نے حدیث شریف کی بھی بہت خدمت کی ہے اسی وجہ سے وہ فضیلت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجرب دواؤں سے بھی واقف ہیں جس کا حضرت کو علم ہے۔ اسی طرح مجرب اعمال بھی جانتے ہیں، جن کی صرف حضرت کو اطلاع ہے دوسروں کو نہیں۔ عرصہ ہوا بیت کی بھی اجازت حاصل کر چکے ہیں۔ بعض ولایتی جو حضرت مولانا کے مرید ہو چکے ہیں۔ ان کی تربیت کے لئے مولانا اکثر مرزا صاحب سے فرمادیتے۔ مرزا صاحب اور ان کے گھر کے تمام لوگ کیا مرد کیا عورت سب حضرت مولانا کی غلامی میں داخل ہو چکے ہیں۔ ۳-۴ آدمی جو حضرت کے قدیم مصاحبوں میں ہیں ان سب کے ہی مرزا صاحب افسر ہیں یہ ذاتی اور صفاتی خوبیوں سے بھی آراستگی رکھتے ہیں۔ ان کو طب میں بھی دخل ہے۔ دوسری صنعتوں کو بھی انجام دیتے رہتے ہیں دنیا میں ان سے جس سے دوستانہ تعلقات ہو گئے مرتے دم تک انھوں نے اُس سے دوستی نباہ دی۔

اگر کسی دوست کو کبھی کوئی تکلیف ہوئی تو جان لڑا دیتے ہیں۔ ہرگز دریغ نہیں کرتے ان کے اوقات ان کی وضع داری ان کا عمل حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق ہے ہر دوست

سے کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں خلیق ہیں بے تکلف ہیں پرہیزگاری  
ان کا طریقہ ہے بعض مغل ان کے بھی مرید ہو گئے ہیں اور یہ اپنے  
احباب پر بہت ہی مہربان رہتے ہیں۔ دینی بھائیوں سے بھی ان کو  
بہت محبت ہے سچائی میں لیے ہیں کہ اگر ایک مرتبہ کسی نے ان سے اگر  
جھوٹ یا شکہ دی تو عمر بھر اس سے ناراض رہتے ہیں اور اگر کوئی  
سچائی سے پیش آیا تو حاضر غائب ہمیشہ اس کے مداح رہتے ہیں۔

ان کی بہن نے حضرت مولانا سے بیعت کا ارادہ کیا تو حضرت  
مولانا نے ان سے فرمایا کہ تم خود مرید کر لو۔ ان کی ہمشیر ایسی عجیب  
خاتون تھیں کہ ان کو دینداروں سے بہتر کہا جاسکتا ہے۔ حضرت  
مولانا سے ان کو جو عقیدت ہے۔ عورتوں میں کسی کو نہیں پہنچن سے  
ان پر مولانا کی توجہ اور عنایت ہے یہ اکثر شغل کیا کرتی تھیں اور  
انہوں نے شغل کی نسبت کو اتنا بڑھا لیا تھا کہ حضرت مولانا ان سے  
بہت خوش تھے۔ ان کو عالم مثال کا کشف بھی حاصل تھا۔ اگرچہ اولاد  
کی وجہ سے مشغولی اتنی نہیں رہی پھر بھی جہاں ایک مرتبہ اور کا عکس  
پڑ گیا تو پھر وہ قیامت تک کے لئے کافی ہے اسی زمانے میں ان کو  
ایک بیماری ہو گئی جس میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے وفات کے دن عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ حضرت کے  
قدیم دوستوں میں مرزا غلام حسین جو کاسب و شاغل بھی تھے اور عرصہ  
تک خدمت میں حاضر رہے عورتوں کے تفرقہ کی وجہ سے انہوں نے



اکبر آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی جہاں یہ بیمار ہو گئے۔ لوگوں سے کہا کہ مجھ کو شاہ جہاں آباد حضرت کی خدمت میں پہنچا دو اگر زندہ رہا بہتر اور اگر انتقال ہونے والا ہے تو آخری وقت ان آنکھوں سے مولانا کا جمال تو دیکھ لوں تاکہ مجھ پر ان کے جمال کا سایہ پڑ جائے اور اسی حالت میں میری روح نکلے کہ حضرت مولانا اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے دفن کریں اور میری قبر پر فاتحہ پڑھیں اور جب اس راستے سے گزریں تو مولانا کے دیدار سے میری روح تازہ ہوتی رہے اس طرح مرنے پر ہزار سال کی عمر بھی قربان ہے۔

غرض یہ منزل مقصود کو پہنچ گئے، یعنی زندہ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گئے جو جو تمنائیں تھیں انھوں نے وہ سب عرض کیں۔ حضرت مولانا نے انتہائی محبت سے ان کو لپٹا لیا پھر ان کے رہنے کے لئے علیحدہ ایک مکان کا انتظام کر دیا اور ایک حکیم صاحب کو علاج کے لئے بھی مقرر فرما دیا۔ مولانا کو دیکھنے کے لئے اکثر شریف لے جاتے اور خود بھی ان کی دیکھ بھال کرتے۔

مگر ان کے مرض کی ردی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ جس دن ان کی ہمشیر کا واقعہ ہوا ہے حضرت مولانا ان کے یہاں تعزیت کے لئے گئے اور دوست بھی موجود تھے۔ کفن کی تیاری ہو رہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا کہ مرزا غلام حسین کی حالت ٹھیک نہیں ہے، اتنا سنتے ہی مولانا اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ فقیر بھی ساتھ تھا، مرزا

صاحب کا جس مکان میں قیام تھا وہاں مولانا شریف لے گئے اُس وقت نزع کی حالت طاری تھی، جیسے ہی مولانا کے جمال پر ان کی نظر پڑی تو مولانا کی طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھا ان کی اس حالت سے حاضرین پر عجب کیفیت طاری ہوئی ان میں بات چیت کی طاقت نہ تھی لیکن وہ اس طرح دیکھ رہے تھے کہ جس سے ہزاروں تمنائیں ظاہر ہو رہی تھیں اور حضرت مولانا کو اپنے دوستوں سے جو محبت ہے اس لحاظ سے مولانا ان کی یہ حالت دیکھ کر بیٹھ نہ سکے واپس چلے آئے اور باہر آکر فقیر سے فرمایا کہ میرے دل میں ان کی طرف سے جو کچھ غبار تھا میں نے اس کو صاف کر کے معاف کر دیا۔

اس نزدیکی پر بھی ان کے اور مولانا کے درمیان ایک حجاب آگیا تھا اس کو رفع دفع کر دینے کی طرف اشارہ فرمایا اس کے بعد مرزا صاحب کی ہمیشہ کے جنازے کے ساتھ حضرت محبوب الہی کی درگاہ شریف میں تشریف لے گئے وہاں مرزا غلام حسین کے لئے ایسا مکان تلاش کیا جو اچھا ہو اور حضرت کے آستانے کے بھی قریب ہو جا حاطے کے اندر ایک صاحب کا مکان تھا انھوں نے مکان دکھلایا آپ وہاں سے واپس آ رہے تھے اتنے میں معلوم ہوا کہ مرزا غلام حسین نے بھی انتقال کیا، ان کے کفن و دفن کی بھی تیاری ہونے لگی جب سب انتظام ہو چکا اور نماز کے لئے جنازہ لے چلے تو خود مولانا نے کچھ دور تک کا ندھا دیا۔

جب نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو قاعدہ ہے کہ اس وقت میت کے وارث جانے کی اجازت دیتے ہیں یہاں مولانا کے سوا ان کا کوئی نہ تھا۔ درحقیقت دینا اور آخرت میں ہم غریبوں اور بے وارثوں کا مولانا کے سوا اور کون ہے چاروں طرف نظر ڈالی مگر کوئی اجازت و رخصت دینے والا نظر نہ آیا۔ آخر مولانا کو معلوم ہوا کہ میرے سوا ان کا کوئی ظاہری وارث بھی نہیں ہے بے تحاشا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے اجازت دے دی۔ اس وقت ان باتوں کا کس کو خیال تھا عجیب شور و رش مٹھی اور عجیب حسرت برس رہی تھی اس ناچیز نے بھی خدا سے دعا مانگی کہ ایسی موت جس پر زندگی قربان ہے دوستوں کو نصیب ہوتی رہے (اور اسی طرح مولانا) جنازے اور دفن اور نزع میں موجود رہیں۔ پھر ملک الموت کی کیا مجال کہ سختی سے پیش آئے۔ عذاب کے فرشتوں کو کیا مقدور کہ بے جا سوالات کریں اس کا حساب یہاں اس کا ثواب یہاں اس کا مشاہدہ اس کا دیدار جس کا وعدہ ہے سب یہاں میسر ہے تو پھر دل میں کس بات کا خوف آسکتا ہے الحمد للہ علی ذالک اس پر اھد کا شکر ہے۔ حضرت خواجگان چشت کے صدقے میں خدا اس ناچیز کو بھی یہ دولت عطا فرمائے۔

حضرت نصیر الدین روشن چراغ کا تذکرہ (کشف)

قدوسی کی دولت میسر ہوئی حضرت نصیر الدین روشن چراغ کی

زیارت کے لئے مولانا تشریف لے گئے کہ وہاں حضرت صدر الدین رح  
طیب دلہا اور صلاح الدین وغیرہ بھی نزدیک ہیں مشغولی کے وقت  
اس زمانے میں فقیر نے دیکھا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ ایک مکان  
میں تشریف رکھتے ہیں اور جب ان کے سامنے حضرت مولانا کا تذکرہ  
ہوتا ہے تو فرماتے ہیں، ہم نے رئیس العارفین ان کا نام رکھ دیا ہے۔  
میں نے حضرت مولانا سے اس واقعہ کو بیان کیا، فرمایا یہ تمہارا نیک  
گمان ہے اور حضرت مولانا کا یہ قاعدہ ہے کہ ان کی تعریف میں اگر کچھ  
کہا جائے تو مولانا اس پر توجہ نہیں فرماتے اور اگر صاف صاف  
واقعہ بیان کر دیا جائے تو مولانا کو نالاوار ہوتا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ بعض لوگوں کی طبیعت کو کشف  
سے خاص لگاؤ ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت غوث اعظم پر اعتراض کیا کہ صوفیانہ  
زندگی کی ابتدا میں کشف ہوتا ہے اور حضرت غوث پاک کا زندگی بھر  
کشف جاری رہا اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت  
غوث اعظم سے ان دنوں جس کشف کا ظہور ہو رہا تھا وہ کسی تھا اور  
کسب سے کسی شخص کی طبیعت نہیں بدل جاتی اس لئے یہ نہیں  
سمجھنا چاہئے کہ حضرت کے مرتبے کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ ایسے  
عقیدے اور قول سے امت کی پناہ۔



## ایک دوسرا تذکرہ (مشغولی وغیرہ)

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی مولانا اکیلے تشریف رکھتے تھے کچھ مشغولی کا ذکر آیا۔ ارشاد فرمایا پہلے ہم بھی شغل میں بہت محنت کیا کرتے تھے اور اب ایک شغل بھی نہیں کرتے۔ صرف دید باقی رہ گئی ہے اس کے بعد اس کا ذکر آیا کہ ہر خاندان کے اذکار و اشغال جدا جدا ہیں یا یہی اشغال اور طریقے رائج ہیں۔

ارشاد فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ حقیقتہ طریقہ کے اشغال کو علیٰ رہ کر کے ایک کتاب ہی لکھ دوں پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے پیروں میں سے کسی نے اس کو جدا نہیں کیا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے۔ اتنے میں سید عظیم کا ذکر آگیا۔ فرمایا کہ میرے عظیم الدین جو شغل کرتے ہیں اگر یہ اس کو بہت دن کرتے رہے تو ان کا مرجوعہ بڑھ جائے گا۔

اس کے بعد ذکر ہوا کہ ایک دفعہ ہم شاہ جہاں آباد گئے جامع مسجد پہنچے جو کچھ پیسے تھے۔ اس سے ہم نے روٹی اور پنیر منگایا۔ اور کھایا پھر جو دام بچے اس سے ہمارے ادا کے لئے کچھ مٹھائی خرید لی، مگر اتنے میں اللہ کا فضل شامل حال ہو گیا۔ ورنہ شاہ جہاں آباد پہنچنا مشکل ہو جاتا۔

## حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کے نواسے کا تذکرہ

(محب بنی لقب کی وجہ)

قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی۔ میاں محمد غوث حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کے نواسے ہیں ان کو حضرت مولانا سے اجازت خلافت بھی حاصل ہے۔ انہوں نے اس فقیر سے فرمایا کہ محب بنی جو حضرت مولانا کا لقب ہے تو حضرت خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر کہ "تو ہی محب بنی ہے" ان کو یہ نام عطا فرمایا ہے۔ فقیر کو خیال ہوا کہ مولانا سے اس کی تحقیق کی جائے۔ چنانچہ مولانا سے عرض کیا گیا کہ محب بنی آپ کا نام کس طرح ہوا سنا ہے کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کا عطیہ ہے۔ فرمایا ہاں حضرت خواجہ قطب الاقطاب نے یہی الفاظ فرمائے تھے۔

## حافظ خیر اللہ اور محمد یوسف کا ذکر

عصر کے قدم بوسی کی دولت ملی۔ فرمایا طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اور جب یہ بات ہوتی ہے تو مجھے کسی کی صورت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ لہذا دروازہ بند کر دیا اتنے میں مغرب کا وقت ہو گیا فرمایا حافظ خیر اللہ کو بلاؤ، حافظ جی حاضر ہوئے کہا کہ مغرب سے پہلے ہی مسجد میں چراغ جلا دو تم شام ہو جانے کے بعد جلائے ہو۔

اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ اگر نماز سے پہلے چراغ روشن ہو کر ہے تو نماز ٹھیک ہوتے ہیں محمد یوسف جو حضرت کے دوستوں میں تھے ان کے متعلق خبر معلوم ہوئی کہ ہیضہ ہو گیا ہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حال معلوم کیا جاتا تھا فرمایا یہ عزیز قریب اور غریب ہیں ان کی خبر گیری ضروری ہے۔

## حاجی نصر اللہ خاں کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی۔ زینے کے اوپر جو دروازہ ہے اس پر مولانا کھڑے ہوئے تھے حاجی نصر اللہ خاں جو نقشبندی دوستوں میں ہیں اور پاکیزہ خیال، صالح، متقی اور پرہیزگار انسان ہیں۔ ان سے فرمایا کہ سماع حرام ہونے کی بابت ہندوستان والے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہی بیان کرتے ہیں کہ ”ہم یہ کام کرتے ہیں اور نہ اس کام سے انکار ہے“ حالانکہ جہاں مزا میر سے گانا ہو اس جگہ یہ قول صادق آسکتا ہے نہ کہ خالص گانے کے متعلق اور ہم خود حضرت نقشبندؒ کے قول کے مطابق مزا میر سے گانا سنتے ہیں ورنہ ہمارے خواجگان میں سے کسی نے مزا میر

---

۱۔ مطبوعہ ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی کے صفحہ ۱۱۶ میں ہے کہ میرے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولوی فخر الدین سے بہت دوستانہ تھا۔ نور السامی ایک صاحب نقشبندیہ

سے گانا نہیں سنا۔ چنانچہ کتاب رشحات میں اس کی سند موجود ہے۔

(بقیہ فٹ نوٹ ص ۱۵۰ بسلسلہ صفحہ گذشتہ)۔

خاندان میں میرے والد کے مرید تھے مگر وہ گانا سننے والوں کے لئے بہت برے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے کہ شیطان انگلی کرتا ہے تو ان کو حال آجاتا ہے اور یہ مانجنے لگتے ہیں۔ چونکہ مولوی فخر الدین اور والد میں کٹھن دوستانہ تھا۔ اس لئے کبھی ہمارے یہاں آتے اور کئی کئی دن رہتے۔ یہ سماع (گنانے) کے بہت شوقین تھے اس لئے والد ان کو گانا بھی سنواتے (اور خود بھی سنتے) ایک دفعہ چچا مولوی فخر الدین آئے اور مزامیر سے گانا سننے کی فرمائش کی والد ماجد قبلہ نے حسب معمول جگہ اور فرش وغیرہ کا انتظام کر دیا حضرت سلطان المشائخ کے قوالوں کی اولاد سے ایک قوال تھا وہ بلایا گیا یہ خوش گلو بھی تھا۔ غرض گانے کی محفل ہوئی۔ قوال نے یہ شعر گایا۔

زادِ خلوت نشیں دوش بہیجانہ شد از سرِ سپایں گزشت بر سرِ پیمانہ شد

اتفاق سے نور اللہ نقشبندی بھی موجود تھے چچا مولوی فخر الدین کی ان پر جو نظر پڑی تو لوٹنے لگے حال اگیا۔ (حالانکہ دوسروں پر اعتراض کیا کرتے تھے) یہاں تک نوبت پہنچی کہ قریب المارگ ہو گئے (ظاہر ہے کہ ایسے کامل شیخ کی نظر کے اثرات کو کامل ہی دور کر سکتا ہے) اس لئے حضرت والد ماجد (شاہ ولی اللہ) باہر تشریف لے آئے اور انھوں

نے اپنی خاص توجہ سے کام لیا۔ تب جا کے ان کی حالت درست ہوئی۔ تو چچا مولوی فخر الدین نے ان سے کہا کہ دوسروں کے تو شیطان انگلی کرتا ہے مگر آپ کے شاید پورا ہاتھ کرویا تبھی یہ حالت ہوئی۔ یاد رکھیے اللہ والوں کے متعلق کبھی ایسے گستاخی کے الفاظ نہ کہئے گا (خدا کی طرف سے) کہیں گستاخی کی سزا نہ ملے۔ درد کا کوری۔



## حدیث شریف کا تذکرہ (اور آسمانِ دنیا)

دولت مشاہدہ میسر ہوئی حقائق کے سبق میں مشغول تھے اس کے بعد حدیث شریف کا ذکر آیا کہ جب کوئی استغفار پڑھتا ہے تو دنیا کے آسمان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں یوں تو گویا حق تعالیٰ ساتوں آسمان پر ہے وہاں سے اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر ان کو نازل ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اس صورت میں حق تعالیٰ کے لئے مکان کا ہونا لازم آتا ہے۔ مولانا نے فرمایا شیعوں کا اس پر اعتراض ہے اور ابن تیمیہ کا یہی مذہب ہے کہ حق تعالیٰ آسمان کے اوپر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے کہ کسی عورت کو لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لاتے حضورؐ نے پوچھا تم مسلمان ہو اس نے کہا ہاں اس خدا کی قسم کھاتی ہوں جو اوپر ہے یہ کہہ کے آسمان کی طرف اشارہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ یہ واقعہ بھی اللہ کے آسمان پر ہونے کی دلیل ہے۔ تم یہ جواب یاد رکھو کہ اکثر مسئلوں میں کام آئے گا۔

یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ اللہ کا ہر مرتبہ اللہ کی شان کے لحاظ سے ہے۔ جیسے بادشاہ اپنے تمام ملک کا حاکم ہے جہاں چاہے اپنا حکم اپنی سلطنت میں بھیج دے مگر قاعدہ یہی ہے کہ عدالت اور انصاف کے لئے۔ کرسی اور کچھری کا ہونا لازمی ہے

اگر احکام زمین سے متعلق ہیں تو آسمان سے نازل ہوں گے ناکہ  
فرشتے زمین پر لاسکیں۔ اس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں کیونکہ  
حکم شان مکان کو چاہتی ہے۔ تو اگر اللہ احکام کی حیثیت سے کسی  
مقام کو اپنے لئے مخصوص کرے تو اس سے خدا کی شان میں کوئی  
فرق نہیں آتا۔ اس کی شان کے لحاظ سے اس کے ہر قسم کے مرتبے  
ہیں۔

### اسم اعظم کا تذکرہ

اس کے بعد اسم اعظم ذکر ہوا۔ ارشاد فرمایا اسم اعظم سے یہ  
مطلب ہے کہ اللہ کے جتنے نام ہیں ان سب کی تاثیریں پڑھنے  
والے کے لئے وقف ہو جائیں اور وہ ان کی جامعیت کا منظر  
ہو جائے سب نے یہ چیز توجہ سے سنی اور عرض کیا کہ بعض لوگ  
کہتے ہیں کہ فلاں صاحب کہ فلاں صاحب اسم اعظم جانتے ہیں اور  
اس اس طرح عمل کرتے ہیں۔ فرمایا اس سے یہاں بحث نہیں ہے۔  
بعض لوگوں نے یا حاجی یا قیوم کو اسم اعظم کہا ہے اور بعض نے  
لفظ اللہ کو اور بعض نے لفظ یا ہُو کو۔

میں نے ان سب ناموں کو نزکوۃ دے کر پڑھا ہے اور اس میں  
بہت محنت کی ہے جو لوگ ایک گھڑی رات گزرنے پر بیدار ہو کر  
مجھ کو اپنی محنت دکھا رہے ہیں میری نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔  
میں نے اس میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ ایک مرتبہ کا

رمضان شریف اسی میں گزرا۔ کہ روزہ رکھتا تھا اور تمام رات نہیں  
سوتا تھا اور مقررہ پابندیوں کے ساتھ نقش جلیل الوسطیٰ کی اسی طرح  
زکات دی ہے۔

لیکن حضرت سلطان المشائخ نے لکھا ہے کہ دنیا کا  
ترک کر دینا یہی اسم اعظم ہے۔ جیسے ہی کہ دل میں دنیا ترک کر دینے  
کا ارادہ سمایا اور اس نے عملی جامہ پہن لیا پھر انسان جو کچھ چاہے وہ  
ہو جائے گا۔ اور اگر یہ چیز دل سے نہیں ہے تو کسی اسم اثر ہی  
ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہ نمک کی طرح ہے کہ کھانے میں اگر ہزار مسالے  
ہوں مگر نمک نہ ہو تو اس میں کوئی لذت ہی نہیں اور اگر کھانے میں  
صرف نمک ہی ہے تو بھی کھانا ایک طرح پر لذیذ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے کتابوں کا تذکرہ فرمایا کہ ہمارے بچے عربی  
کتابوں جیسے شرح ملامت عقائد وغیرہ کی بہت عزت کر کے ان کو  
جزدان میں نگاہ کے سامنے رکھتے ہیں اور یہ حقائق کی کتابیں جو مجھے  
بہت ہی عزیز ہیں بچوں نے ان کو دوسری کتابوں میں اوپر نیچے  
کر دیا ہے کیونکہ جن کتابوں سے ان کو کام ہے صرف انہیں کا  
ان کو خیال ہے۔

### اجمیر شریف وغیرہ کا تذکرہ

اجمیر شریف جانے کا ذکر ہوا، فرمایا اگر میں اپنے ساتھ مجھے لجاؤں

تو ایک حساب سے تکلیف ہے اور ایک حساب سے آرام میں نے عرض کیا کہ تشریف لے جانے کا خیال ہے۔ فرمایا یہی خواجہ صاحب کے عرس میں، عرس کے بعد اتفاق ہوا تو ادھر آؤں گا ورنہ آگے چلا جاؤں گا۔ کیونکہ اورنگ آباد کے لوگوں کو میرا بہت اشتیاق ہوگا، اور میں اس وقت دکن والوں کو بہت سے خطوط لکھ رہا ہوں اور ہمیشہ کو لکھتا ہوں کہ میں حسب وعدہ آنے کو تیار ہوں۔

اور مولانا جب سے تشریف لائے ہیں بارہا بیان فرمایا ہے کہ ہمیشہ صاحبہ کو کعبہ شریف مدینہ شریف ساتھ لے جانے کا وعدہ ہے۔ میں اپنی ہمیشہ کو لکھے دیتا ہوں کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کو جو کچھ دینا چاہتی ہیں علاحدہ دیدیں اور حرمین شریفین جانے کے لئے جس قدر کر لے کی ضرورت ہے اتنا الگ کر لیں۔ اس طرح آپ لڑکیوں کے بارے سے سبکدوش ہو جائیے گا۔ اگر میں اورنگ آباد پہنچ گیا تو ایک رات سے زیادہ نہ کھڑ سکوں گا۔ جس دن پہنچوں گا رات بھر رہوں گا۔ صبح ہوتے ہی حرمین شریفین روانہ ہو جاؤں گا۔

اس کے بعد ابن تیمیہ کا ذکر آیا فرمایا کہ ان کے عزیز قریب نے حرمین شریفین میں آج کل اجتہاد شروع کر دیا ہے۔ یہ دلائل الخیرات کے نسخے جہاں پاتے ہیں جلا ڈالتے ہیں انھوں نے اکثر اپنے عزیزوں کو قتل کر ڈالا ہے، کہتے ہیں کہ ہم ابن تیمیہ کی اتباع کر رہے ہیں۔ یہ لوگ حنبلی مذہب (مسکک) رکھتے ہیں۔ اتنے



میں میاں محمد واصل نے عرض کیا عبد الواحد واقف ہیں مولانا نے فرمایا  
ہاں عبد الواحد نے عرض کیا کہ غلام ان کے حالات سے خوب واقف  
ہے کہ حرم کے تمام رہنے والے عرب (جن کو رسول خدا سے حقیقی محبت  
ہے) اپنے گھروں میں ایسے لوگوں کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرنے۔  
ان لوگوں تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ میں ہزار  
آدمی ہیں۔

اتنے میں ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آخر دلائل الخیرات کیوں  
جلاتے ہیں۔ فرمایا دلائل الخیرات درود شریفوں کا مجموعہ ہے اس کے یہ  
قائل نہیں حالانکہ حدیث شریف میں درود شریف پڑھنے کا حکم ہے۔  
اس لئے پڑھنا چاہئے۔ دوسری چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہوں بات یہ  
ہے کہ یہ لوگ حنفی مذہب والوں سے تعصب رکھتے ہیں صرف کہنے کو  
یہ حدیث کے دلدادہ ہیں بہت لوگ ان کے ساتھ ہو گئے ہیں جو  
اہل علم بھی ہیں مگر کوئی ان کو ایسی باتوں سے منع کرنے کی طاقت  
نہیں رکھتا۔

اس کے بعد مولانا نے اس بیمار کا حال دریافت کیا جو فقیر کے  
گھر میں ہے حال سننے کے بعد ایک میٹھا انار اس کے لئے مرحمت  
فرمایا اور یہ بیمار صاحب میاں محمد واصل درویش ہیں یہ پہلے سپہ گری  
میں مشغول رہا کرتے تھے اس کے بعد خدا طیبی کا شوق ہو گیا تو درویشوں  
سے ملنے لگے چنانچہ حاجی یاسین کے پاس آئے جو محدث بھی تھے

اور درویش بھی شاہ جہاں آباد مسجد کے دروازے میں رہا کرتے تھے ان کے مرید ہو گئے یہ حاجی صاحب مولانا سے بھی خلوص رکھتے تھے اس وجہ سے میاں محمد واصل بھی ان کے ساتھ مولانا کی خدمت میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ کیونکہ مولانا کی محبت کا شعلہ ان کے دل میں بھڑکا ہوا تھا حاجی صاحب کی زندگی ہی میں انھوں نے مولانا کی خدمت میں آنا جانا شروع کر دیا تھا پہلے سے مشغولی کے عادی تھے مولانا سے بھی اجازت لی تو وہ پر غالب آ گئی کہ رات دن یاد خدا میں مشغول رہتے لگے۔ فناعت، فقر، اور فاقہ ان میں بہت مستقل مزاج ہیں۔ حضرت مولانا کے ارشاد کے موافق انھوں نے دکن کی بھی سیر کی ہے اور حضرت صاحب قبلہ کی زیارت اور حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں آجکل مولانا کی خدمت میں ذوق شوق سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صاحب وجد و سماع (یعنی صاحب حال) بھی ہیں یہ صرف ان کا ظاہری حال ہے۔

## حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کا تذکرہ

قدم بوسی نصیب ہوئی حضرت شیخ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا کہ چھینٹ استعمال نہیں فرماتے تھے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ کا یہ قول بیان فرمایا کہ ایک دن مجھ کو حضرت شیخ یحییٰ مدنی نے خرقة

پہنایا۔ میں جو لباس پہنے ہوئے تھا وہ چھینٹ کا لباس تھا۔ اس لئے جس لباس کو کہ میرے مرشد نے میرے بدن سے علاحدہ کر دیا، وہ جب سامنے آتا ہے تو حجب کو نفرت ہوتی ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ حضرت شیخ (کلیم اللہ جہاں آبادی) نے اہل و عیال کے ساتھ اسی شاہ جہاں آباد میں ہر مہینے ۳ روپیہ ماہانہ پردت تک بسر کی ہے۔ اس کے بعد ان پر خدائے فتوحات کا دروازہ بھی کھول دیا تھا کہ وصال کے بعد وارثوں کو بہت جاگیر اور ٹاکھوں روپے ملے۔

## طبیعوں کے علاج کا تذکرہ

دولت حضوری میسر ہوئی فقیر کے گھر میں جو بیماری ہے اس کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ حکیم صاحب نے اب تک نسخہ تبدیل نہیں کیا ہے فرمایا اب تم حکیم صاحب سے کہو کہ میں ہمیشہ یہی نسخہ استعمال کروں گا۔ تو پھر وہ اُسی وقت بدل دیں گے۔ کیونکہ میں نے بارہا آزمایا ہے کہ طبیعوں کے مزاج میں ضد ہوتی ہے جیسے ہی ان سے کسی نے کسی بات کے لئے کہا تو وہ ہمیشہ اس کے خلاف حکم دیتے ہیں یہ لوگ دوسرے کے دخل دینے کو ذرا بھی پسند نہیں کرتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ دکن میں ایک صاحب کبھی کبھی نسخے اور

دوائیں سیکھتے رہتے۔ کچھ دن بعد میں نے دیکھا کہ صوبہ دار کے گھر میں طبیب بنے بیٹھے ہیں بلکہ طبیبوں کے افسر ہو گئے ہیں یہ صاحب مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ جب میری ملاقات کو آئے تو ان کی داڑھی سفید نظر آئی میں نے پوچھا اس عمر میں سفیدی کی کیا وجہ ہے کہا میں نے دوائیں استعمال کیں جس سے سفیدی آگئی کیونکہ نواب آصف جاہ جوان آدمی کو اعزاز نہ ہی نہیں دیتے چاہے صاحب کمال ہی کیوں نہ ہو۔ یوں اپنا اعتبار قائم کرنے کے لئے میں نے دواؤں سے اپنی صورت کو سفید بنا لیا ہے تاکہ تجربہ کار ثابت ہو جاؤں۔

اس کے بعد خواجہ احمد خاں قوی جنگ کا ذکر آیا۔ یہ ترک تاز خاں کے بیٹے اور حضرت مولانا کے قدیم دوستوں میں ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ان کا خط آیا ہے کہ شاہ جہاں آباد میں جو ہماری حویلیاں ہیں اگر آپ کی مرضی ہو تو کرائے پر اٹھانے کے لئے اپنے آدمی کو لکھ دوں۔ میں ان کو اس کا جواب لکھنے والا ہوں کہ ایک قدیم دوست اس کے لئے کیسے تیار ہو سکتا ہے۔ اگر تم خود نقد رقم سے خدمت کر سکتے ہو تو کرو۔ ورنہ یہ کہ ہم حویلیوں کو قبضہ و تصرف میں لائیں اور کرائے پر اٹھائیں اور پھر ہر مہینے کرایہ وصول کیا جائے یہ جھگڑا ہم سے نہ ہوگا پھر یہ بھی ملے گا یا نہیں، یہ بھی لکھنے والا ہوں کہ کیا تم میرے مزاج سے واقف



نہیں ہو، مدت تک ایک ہی جگہ ہم تم رہے ہیں پھر تم اس قسم کی باتیں کیوں لکھی ہیں۔

## ایک اور تذکرہ (قیدی سے نیک سلوک)

حقوقی حاصل ہوئی۔ تذکرہ ہوا کہ فلاں شخص آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے کوتوال کے یہاں قید ہو گیا ہے، اسے بہت تکلیف ہے۔ مولانا نے فرمایا اگر کوئی تم سے روٹی پہنچا سکتا ہے تو میں اس کو ایک روپیہ دوں گا۔ اتنے میں کسی نے عرض کیا کہ سرکاری دارو قہ صاحب آئے ہیں۔ فرمایا بلاؤ۔ وہ آئے مولانا نے فرمایا کہ جس قیدی کے پاس تم کو بھیج رہا ہوں۔ یہ میرے مریدوں میں ہیں ہے اور نہ میری اس سے کوئی پہچان ہے لیکن میں نے آثار شریف کی درگاہ میں اس کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لئے میں اُس کی سفارش کر رہا ہوں۔

امید ہے کہ اس معاملے میں تم کوشش سے دریغ نہ کرو گے انصوں نے کہا انشاء اللہ روٹی اس آدمی کو پہنچا دوں گا مولانا نے فرمایا یہ روپیہ لو اور اس روپے سے بکلی ہوئی روٹی اس کو پہنچا دو۔

اس کے بعد ذکر آیا کہ آج کل مغل لوگ بہت داخل سلسلہ ہو رہے ہیں یہ سلام علیک کی آواز کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے

عرض کیا کہ اس سقہ (بھشتی) کو اس کی برکت ملی ہے جو رات دن مولانا کی خدمت میں حاضر رہتا ہے اور بلند آواز سے سلام علیک کہتا ہے پہلے یہی طریقہ تھا اب بھی بہت لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور یہ سقہ مولانا کے دوستوں میں ہے مسجد میں پانی بھرتا رہتا ہے مولانا نے اس سے ہر چیز کہا کہ پانی بھرنے کی تنخواہ لے لو مگر کبھی اُس نے یہ بات قبول نہیں کی۔ اس وقت مولانا نے فرمایا یہ بھشتی جو مسجد میں پانی بھرتا ہے تم دیکھو گے اس کی محنت انشاء اللہ ضائع نہ ہوگی خدا اس کو ایسا درجہ عطا فرمائے گا کہ تم لوگ خوش ہو جاؤ گے۔

## مختلف تذکرے

دولت مشاہدہ میسر ہوئی۔ پہلی جمادی الثانی ۱۱۸۶ھ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا شدید بارش کی وجہ سے ایک بننے کی دوکان میں تقریباً سو دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پہلی در پرانے زمانے کی بیل گاڑی) بھی ساتھ تھی۔ تین دوستوں کو اس پر سوار کر دیا۔ مگر خود پیدل روانہ ہو گئے۔

فقیر اور محمد افضل ایک رتھ (پرانے زمانے کی بیل گاڑی) میں سوار ہو گئے یہاں تک کہ حضرت قطب الاقطاب کی درگاہ کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں تالاب کے پاس ایک اونچی نیچی جگہ ہے۔ ایسی جگہ پہلی اور رتھ کا چلنا دشوار ہوتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہاں پہلے

مقبرے کے قریب ایک شکستہ مکان تھا کسی صاحب نے اس کو درست کر دیا تھا۔ فرمایا اس جگہ کو درست کرا کے تم مکان بنوادو جو اخراجات ہوں ہم سے لے لینا۔ اس کے بعد جس رتھ میں کہ یہ فقیر اور دوسرے دو آدمی تھے۔ اس میں مولانا بھی سوار ہو گئے۔

پھر مولانا نے فرمایا۔ نواب زینت محل، شاہ عالم بادشاہ وقت کی والدہ نے ایک رتھ سواری کے لئے نذر کیا ہے حکیم میر محمد افضل جو بیگم صاحبہ سے توسل رکھتے ہیں وہ اس کو اس لئے لائے ہیں کہ میں سوار ہوا کروں اور ان کے ساتھ جایا کروں میں نے کہہ دیا کبھی ہم اس پر بیٹھ جایا کریں گے مگر آج تم ہمارے ساتھ چلو۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں وطن میں پاکی پر بہت سوار ہوا ہوں، ڈولی پر بھی سوار ہوا ہوں۔ زیادہ تر گھوڑے پر سوار ہونے کا موقع ملا ہے اور میرے سواری کے گھوڑے پر کوئی دوسرا سوار نہیں ہوتا تھا میری سواری سادہ طریقے کی تھی ساز و سامان والے گھوڑوں پر احباب سوار ہوتے تھے۔ یہ ساز و سامان اور طلائی تھا اسی قسم کے چالیس پچاس گھوڑے تھے میری سواری والے گھوڑے پر اس قسم کا ساز نہ ہوتا تھا جس کو ہندی میں کندہ و پٹہ کہتے ہیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ جنگ میں آپ بعض وقت ہاتھی پر بھی تو سوار ہوئے ہیں فرمایا ہاں۔ شہر میں بھی۔ اور جنگی سفر میں بھی۔ ہم ہاتھی پر بہت سوار ہوئے ہیں۔ لیکن صرف رات میں دربار سے پاکی پر سوار

ہو کر آیا کرتے تھے۔ اور میں پاکی پر سوبھی جاتا تھا۔ میں نے پاکی کے  
کہاروں سے کہہ دیا تھا کہ اگر مجھ کو نیند آجائے تو نہ جگائیں اور اسی طرح  
پاکی کو گھر میں لا کر رکھ دیا کریں چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا جب میں بیدار  
ہوتا تو پھر اٹھ بیٹھتا تھا۔

بی بی صاحبہ اور بی بی زلیخا (والدہ حضرت سلطان المشائخ)  
کے عرس کی رات میں خادموں کی ناخوشی کی وجہ سے (جو ان کے  
آپس میں ہے) یہ طے ہوا کہ آدھے لوگ آج کی رات حسب دستور فاتحہ  
دیں گے اور نصف خادم دوسرے دن۔ حضرت مولانا نے فرمایا  
کہ یہی ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ  
کی زیارت کا دو دن موقع مل جائے گا۔ چنانچہ دو دن اسی طرح  
وہاں رہے اور ایک رات بی بی صاحبہ کے مزار پر رہے۔

## حضرت مولوی روم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا تذکرہ

قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی۔ فرمایا: آج مولوی روم کا عرس ہے اگر کوئی  
نے نواز مل جاتا تو میں اس سے کتنا کہ بجاؤ۔ سناؤ۔ دو روپے اس کے لئے  
موجود ہیں۔ یہی موقع ہے۔ اس کے بعد جب حاضری کا اتفاق ہوا تو  
حضرت مولانا روم کے فاتحے کا حلوہ عنایت فرمایا کہ تمہارے بچوں کا  
حصہ ہے۔ اور یہ تم اپنا حصہ الگ لو اور جو دوست موجود تھے ان سے کہا  
کہا کہ سب مل کر بیٹھ جائیں اور مرزا ظریف بیگ کو جو اشعار منطق الطیر وغیرہ



کے یاد تھے ان سے کہا کہ شنوی کے طرز میں خوش الحانی سے پڑھیں تاکہ دوستوں کو ذوق ہو اور لطف اٹھائیں چنانچہ انھوں نے کچھ اشعار پڑھے۔

اس کے بعد مرزا قطب بخش جو طریقے میں داخل ہو چکے ہیں اور صالح نوجوان، پاکیزہ طبیعت سپاہی ہیں ان سے ہندی دوہوں کی فرمائش کی یہ صاحب اکثر مولانا کو اشعار سنایا کرتے ہیں۔ جوش و خروش بھی رکھتے ہیں۔

اس کے بعد شاہ ظہور اللہ کو بھی شنوی کے اشعار سنانے کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا دوستوں پر ایک خاص شورش اور کیفیت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد مغرب کی اذان کی آواز آئی تو مولانا منسوب کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ الحمد للہ علی ذالک (اللہ کا شکر اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں)۔

## قطرہ تاریخ متعلقہ ترجمہ

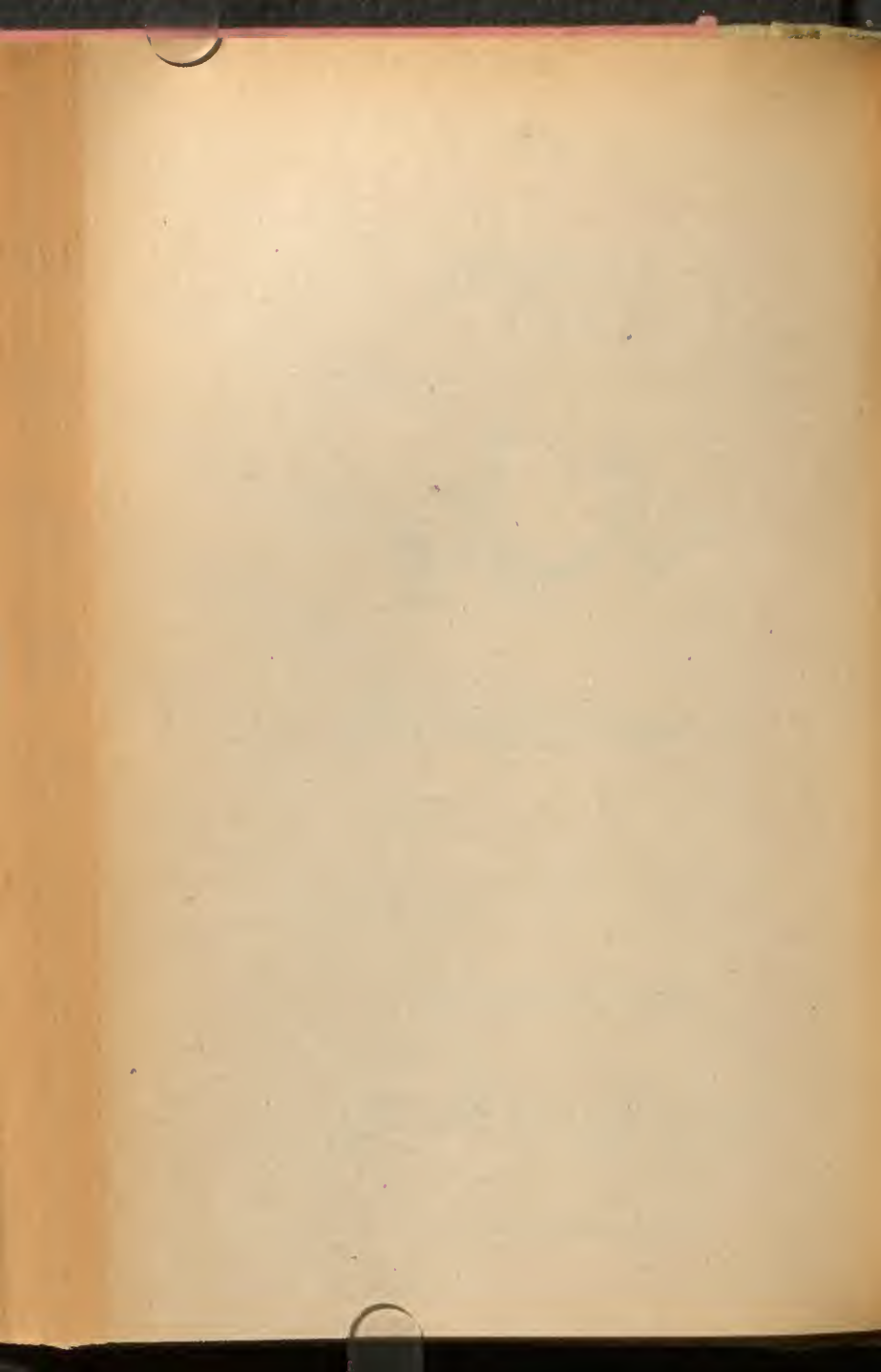
بارشاد جناب حضرت قیصر میاں صاحب  
 ہوئی تیار فخر الطالبین اردو میں عصریہ  
 ندائے غیب آئی دسراں کو یہ فضل خالق سے  
 کہ سال ترجمہ لکھو۔ کتاب بزم فخریہ

۱۳۶۷ھ

## تاریخ طبع

ہے فخر الطالبین کا ترجمہ یہ  
 جزاک اللہ شمیم مصر فخری  
 طباعت کی لکھو تاسخ لے درو  
 بحمد اللہ۔ نسیم مصر فخری

۱۳۸۰ھ





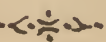


بسم الله الرحمن الرحيم

---

# مناقب مخزیه

(تالیف غازی الدین خاں نظام)



ترجمہ و ترتیب

میرنذر علی درو کا کوری

---

# فہرست

صفحہ	مضمون	نمبر
۱۹۵	تمہید	۱
۱۹۷	دیباچہ اصل کتاب	۲
۲۰۲	پہلا باب حالات میں	۳
۲۳۰	دوسرا باب عادات میں	۴
۲۴۷	تیسرا باب کرامات اور خرق عادات میں	۵
۲۸۴	چوتھا باب سماع کے طریقے میں	۶
۳۰۵	پانچواں باب تربیت کے بیان میں	۷
	مخانب مصنف تاریخی قطعات	۸
	مخانب مترجم تاریخی قطعہ وغیرہ	۹
	حصہ نظم (از مترجم) نذر عقیدت	۱۰

## تمہید

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے۔ غازی الدین خاں نظام (تخلص) کی تصنیف ہے۔ انھوں نے اسی کتاب میں تذکرہ کیا ہے کہ نواب نظام الملک میرے دادا تھے۔

صوبہ داری اورنگ آباد دکن کے دفتر میں جیب میں سرکاری ملازمت سے متعلق تھا اُس وقت میں نے وہاں کی مطبوعہ کتاب "شجرہ آصفیہ" سے استفادہ کیا تھا۔ اس کے جو نوٹ میرے پاس ہیں ان سے ظاہر ہے کہ نواب نظام الملک آصف جاہ اول تھے۔ (قمر الدین خاں ان کا نام تھا)۔

مصنف نے آصف جاہ اول سے جو خصوصیت ظاہر کی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آصف جاہ اول کو حضرت مولانا فخر جگہ والد کی دعل سے دکن کی سلطنت ملی تھی ہماری کتاب (تذکرہ اولیا راشد اورنگ آباد دکن) میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اورنگ آباد دکن کی خانقاہ میں۔ حضرت قیصر میاں صاحب اس وقت سجادہ نشین ہیں۔ چونکہ مجھ کو ان کے والد صاحب اور چچا

صاحبان کی خدمت میں نیاز حاصل تھا اس لئے جناب قیصریاں صاحب  
بڑی عزت اور عنایت فرماتے تھے درگاہ کی مسجد کی امامت مجھ سے  
متعلق فرمادی تھی۔ جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا رہا ہوں۔ انھیں کی فرمائش  
پر کتاب زیر نظر کا ترجمہ ہوا۔

جس کمرے میں حضرت مولانا فخر پیدائے ہوئے تھے اس میں  
کئی بار بیٹھنے اور توالی سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حضرت موصوف کے  
ارشاد پر حضرت مولانا فخر کی شان میں کئی چیزیں لکھی گئیں۔ خصوصاً  
”رنگ“ ہر سال عرس میں بھجایا جاتا تھا تو محفل کا عجیب رنگ ہوتا  
تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں عقیدتاً ان کو اس کتاب کے  
آخر میں شریک کر دیا گیا ہے۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید  
نولیدہ را نیست فردا امید

میرزا علی درو کا کوری  
(قلندری انوری)



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لم پند لی معبود (خدا) کی بے شمار حمد ہے اور ازلہ لی محبوب  
(محمد رسول اللہ) کی بے انتہا تعریف۔ جن کی یہ حدیث قدسی ہے۔  
(یعنی اللہ فرماتا ہے)۔

كنت كنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔  
میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لئے  
مخلوق کو پیدا کر دیا۔

یہی محبت کی تخم پاشی ہے۔ حق کے ظہور کے چمن میں حضور  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محل افشانی کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ محبوبیت کے  
نور سے خاص منظر ہر سیراب ہو کر کامل طور پر پھول پھل رہے  
ہیں۔ برگزیدہ شانوں کی مٹھاس پھل لارہی ہے۔ حق کے شہود  
کی زبردست بجلی نزدیکیوں کے دل پر چمک رہی ہے۔ یہاں تک  
اس کے آفتاب کی تجلی سے دوستوں کی روح روشن ہو گئی۔

## رُبَّاعِی

اَلْخَالِقُ بے مثال کس ہمتا نیست  
وہ بے مثال خالق جس کے برابر کوئی نہیں  
در کل شیون غیر او پیدا نیست  
اس کی شانوں اس کے سوا غیر نہیں

ہر سیوہ او دل کش اہل نظر ست  
اہل نظر کے لئے ہر سیوے کا جلوہ دلکش ہے  
دل مژدہ بوداں کہ بروشید انیسیت  
وہ دل زندہ نہیں جو اس پر رشید نہیں

ایسے منظر پر لا محدود درود۔ بے شمار صلوٰۃ جن کی۔ لولاک لما  
شان ہے۔ ایسی شان جو ربوبیت کی نشانی کو ظاہر کرتی ہے۔ ظہور کا میدان  
جن کے جھنڈے کے نیچے ہے۔ ان کی عبدیت (مبندگی) نے سلطانی علم  
بلند کیا اور جن کی محبت نے حبیبی کا کام انجام دیا۔ ان کا شرح صدر ایسی  
صبح صادق ہے جس نے صدیقیوں کے چہروں کے عارض کو بے نقاب  
کر دیا ہے۔ اور ان کے عشق کے آفتاب کی چمک نے دل روشن کر دئے  
ہیں۔ جو ان سے واقف ہوا اللہ سے واقف ہو گیا۔ اور ان میں فنا ہوا تو  
قانی فی اللہ ہو گیا۔ اللہ صلی علیہ وسلم کا محمدؐ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

## نعتہ مشنوی

فروزاں آفتاب چرخ سرمد  
سرمدی آسمان کے روشن آفتاب  
چراغ راہ حق جوئے محمدؐ  
اللہ کا راستہ دکھانے والے محمدؐ چراغ راہ  
از نور نبوت انبیا را  
انبیا کی نبوت کا نور انھیں سے ہے  
وز وفیض ولایت اولیا را  
اولیا کی ولایت کا فیض انھیں سے ہے  
چو محبوب ازل شد جلوہ آرا  
از لی محبوب جب جلوہ آرا ہوئے  
بر آمد خویش را اگر تم تماشا  
اپنے محبوب کو دیکھنے کیلئے اللہ خود سرگرم تماشا ہو گیا

برائے خویشین آئینہ ساخت  
 دریاں آئینہ عکس خویش انداخت  
 یہ عکس خویش با صد جلوہ سازی  
 سر اسرگشت محو عشق بازی  
 احد در جلوہ مرآت احمد  
 چہ گفتم - عین نور ذات احمد  
 الف در میم خود را کردہ پنہاں  
 زمیم دیگرش افروز دکتماں  
 دریں پیرایہ شد ہادی امم را  
 محمد نام زد نقش قدم را  
 چو اندر رخ افگند این پردہ کیبار  
 احد گرد داناں مشہود انظار  
 نہ مرئی ذات پاک اوست ہر چند  
 کرد دل را بجلی ہاش خود سند  
 اللہ نے اپنے دیکھنے کا آئینہ بنا کر  
 اس میں اپنا عکس ڈال دیا  
 (جن ازل کے) عکس نے سو طرح جلوہ نمائی کی  
 پھر عشق بازی میں بالکل مصروف ہو گیا  
 احمد آئینہ اور اس میں احد جلوہ گر ہے  
 کیا بیان کروں احمد عین نور ذات ہے  
 الف نے میم میں اپنے آپ کو چھپایا ہے  
 دوسرے میم نے نقاب کا کام دیا  
 اس صورت سے آپ امتوں کے ہادی ہو گئے  
 قدم کے نقش کا محمد نام پڑ گیا  
 یہ ایک دم اگر بے حجاب ہو جائے  
 تو سب نگاہوں کو احد نظر کرنے لگے  
 اگرچہ خدا نظر آنے والی چیز نہیں  
 (لیکن محمد کی صورت میں) حق کا  
 جلوہ دلوں کو مسرور کرے تبار ہتا ہے

اے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آل و اصحاب  
 اور اخیار پر امداد آن اصفیاء کے گلدستوں پر جو رنگ برنگ صفا  
 کے آسماں کے آفتاب ہیں۔ ان پر بے شمار درود۔ اور دین مبین

کے ارکان چارہ و اماموں پر بھی جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو۔ کہ اللہ ان سے راضی ہوا۔

خلاصہ خاندان رسالت و سیادت قطب ربانی محبوب سبحانی ابو محمد سلطان سید محمد عبدالقادر جیلانی الحسینی الحسینی رضی اللہ عنہ پر بھی اللہ کی رحمت ہو۔

غیر کی خوشبو و الاقلم ذوق و شوق کے نعموں میں محبت کی داستان بلبُل کی طرح بیان کرنے کی فکر میں ہے اور قلم ہزار داستان لکھنے کی دھن میں اس طرح گوہر نشاں ہے افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات آن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث شریف ہے۔

من احب شیئاً اکثر ذکرہ  
جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا اکثر  
ذکر کرتا رہتا ہے۔

یہ کمترین فخری درگاہ کے ادنیٰ غلاموں میں ہے اور ان کی نگاہ تبسم کا خربیدا ہوا ہے۔ زبدۃ الواصلین، قدوۃ العارفين، رمزدان اسرار ربانی، سیدی، سندی، مرشدی، قبلہ القواد، کعبۃ المراد، مولانا محمد فخر الدین وہ بزرگ ہیں جن کو آن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے اولیاء محب نبی کہتے ہیں۔



۵۔ آں کہ نامش چو برم نذر کف لخت جگر  
 بر کشم شیرہ جاں را و زباں سازم تریہ  
 کمترین نے موصوف کے حالات اکثر نظم کئے ہیں۔ اور خدا  
 کے فضل سے ان کی ہر رگی، ان کے رشد و ہدایت، ان کے خرق  
 عادت، کو اب نشر میں جمع کر کے مناقب فخریہ نام رکھ دیا  
 ہے۔ اس میں پانچ باب ہیں۔

پہلا باب :- حالات میں۔

دوسرا باب :- عادات و اطواریں۔

تیسرا باب :- کرامات و خرق عادت میں۔

چوتھا باب :- سماع کے طریقے میں۔

پانچواں باب :- طور اور تربیت میں۔



۱۔ یعنی چاہتا ہوں کہ روح کے شیرے سے زبان تر کرتے ہوئے آپ کا نام لوں پھر  
 جگر کا ٹکڑا نذر میں پیش کر دوں۔ درد کا کوروی۔

# پہلا باب

## حالات میں

حضرت مولانا شاہ نظام الدین چشتی (کاکوروی) اورنگ آبادی،  
آپ کے والد صدیقی نسب رکھتے ہیں۔ حضرت موصوف کے ہزاروں  
مرید اور ان میں سے اکثر صاحب حال اور صاحب کمال بھی گزیرے  
ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں نے مردے بھی زندہ کئے ہیں۔  
آپ کا اصل وطن پوربھ ہے وہاں سے تحصیل علم کے لئے،

---

اے اورنگ آباد کن کے ایلیا اللہ کا ہم نے تذکرہ لکھا ہے۔ اس میں  
وطن وغیرہ کی تفصیل دیکھئے۔ درد کا کوروی۔

شاہ جہاں آباد (دہلی) آئے اور یہاں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ اُن کے یہاں پہنچے تو حضرت شیخ کلیم اللہ کے یہاں کانے کی مجلس ہو رہی تھی اور مقررہ شرائط کے مطابق مجلس سماع میں اغیار کو جانے کی اجازت نہ تھی، آپ نے دستک دی۔ حضرت شیخ صاحب کے مریدوں میں سے ایک صاحب آئے اور موصوف ملے۔ پھر اندر جا کر حضرت شیخ صاحب کو اطلاع دی، آپ کا نام اور حال بیان کر دیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ بلا لو انھوں نے عرض کیا یہ ایک اجنبی صاحب ہیں اور اجنبی (غیر) کے لئے تو محفل سماع میں آنے کی ممانعت ہے۔

زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوا کہ یہ صاحب اجنبی (غیر) نہیں ہیں۔ اتنا سنتے ہی انھوں نے حضرت نظام الدین کو اندر بلا لیا۔ حضرت شیخ تعظیم سے پیش آئے۔ آپ نے شاگردگی کا ارادہ ظاہر کیا۔ شیخ صاحب نے ہمیشہ کے لئے قبول و منظور کر لیا۔ آپ مہمانوں کی طرح رہنے لگے۔ حضرت شیخ کے مریدوں کی حالت اور ذوق و شوق دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔

ایک دن حضرت شیخ یحییٰ مدنی کا مرید جو ساکن مدینہ اور شیخ یحییٰ کے پاس سے آیا تھا۔ اس نے جیسے ہی شیخ کلیم اللہ کو دیکھا بے ہوش ہو کر گر پڑا، حضرت نظام الدین کو بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ ان کو ایسی کیفیتیں دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے پوچھا سب نے کہا ایسے ہی کیفیات ہوتی ہیں۔ یہ حالات

دیکھ کر اعتقاد اور ارادت میں اور بھی تقویت ہو گئی۔ انتہائی ارادت اور خلوص سے شیخ کی خدمت کرنے لگے۔ آخر ایک دن نصیبہ جاگ اٹھا اور کل اسے مہونہ باوقافہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے) نے نقاب الٹ کر معنی کے چہرے کو روشن کر دیا۔

(جب مجلس سے) حضرت شیخ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ نے عقیدت مندی سے نعلین مبارک سامنے لا کر رکھ دیں تو حضرت شیخ نے نگاہ عنایت سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ باطنی علوم کی کتابوں کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے اس پر حضرت شاہ نظام الدین نے خادمانہ انداز میں عرض کیا۔

پسردم تو بایہ خویش را      تودانی حساب کم و بیش را  
اتنا سنے ہی حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کو یاد آ گیا کہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی نے فرمایا تھا کہ نظام الدین نام ایک طالب تھا رہے پاس آئے گا اور وہ یہ شعر پڑھے گا جو اوپر لکھا گیا) وہی ہماری نسبت کا مالک ہو گا۔ اس لئے حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی نے۔ ان الذین یبایعوننا انما یبایعون اللہ و اللہ فوق ایدینہم۔ کے تحت ان کو مرید کر لیا۔

لہٰذا ترجمہ کی پیشی کا حساب آپ جانئے ہیں نے تو اپنا سرمایہ آپ کے سپرد کر دیا ہے۔

لہٰذا یہ قرآن شریف کی آیت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے نبی آپ سے جو بیعت کرتے ہیں۔

(آپ کے مرید ہوتے ہیں) وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ درود کا کوڑی۔



اور کچھ دن اپنے پاس رکھ کر مختلف نعمتوں سے سرفراز کرتے ہوئے سرزمین دکن کی طرف جانے کا حکم دیدیا کہ وہاں جا کر مخلوق خدا کی ہدایت یعنی اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہو جائیں۔ نواب نظام الملک آصف جاہ جو اس راقم کے دادا تھے وہ آپ کے مرید ہو گئے۔

شرف و ولایت آثار خواجہ کامگار خاں جو آپ کے مقرب خلیفہ ہیں انھوں نے ایک کتاب آپ کے حالات وغیرہ میں لکھی ہے جس کا نام احسن الشائل ہے لہ

اگرچہ یہ نسخہ حالات کے لحاظ سے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ تاہم اس سے طالبوں کے ذوق شوق میں ترقی ضرور ہوتی ہے۔ اس اہتر نے بھی ایک شہنوی فخریتہ النظام، لکھی ہے۔

حضرت مولانا فخر علی والدہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کمترین غلام کی دادی کی بہن ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا فخر علیؒ میں فرخندہ بنیاد اور رنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت شیخ کلیم اللہؒ کو آپ کے پیدا ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے ایک خاص لباس آپ کے لئے بھیجا اور حضرت شاہ نظام الدین کو "مولانا فخر الدین" نام رکھنے کے لئے تحریر فرمایا اس کے

---

لہ اورنگ آبادی دوست جناب گیسو دراز خاں صاحب نے بیان کیا تھا کہ اس کا قلمی نسخہ میرے پاس ہے۔ درد کا کوری۔

علاوہ اور بہت سی بشارتیں بھی تحریر فرمائیں۔

بعرسات سال مولانا فخر محمد گوہر (قبوہ - کافی) کے پانچ دانے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خواب میں عطا فرمائے۔ جب بیدار ہوئے تو یہ دانے ہاتھ میں موجود پائے۔ بنور پاطن آپ کے والد ماجد اس مقصد پر مطلع ہو گئے اور کہا اے فرزند تمہانہ کھانا۔ چنانچہ آنکھوں نے ان دانوں کو والد کے سامنے پیش کر دیا۔ والد نے کچھ دانے نوش فرمائے اور باقی مولانا فخر محمد نے کھائے۔ اس فخر خاندان کو والد بہت چاہتے تھے اور ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے۔

شہر میں ایک صاحب کمال مجذوب رہتے تھے وہ اکثر حضرت شاہ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مولانا فخر محمد کو گود میں لے کر کھلایا کرتے، ایک روز چاہاکہ کچھ تصرف سے کام لیں۔ حضرت صاحب (شاہ نظام الدینؒ) نے اُن سے کہا آپ کی توجہ کا بہت شکریہ لیکن تصرف سے محاف رکھئے مجھ کو اس بچے سے بہت کام لینا ہیں۔ محبوبیت کے چمن کا یہ پھول صاحب حال اور صاحب کمال تھا حضرت صاحب قبلہ جو کچھ راز و نیاز رکھتے تھے یہ بات کسی کو حاصل نہ تھی۔

مولانا فخر محمد کے بڑے بھائی غلام محمد اسماعیل دنیا کی طرف زیادہ متوجہ تھے۔ ان کو حضرت صاحب قبلہ نے کامنگار خاں کامرید کر دیا تھا۔ تین چھوٹے بھائی اور تھے۔ غلام معین الدین۔ غلام بہاء الدین۔ غلام کلیم اللہ۔ یہ مولانا فخر محمد کے مرید تھے۔ لیکن یہ

تینوں حقیقی برادر نہ تھے۔

اب مولانا فخر (۱۶) سال کے تھے کہ حضرت صاحب قبلہ کے وصال کا زمانہ قریب آگیا۔ اس وقت قاضی کریم الدین خاں (جو حضرت صاحب قبلہ کے داماد تھے وہ) حاضر تھے ان سے کہا کہ میرے فرزند مولانا فخر الدین کو جلد بلاؤ۔ انھوں نے بلا لیا، یہ آئے تو حضرت صاحب نے پٹا لیا اور تھوڑی دیر تک سینے سے لگائے رہے اور تمام باطنی نعمتیں ان کو عطا فرمادیں اور دھرم و روح پر فتوح عالم قدس کو پرواز کر گئی اور جسم کو آرام مل گیا۔

مولانا اس واقعے کے پیش آجانے سے بے اختیار گر پڑے۔  
۱۶۲ھ میں یہ سانحہ پیش آیا تھا۔ خجستہ بنیاد اورنگ آباد میں حضرت صاحب قبلہ یعنی شاہ نظام الدین کا مقبرہ ہے ایک عالم زیارت سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔ ہر سال آپ کے عرس میں کثیر مجمع ہوتا ہے۔ طیب اللہ شراہ و جعل الجنة مشواہ۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل یتقلون من دایر الی دایرہ

حضرت صاحب کی رحلت کے بعد مرشد زادے نے مرتبہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے ہمت باندھی تین سال میں تمام

۱۶ (ترجمہ) انڈان کی جگہ کو خوشبودار بنائے اور جنت میں جگہ دے۔ آگاہ ہو جاؤ اللہ والے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ درد کا کوروی۔

کمال علم حاصل کر لیا۔

العلماء انما الله (علماء اللہ کے امین ہیں) والنظر علی  
وجہ العالم عبادہ (عالم کے چہرے پر نظر ڈالنا عبادت ہے)  
ان نادر فضیلتوں سے مولانا نے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا۔ پھر سال  
تک آپ نے رات دن بڑی بڑی ریاضتیں کیں کہ عقل اُن کے  
ادراک سے عاجز ہے۔ آپ ایسی منزل پر پہنچ گئے کہ حق کے مواوہ  
کوئی نظروں میں نہ رہا۔ انتہائی عقل رسا اور فہم بلیغ کے لحاظ سے آپ نے  
ظاہری طور پر ایسا رندانہ طریقہ اختیار کیا کہ ظاہر میں حضرات کے  
الدم دُگمگانے لگے اس طرح حقیقی طالبانِ حق کی جانچ اور امتحان  
منظور تھا یہاں تک کہ آپ کی طرف سے لوگ بدگمان ہو گئے اور آپ  
کے قیمتی اوقات میں خلل ڈالنے لگے۔ حاسدوں نے برا کہنے کے  
لئے اپنی ایک ٹولی بنالی تھی مولانا کے دوستوں کو بہت بُرا معلوم  
ہوا۔ خدا نے آپ کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھا۔

بدتوں نے اب نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمت یار خاں (رام  
کے چچا) ان دونوں کے ساتھ آپ فوج کشی اور شمشیر زنی میں مصروف  
رہے۔ اس حالت میں بھی ہمیشہ روزہ رکھا کرتے۔ زبان مبارک  
سے فرماتے ”میں تمام رات پال میں تنہا بیدار۔ اور یادِ خدا میں مشغول  
رہتا ہوں پھر دوسرے ظاہری کاموں کی طرف بھی متوجہ نہ ہونا  
پڑتا ہے مگر خدا کی یاد سے غفلت نہیں رہتی یہ خدا ہی کا احسان ہے۔



میں نے بعض عملوں میں چالیس دن تک ایک ہی لباس میں زندگی گزار دی لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ کپڑے نہ بدلنے کی کیا وجہ ہے۔  
سبحان اللہ مولانا کی متانت اور ہمت پر آفریں ہے۔

فرماتے تھے کہ ہمت یا رھاں۔ کیمیا بنایا کرتے تھے۔ اور فوج کی جتنی بھی تنخواہ طلب کی جاتی دیتے رہتے۔ مجھ سے خوشامد سے کہتے کہ آپ کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس کو ضرور سیکھ لیں۔ زندگی کا کیا اعتبار دنیا فانی ہے۔ میں نہ رہا تو یہ علم بھی جاتا رہے گا۔ مگر ہم نے کیمیا بنانا سیکھی نہیں۔

آپ سے میں نے ایک اور قصہ بھی سنا ہے وہ یہ کہ ہمت خاں جب قلعے کی طرف فوج کشی کے لئے جا رہے تھے تو وہاں ایک سانپ تھا کوئی جاندار اس سے بچ نہیں سکتا تھا۔ غدار لشکر کو گاؤں والوں نے اسی جگہ ڈیرہ لگانے کی رائے دی تھی۔ ہم لشکر سے کچھ دور ہٹے اور حسب معمول علیحدہ مشغولی میں مشغول ہو گئے مشغولی کے بعد ہم نے ذرا آرام کیا تھا کہ سبز رنگ کا چھوٹا زہرا کو در سانپ درخت سے ہمارے سامنے آکر گرہ دیکھتے ہی میں نے اس کو حملے کا موقع نہیں دیا اندھ کٹاری میان سے نکال کر اس کے سر پر ماری وہ اتنا ترپا کہ جس کی انتہا نہیں مگر خدا کے فضل سے میں نے اُس کو مار ڈالا۔ آخر معلوم ہوا کہ یہی سانپ تھا جس سے کوئی جاندار بچ کر نکل نہ سکتا تھا۔

بندے کا خیال ہے کہ اس میں بھی حکمت الہی تھی۔ کیونکہ  
حضرت مولانا دافع بلیات ہیں۔ خدا نے اس طرح بندوں  
کی حفاظت کا انتظام کر دیا۔ بیت۔

گرچہ حق خودی کند کار جہاں داشت بر خاصان خود بنیاد آں دست انیاں در حقیقت دست اوست ہست ایناں بے تکلف ہست اوست	اگرچہ خود حق دنیا کا انتظام کرتا ہے لیکن اپنے خاص بندوں پر اس کی بنیاد رکھ دی ہے اللہ والوں کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہے ان کا وجود بے تکلف حق ہی کا شہود ہے
--	--

یہ چوآن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث قدسی دیکھنے  
میں آئی ہے کہ۔ اولیائی تحت قبائی لایعرفہم سوائی۔ ایسے ہی بزرگوں  
کی شان میں ہے (اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ میرے اولیا میری قبا  
کے نیچے ہیں۔ میرے سوا ان کو۔ کوئی پہچانتا نہیں)۔ گویا دریا کو زب  
میں سمایا ہوا ہے یا ایک آفتاب ہے جو درپردہ جلوہ گر ہے۔ رباعی۔

حسن و قدر بے نامے تو می زبید بس وین شان دل آرائے تو می زبید بس بایں نگہ کم چہ ادا ہا داری لے شوخ من این ہائے تو می زبید بس	آپ کا زیبا قدر اور حسن کتنا بھلا معلوم ہو رہا ہے یہ دل آرائی کی شان کتنی اچھی معلوم ہو رہی ہے کم نظری پر اداؤں کا یہ حال ہے اے محبوب تیری شوخیاں کتنی دلکش ہیں
---	---

اس خزانے کے جمع کرنے میں اللہ کی حکمت پوشیدہ تھی گو یا جناب باری نے خاص طریقے سے اپنی نعمتوں کو ہم لوگوں کے لئے مخصوص فرما دیا تھا، اس کے علاوہ اسباب ہتیا کر دئے اور جب مخلوق کو اس سے نفع پہنچانا منظور ہوا تو خدا نے مولانا کی خدمت اور مولانا کے قریب بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا ہم لوگ ادب کی وجہ سے بہت کم درستانہ طریقے کو کام میں لاتے تھے تاہم آپ کے کمالات کی جستجو میں لگے رہتے جب مولانا کو اس کی خبر ہوئی تو مولانا اور نگ آباد چلے گئے۔ گویا ہاں بھی یہ کیفیت رہی کہ حضرت شاہ نظام الدین کے ایک خلیفہ صاحب کمال نے دل سوزی اور خیر اندیشی کے لحاظ سے مولانا کی خدمت میں بیعت اور عقیدت کے طور پر کچھ عرض کیا مولانا نے اپنے کمال کو پوشیدہ رکھتے ہوئے کچھ رندانہ جواب دے کر فرمایا۔ بشریت سے کوئی بشر خالی نہیں۔ دعا کرو کہ جیسا ہونا چاہئے اللہ ویسا کر دے اور جو بات نہ ہونا چاہئے وہ نہ ہو۔

ایک دن صبح مولانا کو نہ معلوم کیا خیال آیا کہ قوت باطنی سے ان کی نسبت سلب کر لی چونکہ وہ بھی باکمال انسان تھے سمجھ گئے اور معافی چاہی اور عرض کیا کہ محض خیر اندیشی اور خیر طلبی کی نظر سے اس نیا بند نے ایسا کہا تھا۔ الحمد للہ جیسا دل چاہتا تھا میں نے آپ کو ویرسا ہی پایا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے آپ کو بہت چھپا کر رکھا ہے۔ اس کے بعد مولانا نے سلب شدہ نسبت کو انھیں واپس کر دیا۔

اسی زمانے میں ایک اور قصہ رنگ لایا وہ یہ کہ ایک شخص کسی امیر آدمی کا خون کر کے بھاگا ہوا آیا۔ اور پناہ چاہی مولانا نے اس کو چھپا دیا اور جب مقتول کے وارث سراغ پا کر یہاں آئے۔ اور فریاد

کی تو مولانا نے فرمایا اگر میرے مکان کا پتہ ملا ہے تو مکان حاضر ہے۔  
 ڈھونڈو لودہ ان کی اتنی ہمت نہ تھی۔ واپس چلے گئے۔ مگر اس تاک میں  
 رہے کہ جب کبھی یہاں ملے تو اس سے بدلہ لیں۔

حضرت مولانا نے اس قاتل سے کہا کہ دیکھو تمھارے بچے کی صفت  
 ایک ہی صورت ہے کہ تم یاد الہی میں غرق رہو۔ ورنہ یہاں سے چلے  
 جاؤ۔ اس نے فرمان والا کی تعمیل کی اور جس طرح آپ نے بتایا  
 اس طرح خدا کی یاد شروع کر دی چند روز میں یہ حالت ہو گئی کہ  
 مجذوب ہو گیا۔ اندر سے خود ہی باہر آ گیا۔ پھر تو اس کی یہ حالت ہو گئی کہ  
 جس پر وہ نظر ڈالتا اس کی حالت بدل جاتی اور جو زبان سے کہہ دیتا وہی  
 ہو جاتا، بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے تھے اس لئے بہت لوگوں نے  
 اس کو بچالیا۔ وارثوں نے جب یہ دیکھا کہ اب یہ شخص مجذوب فقیر  
 صاحب تاثیر ہو گیا ہے تو عداوت اور قتل کا خیال ہی چھوڑ دیا وہ گروہ  
 جو اس سلسلے میں حضرت مولانا کا مخالف ہو گیا تھا وہ مولانا کا حلقہ بگوش  
 ہو گیا۔ بلکہ اس کے ذریعے تمام دکن میں اس واقعے کی شہرت ہو گئی تو  
 مولانا نے چاہا کہ کہیں اور چلے جائیں اور اپنے کمالات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

## دہلی کو روانگی

مولانا نماز میں تھے کہ آپ کے کان میں یہ آواز آئی کہ  
 بندگیل باش آزادے پسر تعلقات چھوڑ کر آزاد ہو جاؤ



اور حضرت خواجہ اجمیری سے دہلی جانے کا حکم مل گیا۔ آپ صرف دو آدمیوں (شیدی قاسم حبشی غلام اور محمد حیات ملازم) کو ساتھ لے کر پیدل دہلی چل دئے۔ اجمیر پہنچنے تک کہیں نہیں ٹہرے۔ غیبی اشارے کے بغیر آپ کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ خرق عادت بھی آپ کی خواہش کے مطابق ہوتا تھا۔ چنانچہ ثنوی فخریۃ النظام میں اس کو بیان کیا گیا ہے اور یہاں بھی لکھا جائے گا۔

## لباس

حضرت مولانا خاص طریقہ کا لباس پہنتے تھے۔ جو زنتاری ہوتا تھا دستار بھی حسب معمول ہوتی کمر کا پٹکہ بہت ہی لمبا ہوتا تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کا سالباس بنائے یا پہنے۔ پھر خود ہی آپ نے اس کو چھوڑ کر درویشانہ جبہ اور کلاہ پہننا شروع کر دی۔

جب آپ دہلی پہنچے تو ایک بڑھیا نے دیکھ کر کہا، اے بیٹے تو کہاں چلا گیا تھا۔ تیری جدائی میں جان کیاب ہو گئی پھر غسل کے لئے پانی گرم کیا۔ غسل کے بعد لذیذ کھانا لائی ایک لباس حاضر کیا جو بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ مولانا پہنا کرتے تھے۔ حضرت سمجھے کہ خدا کی طرف سے بے ناچار قبول کر لیا۔ پھر چھوڑ چھاڑ کر چل دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور اس سے کہا میں تمھارا لڑکا نہیں ہوں اگر میری صورت اس سے ملتی ہوئی ہے تو تم اس دھوکے میں اپنا پیسہ ضائع نہ کرو۔ اس نے کہا

چاہے دھوکا ہی کیوں نہ ہو لیکن مجھے خدمت کرنا منظور ہے۔ مولانا کو یقین ہو گیا کہ یہ غیبی عطیہ ہے۔ راستے میں ایک بت خانہ پڑا حضرت وہیں ٹہر گئے۔ اتنے میں وہاں ایک ہندو نابینا عورت آئی اور اُس نے پکار کر دریافت کیا کہ محمد فخر الدین نام کا یہاں کون سا مسافر ہے جو یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ مولانا نے کہا میں ہوں اس ناچیز بندے سے کیا کام ہے۔ بڑھیا اتنا سنتے ہی قدموں پر گر پڑی کہ خدا کے لئے میری آنکھیں روشن کر دو۔

مولانا نے کہا ارے نیک بخت تجھ کو یہ کس نے سکھا دیا ہے میں ایک سپاہی مسافروں، کہاں میں کہاں یہ کام۔ اُس نے کہا بہت عرصے سے میری یہ حالت ہے میں جس بت کی پوجا کرتی ہوں میں نے اس سے کئی بار کہا وہ ہر بار یہی جواب دیتا تھا کہ شفا کا وقت آنے دے آنکھ کی روشنی واپس آجائے گی۔ آج اُس بت نے کہا کہ تجھ کو شفا دینے والے ایک بزرگ ہیں جن کا نام محمد فخر الدین ہے اور وہ نلاں جگہ ٹہرے ہیں تو وہاں جا۔ اس کے پتہ بتانے پر میں آپ کے پاس آئی ہوں ورنہ میں تو آپ کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔

## دربانی

خواہد چو خدا درخت را بویابد  
وز سنگ گیاہ سبز تر رویابد  
جب خدا کو درخت پیدا کرنا منظور ہو تا ہے  
تو پھر سے سبزہ نکال دیتا ہے

بنگر در قدش - میا در شبہات گاہے صمد از صنم سخن گو یاند  
 اس کی قدرت میں کسی قسم کا شک نہ کہ کبھی صمد صنم کی زبان سے گویا ہو جاتا ہے  
 جب آپ نے دیکھا کہ خدا کا یہی حکم ہے تو اُس کی آنکھوں پر ہاتھ  
 پھیر دیا۔ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اُسی وقت آپ وہاں سے آگے بڑھ گئے  
 کہ کہیں شہرت نہ ہو جائے۔ جو لوگ ساتھ تھے اُنھوں نے یہ قصہ دوسروں  
 سے بیان کیا تو مولانا کو اچھا نہیں معلوم ہوا۔ کئی منزلیں طے کرنے کے  
 بعد خیریت سے دارالخیراجمیر پہنچے۔ تھوڑی دیر وہاں ٹہرے زیارت  
 کی اور دہلی کی طرف رُخ کر دیا۔

پھر حضرت قطب الاقطاب بختیار خاں کی درگاہ میں جا کر ٹہرے۔  
 رات کا وقت تھا۔ دُفعے شریف کا دروازہ بند تھا۔ وہاں کا قاعدہ تھا  
 کہ شام سے دروازے کو بند کر دیا جاتا تھا، اگر بادشاہ بھی آجائے تو کوئی  
 دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ اتفاق دیکھئے کہ خود خدام کو درگاہ کا دروازہ  
 کھولنے کی کوئی ضرورت پیش آگئی۔ اسی وقت حضرت مولانا درگاہ  
 میں گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کی مسجد میں اعتکاف  
 کے لئے بیٹھ گئے۔

محمد امان نامی وہاں ایک صاحب تھے جو وہاں کے امانیوں  
 میں تھے۔ حضرت خواجہ قطب کی روح مبارک کی بشارت پر  
 آپ کے مرید ہو گئے اور آج تک خلفاء میں ہیں۔ وہاں سے منہمت  
 ہو کر حضرت مخدوم نصیر الدین قدس سرہ العزیز کے یہاں آئے

اور وہاں سے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے دل کو مقصود المشتاقین کی زیارت سے خوش کیا۔ اس کے بعد حضرت عارف باللہ شیخ کلیم اللہ کی زیارت سے مستفید ہوئے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ کے صاحبزادے بڑے تپاک اور محبت سے پیش آئے اور دو تین دن بہت خوشامد سے مہمان رکھا اس کے بعد مولانا بنے کڑے پھلیں میں ایک حویلی کمرائے پر لے لی وہ مکان آپ کے قدموں کی برکت سے رشک چمن بن گیا آپ نے وہاں درس دینے کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ اور یہاں بیعت کا بھی سلسلہ تھا۔ ہمارے مخدوم۔ منظر اللہ الصمد۔ حضرت نور محمد سلمہ اللہ الاہدائی مقام پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حافظ خورم حافظ قاسم۔ مرزا حسین اکبر آبادی اور مرزا حسین دہلوی بھی یہیں مرید ہوئے۔ مذکورہ الصمد مرزا سپہ گری کے فن میں پکٹائے روزگار تھے اور چونکہ مولانا کو بھی اس فن میں کافی دخل تھا اس وجہ سے مرزا صاحب کو آپ سے ایک قسم کی خصوصیت اور ربط پیدا ہو گیا تھا۔ مرزا کی ملاقات ہی اسی ضمن میں ہوئی تھی۔

مرزا نے اپنے چھوٹے بھائی کو جولاہوں میں تھے لکھا کہ اب میرا دل یاد الہی کی طرف راغب ہو گیا ہے اگر کوئی فقیر صاحب وہاں ہوں تو اطلاع دو۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ



یار در خانہ دُ تو گم دجہاں می گردی	مرشد گھر میں اور تم ادھر ادھر پھرتے ہو
آب در کوزہ دُ تو لشنہ دہاں می گردی	کوزے میں پانی موجود ہے اور تم پیسے چکر لگاتے ہو

حضرت شاہ نظام الدین اور نگ آبادی کے صاحبزادے مولانا فخر الدین دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں آج ان سے بڑھ کر بزرگ اور فقیر کون ہے مرزا نے خط دیکھا پھر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت نظام الدین اور نگ آبادی آپ کے والد تھے ارشاد فرمایا ہاں میں انھیں کافر نہ ہوں اتنا سنتے ہی آپ کے قدموں پر گر پڑے اور نا واقفانہ جسارتوں کی معافی چاہی اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ فرمایا۔ مرزا ہمارے تمہارے درمیان دوستانہ مراسم ہیں اور ہم سپاہی پیشہ انسان ہیں آج تم کو کیا ہوا ہے جو ایسی باتیں کر رہے ہو۔ مرزا نے خط پیش کر دیا۔ حضرت مولانا مرزا صاحب کا اشتیاق دیکھ کر۔ مرزا کو خاص حجرے میں لے گئے اور مرید کر لیا۔ مولانا اپنی شہرت پر رنجیدہ ہو گئے۔

لیکن مرزا صاحب انتہائی خوشی میں زاد و قطار روانہ ہو گئے۔ اتنا روئے کہ باہر کے لوگ آواز سن کر یہ سمجھے کہ شاید مرزا صاحب کے عزیزوں میں سے کوئی مر گیا ہے۔ اور یہ مامی خط ہے تبھی تو مرزا صاحب اس طرح رو رہے ہیں۔ اور حضرت ان کی یہ حالت

دیکھ کر ترجم اور غمگساری کے لحاظ سے رونے میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس وجہ سے غمگین ہیں۔

آخر جب مرزا صاحب نے حجرے سے باہر آکر شیرینی تقسیم کی تو لوگوں کو اصل بات معلوم ہوئی۔

۱۱۶۰ھ میں حضرت مولانا شاہ جہاں آباد میں تشریف لائے اس کے بعد شاید سال بھر رہے ہوں گے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر کی زیارت کے لئے پیدل تشریف لے گئے۔ اس سفر میں مولانا نور محمد اور ایک غلام کے سوا حضرت مولانا کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ امام ناصر الدین کے مزار کے طواف کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سوئی پت اور سید شمس الدین ترک اور حضرت شاہ شرف پوری قلندر کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لے گئے پیدل چلنے کی وجہ سے آپ کے پیروں میں چھلے پڑ گئے۔

درباعی

یہ تباہ نہیں ہماری آنکھ رو رہی ہے  
اس کی تعریف میں ہونٹ کا پھال بھی جیلن ہے  
اند کی محبت کے تلو جابی۔ جام جوش میں آگئے  
اس کے غم کی شراب کا شیشہ رو رہا ہے

آں آبلہ نیست چشم مانا لاں ست  
تب خالہ لب بوصف او جیاں ست  
صد جام جابے مے عشقش در جوش  
مینائے شراب غم او گریاں ست

القصد مولانا نے ایک یابو (گھوڑا) کرایہ کیا۔ مگر سوار نہیں ہوئے۔  
منزل بہ منزل یابو کرایہ کرتے اور کسی پیچھے رہے ہوئے کو سوار کر لیتے  
اور خود اسی طرح پیدل چلتے۔ کرایہ لینے والے مولانا نور محمد سے دریافت  
کرتے اور کہتے یہ کیسے آدمی ہیں کہ کرایہ تو دے رہے ہیں اور خود پیدل  
چل رہے ہیں اُنھوں نے کہا اگرچہ یہ لاابالی مزاج کے ہیں مگر بڑے  
خوش اخلاق ہیں ہماری یہ مجال نہیں کہ دم ماریں۔

پھر حضرت محترم اللہ نقشبندی جن سے حضرت شیخ کلیم اللہ راج  
تک نقشبندی سلسلہ پہنچتا ہے۔ ان کے اور دوسرے مزاروں اور  
مقبروں کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے وہاں سے حضرت نے  
ہزار سیب خرید کر ساتھ لے لئے۔ جب پاک پٹن پہنچے تو زیارت  
کے بعد اس حجرے میں جو روضے کے پاس ہے اور جس کی چوڑائی  
دیرھ گزہ ہو گی اور لمبائی دو گزہ۔ وہاں اکیلے مشغولی کیا کرتے تھے۔

دیوان شیخ محمد یوسف اُس وقت وہاں صاحب سجادہ تھے  
جس وقت ان کی ملاقات ہو گئے تو دلائی سیب ہدیہ تیار کر کے  
شیخ محمد یوسف صاحب بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے  
ان کو دلائی سیبوں کی تلاش تھی تاکہ کمزوری رفع ہو جائے اس لئے  
دلائی سیب پہنچنے سے بہت خوش ہوئے بلکہ معتقد ہو گئے اور خلوص کا  
اظہار کیا۔ غلام مرتضیٰ اور دوسرے حضرات بیعت سے مشرف  
ہوئے کچھ روز قیام کرنے کے بعد پھر دہلی واپس آ گئے۔

سائیں اللہ دیا۔ وہیں سے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ خوش نصیبی دیکھئے کہ اُنھوں نے آستانہ مبارک جا رو بکشی میں اپنی عمر گزار دی اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ فردیت کا آفتاب روضہ منورہ کے نور سے سعادت کے آسمانوں پر جلوہ گر ہو گیا۔

ایک دن روضہ کا طواف کرتے ہوئے ایک درویش بہشتی دروازے کے سامنے نظر آئے۔ مولانا فخر نے فرمایا خدا کے بندوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے سیفی پڑھنا اچھا نہیں۔ درویش صاحب واقعی سیفی پڑھ رہے تھے اس کشف سے متفق ہو کر اُنھوں نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے عرض کیا کہ بندے کو کوئی عمل مرحمت فرمایا جائے۔ مولانا نے جوش میں آکر فرمایا کچھ نذر پیش کر۔ درویش نے عرض کیا میں فقیر ہوں میرے پاس کیا ہے فرمایا کہ اٹھارہ روپے تمہارے فلاں جگہ رکھے ہوئے ہیں مگر وہ تمہارا مال نہیں ہے عرض کیا کہ میں نے اُس کو قرآن مجید کے ہدے کے لئے رکھا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ سنو اگر ہم کو ایسے عمل معلوم ہوں بھی۔ تو ہم کسی کو نہ بتائیں کہ وہ خلق اللہ کی تکلیف کے لئے اس کو پڑھیں۔

ایک روز راستے میں مولانا نور محمد سے ارشاد فرمایا کہ آج کل دکن کی طرف سے تشویش پیدا ہو گئی ہے آخر اسی زمانے میں خبر ملی کہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ (اس احقر کے چچا) جن سے حضرت صاحب سے بہت کچھ ربط غبط تھا ان سے اور سحر اللہ خاں ہمشیر زادے سے



لڑائی ہوئی اور عبدالبنی افغان جو انھیں کا پروردہ تھا اور انھیں کا  
نمک خوار اسی کے ہاتھوں تا صر جنگ نے شہادت پائی۔

القصد شہر دہلی کو مولانا نے اپنے قدموں سے زینت بخشی اور  
(محلہ) کٹرہ پھیل میں کچھ روز قیام کر کے اس مدرسے میں رہنا اختیار  
کیا جو احقر کے والد کا بنایا ہوا مدرسہ ہے۔ یہ اجمیری دروازے کے باہر  
ہے اور وہیں درس میں مشغول ہو گئے۔ احقر کے چچا کے بعد احقر کے  
کے والد جو بارگاہ سلطانی سے دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوئے تھے  
حضرت محبوب الہی کی زیارت کے لئے آئے، یہ بندہ بھی آپ کے  
ہمراہ تھا۔

شاہ عبدالقادر جو حضرت نظامی کے مقربوں میں تھے اور آستانہ  
عالی کی جادو بکشی کیا کرتے تھے ان کے مکان سے حضرت مولانا  
مسجد نظام میں تشریف لے آئے۔ والد کو یہ معلوم کر کے بہت مسرت  
ہوئی حضرت مولانا اس وقت اپنی عنایت سے اس کمترین سے باتیں  
کر رہے تھے۔ اس زمانے میں یہ احقر سترہ سال کا تھا لیکن کلام مجید  
کے حفظ اور علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کر چکا تھا  
مولانا اس بندے سے بات چیت کر کے بہت اظہار مسرت  
فرماتے رہے۔

بعیت کے بعد اس عنایت کا سبب معلوم ہوا۔ (اور حضرت کو  
اس بات کا خود علم تھا) کہ اس غلام نے خدمت گرامی میں رہ کر

اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ حضرت محبوب الہی والے عرفان کا  
چراغ مولانا نے اپنی دلی توجہ سے اس ملک میں پھر روشن کیا ہے  
اور حضرت مولانا کی گرمی نگاہ سے عشق و محبت کی شراب دوبارہ  
جوش میں آئی ہے۔

کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف کے بزرگوں کا جو حال تھا  
وہ اس زمانے کے بزرگوں کا نہیں ہے اور دانشمند ہی سمجھتے تھے  
کہ گزشتہ زمانے میں جو کیفیت تھی اب وہ معدوم ہو چکی لیکن حضرت  
مولانا کے کمالات سے یہ بات پورے طور پر واضح ہے کہ الحمر للشراب  
بھی وہی کیفیت موجود ہے۔ سینے حقائق کے خزانوں سے معمور ہو گئے۔  
جو سو رہے تھے جاگ اُٹھے۔ جو بیہوش تھے ہوش میں آ گئے۔ جو بے خبر  
تھے باخبر ہو گئے مردہ دل زندہ ہو گئے۔ زندہ دل سبیل بن گئے۔  
عشق و محبت الہی کا بازار گرم ہو گیا۔ ذوق شوق کا دریا موصیوں مارنے  
لگا۔ دل کے میخانے اور انگھوں کے ساغر آنسوؤں کی شراب سے مزین  
ہو گئے۔ سینے کا آتش کردہ رونق لے شعلوں سے روشن ہو گیا۔ درد  
کی چاشنی نے زخموں پر نمک پاشی کی۔ لوگوں کو نگاہ کے نشتر سے  
لذت ملنے لگی۔ انگلیٹھی میں اسبند ناچنے لگا۔ ہزم کی گرمی کی شمع  
کے ارد گرد پروانے وجد کرنے لگے۔ بلبلیں اپنی زبانوں سے  
نغمے گانے لگیں۔ ساز کی رگوں سے ترانے شور مچانے لگے۔  
ایک زمانے کے بعد آسمانوں کے کانوں میں یہ اُٹھو

کی صدا پہنچی اور ایک مدت کے بعد زمین کو پاؤں مارنے کا سودا ہوا۔  
 دہلی کے پتھروں پر تجلی کے طور سے آنکھ ماری۔ ہر شمع نے مجلس کو  
 آفتاب در آتش کر دیا۔ لطیف ہوائیں گرمی سے آشنا ہو گئیں۔ لبوں نے  
 خشکی کی قدر جان لی العطش کی آواز آسمان تک پہنچی۔ دماغوں کو السر  
 کی آواز اور محبت کی خوشبو پہنچی اور کانوں کو محبت کی لے پسند آئی اگرچہ  
 محبت رہنمائی کی محبوب ہے مگر یہاں محبوب محبت کا رہنما ہے اگرچہ  
 طلب دینے والا خود مطلوب ہیں ہے مگر یہاں مطلوب۔  
 طالب آموزی میں مصروف ہے۔

## مثنوی

ساز بد ہر رگ تن ناساز کرد	بیچارہ بدن کو شفا یاب کریتے ہوئے
بیل دل ز مزہ آغز کرد	دل کی بیل نے گانا شروع کر دیا
در ہمہ جا شور جنوں شد بلند	سب جگہ جنوں کا شور بلند ہونے لگا
نالہ مستان بہ فلک زد مکند	مستوں کا نالہ فلک تک پہنچ گیا
ولولہ شد ولولہ شد ولولہ	ولولہ۔ ولولہ کی صورت میں ولولہ ہے
ولولہ شد تیغ زین حوصلہ	ولولہ نے حوصلہ پر تلوار چلا دی ہے
دشک مشتاق دل گردوں شکافت	مستوں کی دشت سے آسمان کا دل چاک ہو گیا
آہ جگر آں سوئے گردوں شتافت	اُن کے جگر کی آہ فلک تک پہنچ گئی

یادہ شوق از خم و مینا گذشت  
عاشق خود ہم ز سرو پا گذشت  
برقِ نفسِ شعلہ جوالہ شد  
تابہ لب آمد و تب خالہ شد  
دل شدہ پروانہ و پرمی زند  
شمع ہم آتش بہ جگر می زند  
صد جگر از آتش دل آب گشت  
طور بچرخ آمد و بے تاب گشت  
ماہ نقا پردہ ز رخ برگرفت  
بزم طرب رونق دیگر گرفت  
شمع بہ پروانہ نظر باز کرد  
باز بہ دلدادہ سخن ساز کرد  
تیرنگ گشت ترانہ و بہ دل  
بارقہ شد غمزہ جادو بہ دل  
ساقی و مستان ہمہ یک جاشدند  
مے زردہ در شورش و غوغا شدند  
ساغر و پیمانہ و مے خانہ مست  
زاهد و فرزانه و دیوانہ مست

خم و مینا سے شوق کی شراب ایل پڑی  
عاشق کو خود بھی سراور پاؤں کی خبر نہ رہی  
سانس بھی بھڑکتا ہوا شعلہ بن گئی  
لبوں تک آتے ہی دل میں چھالوں کی شکل ہو گئی  
دل پروانہ بن کہ پھر پھڑا رہا ہے  
شمع جگر میں آگ لگا رہی ہے  
سینکڑوں جگر اندک محبت کی آگ پانی بانی ہو گئے  
طور رقص کرتے کرتے بے تاب ہو گیا  
معتوق نے چہرہ سے نقاب ہٹا دی  
طرب کی بزم میں اور ہی کچھ رونق آگئی  
شمع پروانے کی نظر بازی میں مصروف ہے  
پھر معتوق سے باتیں بنا رہی ہے  
دل میں نگاہ کا تیر ترانہ ہو گیا  
جادو والا غمزہ بجلیاں چمکا رہا ہے  
ساقی اور مست سب ایک جگہ ہو گئے  
راستہ کی شراب پیتے ہی شور و غل مچ گئے  
ساغر پیمانہ میخانہ سب مست ہیں  
زاهد - فرزانه - دیوانہ سب مست ہیں



ایک عالم نے عشق کی شراب کا ساغر پی لیا۔ ایک جہان نے معرفت کا فیض حاصل کر لیا۔ بصیرتوں کے سامنے توحید کے دروازے کھل گئے۔ دلوں کے زنگ کو حقیقت کے نور سے منور فرما دیا گیا۔ علم و عشق مل کر شریعت اور طریقت کے محمل میں ایک ہی جگہ سوار ہو گئے۔ محبت اور تمکین کی بزم میں ہوش و سکر نے اہل استعداد کی بغل کو گرم کر کے خلافت کا مرتبہ معلوم کرتے ہوئے لیاقت والوں نے اجازت و خلافت کا خلعت پہن لیا۔

حضرت مولانا کے پورے منظر اور ان کی مراد کے مرید۔ اللہ اور جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقبول و محبوب۔ زمانے کے مرشد، قوموں کے ہادی، حضرت رسالت پناہ کی جانب سے مخلوق کی تربیت کے لئے منتخبین، حق میں مشغول، علائق سے فارغ، ہمارے مخدوم، مولانا خواجه نور محمد مدظلہ العالی۔ اور نہ معلوم ایسے کتنے لوگوں نے مولانا کے خوانِ نعمت سے اور ان کے دسترخوان سے طرح طرح کی نعمتیں پائیں اور مزے اُڑائے۔

ایسے بھی صاحبانِ فضل و کمال ہیں جن کے لئے خود ان کا علم حجابِ اکبر بن گیا اور ان کو حق کی خوشبو تک نہ پہنچی۔ بلکہ اس ذوق کا ایک قطرہ بھی چکھنے کو نہ ملا۔ خود ساختہ حقائق کے بڑے دعویدار تھے اور سماع (قوالی) کے انکار پر خون بہانے کو تیار۔ خدا کی شان وہی لوگ آج پر دانوں کی طرح وجد کر رہے ہیں۔ وحدت و جود ان کا

مرکز بن گئی۔ اب قوالی سُننے کو ایسے بے تاب کہ ہر قسم کی قربانی بھی دینے کو حاضر ہیں۔

غرض مولانا کی توجہ سے ایسی کوئی جگہ نہیں رہی جہاں ذکر جمہ نہ ہوتا ہو اور ایسا کوئی مقام نہیں رہا جہاں اللہ کا نام نہ لیا جاتا ہو۔

خواجہ نور محمد صاحب کے مریدوں میں سے ایک خود انھیں کے ہم نام مولانا نور محمد ناروی تھے اور حضرت مولا صاحب نے اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ یہ نور محمد ناروی ایسے بزرگ ہیں جن پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ حاش للہ۔ ما ہذا البشیر ان ہذا الاصلح کریم (ترجمہ)۔ اللہ کے لئے پاکی ہے۔ یہ بشر نہیں یہ تو بزرگ فرشتہ ہے۔ نور محمد ناروی کے بھی مرید بہت ہیں۔ خصوصاً عبد اللہ خاں ساکن ڈیرہ غازی خاں جن کی تعریف سے بیان قاصر اور توصیف سے زبان عاجز ہے۔

اسی طرح حافظ محمد جمال ملتانی جو کمال باطنی تہذیب اخلاق اور دوسرے کمالات سے بھی آراستہ ہیں خواجہ نور محمد کے خلیفہ ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی کثیر تعداد میں ہیں خصوصاً حافظ خدا بخش۔ یہ حافظ جمال کے مرید ہیں جو بے نظیر انسان ہیں۔ اور قاضی محمد عاقل دنیاوی تعلقات کے باوجود دو تین گھنٹے ذکر جمہ میں اور باقی وقت ذکر خفی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کا وجود گویا شہود میں مست

اور وحدت وجود میں سمجھے۔

اسی طرح حافظ عزیز اللہ لاہوری اور حاجی تاج محمود قریشی۔  
اور شیخ جمال قریشی۔ مولوی محمد حسین۔ حافظ عبداللہ۔ حافظ عبدالرحمان۔  
مولوی انور مقبول رہنمائی۔ یہ سب حضرت خواجہ نور محمد کے خلفاء سے  
ہیں۔ اگر تمام نام لکھے جائیں تو اس کے لئے بڑی کتاب چاہئے۔  
حضرت مولانا کے خلفاء کے نام یہ ہیں:-

میاں عبداللہ۔ شاہ ظہور اللہ۔ مولوی روح اللہ۔ سید احمد سید محمد بخش۔  
سید محمد شمس الدین۔ سید بدیع الدین۔ مولوی محمد سلیم۔ مولوی مکرم۔  
مولوی غلام فرید الدین (جو زہد و ریاضت میں فرید ثانی ہیں) مولوی  
عبداللہ۔ مولوی روشن علی۔ مولوی جمال الدین۔ مولوی حسن علی۔ محمد  
فتح اللہ۔ صوفی یار محمد۔ حاجی محمد واصل۔ سید محمد میر۔ مولانا میر ضیا الدین  
(جو ۳۰ سال تک رات دن سفر حضر میں نہیں سوئے اور نماز کے  
جلسے کی طرح بیٹھے رہے) سید نور الدین تخلص منت۔ ملا گل محمد حافظ  
سعد اللہ۔ شاہ محمد مراد۔ شیخ محمد امان۔ مولوی علاء الدین۔ مولوی ضیا الدین  
مولوی محمد صالح۔ مولوی عبدالوہاب بیگانیری۔ محمد قطب الدین شرتی۔  
حاجی خدا بخش۔ محمد خدا بخش۔ محمد غوث کرت پوری۔ محمد غوث  
ر صاحب زادہ حضرت شیخ کلیم اللہ ان کے علاوہ اور بہت سے ہیں کہیں  
تک لکھے جائیں۔ مرید تو اس قدر ہیں کہ بندے کو سب کے نام  
یاد بھی نہیں رہتے۔

(از ترجمہ قلمی نسخے میں اس کے بعد جو عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے)

حضرت مولانا صاحب کے خلفاء تو کثیر جماعت ہیں۔ ہم نے چند ہدایتی خلفاء کا تذکرہ کیا ہے اور بہت سے ایسے خلفاء ہیں جن کا ہم نے تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ کہاں تک کس کس کا حال لکھا جائے۔ حضرت مولانا فخر کے خاص خلفاء میں حضرت حاجی لعل صاحب قبلہ ایک بزرگ تھے۔ ان کے متعلق حضرت مولانا کی ارشاد فرمائی ہوئی بہت سی عجیب عجیب باتیں محمد یار فخری حافظ کی زبانی میں نے سنی ہیں۔ ان کا لکھنا طوالت کا باعث ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار میں حاجی لعل صاحب قبلہ کے پاس رات میں رہا۔ عشا کی نماز کے بعد سونے کا ارادہ کیا۔ دل میں کہا مولانا کے خلفاء کو دیکھا گیا ہے کہ تمام رات جاگتے ہیں اتنا خیال آتے ہی حاجی لعلؒ نے کہا تمام رات جاگنا بہت اچھا کام ہے مگر اس وقت بہتر یہ ہے کہ لیٹ جائیں چادر اوڑھ لیں (لیٹ کر ایک مشغولی (ذکر اللہ) کیا جاتا ہے اس کی طرف اشارہ سمجھو) اور عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھیں۔

۱۔ بعض بد عقیدہ حضرات کہا کرتے ہیں کہ خوش عقیدگی کی وجہ سے اپنے مرشدوں کے متعلق مرید لوگ یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہم خوش عقیدہ لوگوں کی خوش عقیدگی یا



غرض ان کے متعلق اسی قسم کی چیزیں زبان مبارک سے سُنی گئی ہیں۔ شیخ الضحیٰ صاحب نے اپنے ایک دوست سے اُنھوں نے ابو العلاء خاں صاحب سے (جو شاہ عزت اللہ حسینی کے مرید اور خلیفہ ہیں) حاجی صاحب قبلہ کے انتقال کے متعلق یہ سنا ہے کہ حضرت محبوب الہی کے خادموں میں سے کسی خادم نے خواب میں دیکھا حضرت مولانا فخرچ ایک چونی دے کر فرما رہے ہیں کہ حاجی لعل نے اس وقت انتقال کیا تم شکستہ حجرے میں ان کو دفن کر دینا۔ جب خادم صاحب جاگے تو عطا کی ہوئی پاؤلی (چوٹی) موجود پائی اور بتائی ہوئی جگہ ان کی قبر بنی۔



(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۲۸)

ایجاد نہیں ہے نہ صرف حضرت پیران پیر بلکہ حضرات تابعین میں بھی بہت سے ایسے بزرگ ہوئے ہیں جو عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ثبوت کے لئے دیکھئے کتاب تابعین مرتبہ دار المصنفین اعظم گڑھ کے صفحات ۱۶۸ و ۱۸۱ و ۲۵۷۔ حضرات صحابہ کے شاگرد (یعنی تابعیوں) نے ایسا ہی کیا ہے بلکہ حضرت سعید بن مسیب نے تو پچاس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ درود کا کردی۔

# دوسرا باب

## اطوار و عادات میں

مولانا ہر ایک کی دلجوئی فرماتے رہتے۔ بات بہت کم کرتے اور جب کرتے تو بہت نرمی سے کلام فرماتے۔ مراتب کے لحاظ سے ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے۔ اگر کوئی ملنے آتا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ شدید بیماری میں بھی مولانا کی یہی کیفیت ہوتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں کو جب بادشاہ کے ملازموں نے حویلی سے علیحدہ کر دیا اور حویلی ضبط کر لی گئی اُس وقت حضرت مولانا فخر نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی اور بہت ہمدردی فرمائی پھر کوشش کر کے شاہ وقت سے ان کی حویلی ان کو اسی طرح واپس دلوا دی کہ ان کا وہی احترام اور ان کی وہی سابقہ عظمت قائم رہنا چاہئے۔ توکل پر گزر بسر تھی۔ نذر و نیاز میں کبھی ہزاروں آجاتے کبھی

کچھ کم۔ کبھی کچھ نہیں۔ رخصت ہونے والوں کو ان کی حیثیت و  
 لیاقت کے موافق۔ اور مقیم کو ایک سے لے کر سوتک دینے کا  
 معمول تھا۔ شاید کوئی ایسا ہو جس نے ایسے حقیقی انعام دینے والے  
 کے منظر سے روزی نہ حاصل کی ہو۔ حضرت مولانا اپنی تعریف سے  
 ناخوش ہوتے۔ بلاوجہ ہاتھ جوڑنے۔ سر جھکانے اور اسی قسم کے  
 ظاہری باتوں اور نمائش سے نفرت تھی، ایک شخص نے مرید ہونے  
 کی درخواست کی۔ تو کہا کل خواجہ قطب الاقطاب کے عرس میں جاؤں گا  
 وہاں تمھاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ دوسرے دن وہاں پہنچ کر  
 وعدے کی وجہ سے اس آدمی کو وہاں تلاش کیا پتہ چلنے پر سمیت  
 سے سرفراز فرمایا اسی وقت سے اس کو ذوق شوق ہوا اور اُس پہ  
 جو کیفیت طاری ہوئی بیان سے باہر ہے بلکہ یہ حال ترقی ہی  
 کرتا گیا۔ اگرچہ آپ اپنی جائے قیام پر واپس آگئے اور اُس کی نظروں  
 سے اوجھل ہو گئے مگر آپ کا جمال باکمال دیکھے بغیر اس کو دم بھر قرار  
 نہ تھا وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر سامنے کھڑا ہو جاتا۔ مولانا نے فرمایا تمھیں نے  
 تو ہم کو اپنا شیخ قرار دیتے ہوئے ایسی کیفیت کے لئے کہا آخر مصلحتاً  
 اس کی اس حالت کو آپ نے سلب کر لیا۔

ہر مجلس میں مولانا نشست و برخاست میں آگے نہ رہتے۔  
 راستہ چلتے تو مریدوں اور دوستوں سے مساوات کا برتاؤ فرماتے۔  
 مزاروں کی زیارت کے لئے جنگل میں پیدل تشریف لے جاتے۔

اگر سواری ہوتی تو کبھی خود بیٹھ جاتے ورنہ اکثر دوسروں کو بٹھا دیتے اور خود پیدل چلتے۔ کسی سے کوئی وعدہ نہ کرتے۔ اور وعدہ کرتے تو ضرور پورا کرتے اور جب تک وعدہ پورا نہ ہو جاتا اس کے ایفا کے لئے بیقرار رہتے۔

جن لوگوں سے گفتگو فرماتے تو لفظ حضرت یا لفظ صاحب سے ان کو مخاطب کرتے۔ اوقات منقسم تھے۔ رات میں سونے کا ارادہ ہوتا مگر جب تک لوگ چلے نہ جاتے برابر جاگتے رہتے۔ سوتے وقت کتاب فرائد الفواد کو سینے یا سر کے نزدیک رکھتے۔ ہر ایک سے خوش ہو کر خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔ مریدوں۔ دوستوں کی غم خواری اور پرورش میں لگے رہتے، اور جو انتقال کر گیا ہو اس کے لئے رور و کر اندر سے رحمت کی دعا مانگتے۔ دنیاوی امور کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کرتے۔

بادشاہ وقت اور دوسرے امیر کبیر مرید، معتقد، گناہوں گراؤں دینا چاہتے مگر آپ قبول نہ کرتے بلکہ اس پر یہ فرماتے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اس شہر میں نہ رہیں آئندہ سے ایسی بات زبان پر نہ لانا۔ ظاہری باطنی امور میں عملی نقطہ نظر سے ہمیشہ محاسبہ فرماتے کہ بندہ ہونے کی حیثیت سے تم نے اپنے خدا کا کیا حق ادا کیا۔

ایک دفعہ بادشاہ ملاقات کے لئے آئے اور قلعہ میں تشریف



لانے کے لئے عرض کیا آپ نے اخلاقاً قبول فرمایا۔ دوسرے دن تشریف لے گئے۔ کھانا کھا کر واپس آکے سید حسن سے فرمایا۔ سید آج ہم نے اپنے اوقات ایک دولتمند کی ملاقات میں صرف کر دیے۔ ان کے یہاں کھانا کھایا۔ اب اس کا کیا تدارک کیا جائے۔ انہوں نے کہا آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا وہاں جانے کی سزا ہے کہ اس وقت ہم شہر کے فقیروں کو دیکھنے جاتے ہیں۔ وہ آپس تم عمدہ مزے دار کھانا پکوا کر رکھو تقسیم کر دینا یہ فرما کر چلے گئے۔ گھر میں شہر کے دو تین رئیس آگئے اور انہوں نے حضرت ہی کے مکان پر مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد دیہات وغیرہ کا تذکرہ ہوتا رہا۔

نواب ضابطہ خاں کی طرف سے بعض اہل غرض نے بادشاہ کی دل میں کپٹ ڈال دی تھی وہ ایک خوش اعتقاد بے نظیر انسان تھا اور ازیلی سعادت میں فرو تھا۔ وہ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین کے عرس میں زرین اور سبز شامیانہ اور چاندی کا چراغ اور عرس کا سامان بکھوایا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ کئی ہزار نقد رقم بھی۔ حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاقطاب سلطان المشائخ اور مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی کے عرسوں میں بھی ہر قسم کے سامان کا انتظام کیا کرتا، خادموں کو وظیفے دیتا۔ شہر کے تمام درویشوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہتا۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزندوں

کو بھی وظیفہ دیا کرتا تھا۔ اپنے انتقال سے چند سال قبل حضرت مولانا کامرید بھی ہو گیا۔ انتقال کے بعد اس کو اسی کے بنائے ہوئے باغ میں (جو غوث گڑھ میں ہے) امانت کے طور پر رکھا گیا۔ دیر بعد سال کے بعد حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے روضے کے قریب دفن کرنے کے لئے اس کی لاش نکالی گئی تو بالکل ویسی ہی تھی جسم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی زندگی میں یہ شخص اس بندہ درگاہ کے لئے نمک حلائی کا حق ادا کرتا رہتا۔ اس کا باپ اس کا سخت مخالف تھا۔ ایک بات پر بہت جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی اور فوج کشی تک تو بت پہنچنے والی تھی مگر مولانا کی توجہ سے یہ معاملہ باحسن وجہ رفع دفع ہو گیا۔

بادشاہ سلامت حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قلعہ مبارک کو متبرک قدم سے شرف بخشنے کی تمنا ظاہر کی اخلاق کریمانہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ مولانا شریف رہ گئے۔ بادشاہ صاحب باتیں و باتیں کرتے رہے۔ کھانا وغیرہ ہونے کے بعد ملک کے بند و بست کے متعلق آپ سے بادشاہ نے رائے لی۔ مولانا نے فرمایا ہم کو دنیاوی امور سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن المستشار موثقین (مشورہ دینے والا امین کی حیثیت رکھتا ہے) اس لحاظ سے میں رائے دیتا ہوں لیکن آئندہ مجھے ایسے امور کے دریافت سے موافق رکھا جائے۔ ورنہ ہم یہاں بھی نہ آئیں گے۔

پھر مشورہ کیا یہ فرمایا۔ کوئی بادشاہ جب تک امور مملکت میں خود محنت اور مشقت سے کام نہ لے کسی طرح اس کا بند و بست بہتر نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ نے کسی امیر کو اپنا نائب بھی بنا دیا تو دوسرے ناخوش ہو جائیں گے اور اس امیر (نائب) اطاعت کے لئے تیار نہ ہوں گے اور یہ بات سلطان (بادشاہ) کی بے عزتی کا باعث ہو جائے گی اور کسی چھوٹے بڑے پر بادشاہ کا رعب باقی نہیں رہے گا بلکہ بادشاہی فوج اس مقرر کئے ہوئے امیر (نائب) کی محتاج ہو جائے گی۔ اصل بادشاہ کا اس سے تعلق نہ رہے گا۔ اس امیر (نائب) کے سر میں یہ سودا سما جائے گا کہ جو کچھ ہوں میں ہوں اور یہ چیز اس کو بغاوت پر آمادہ کرے گی گذشتہ زمانے میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

اس لئے سب میں بہتر یہی ہے کہ آپ خود ملک گیری اور محنت کے لئے مستعد ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کے امرا اہل اسلام سے ہیں بطور خود مجرم نہیں ہیں اگر ایک دوسرے میں مناقشہ (جھگڑا) ہو گیا تو واجب القتل نہیں ہو سکتے کیونکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا اسلام میں جائز نہیں۔

کا فرناجر بڑے ملکوں پر قابض ہیں۔ خصوصاً سکھوں کا ناہنجار فرقہ جو اسلام کا فرماں بردار نہیں ہے۔ ملک کے خطرے والے حصے پر قابض ہو گیا ہے۔ سکے اور سلطانی انٹر کو اس نے درمیان سے اٹھادیا۔ سب امرا کو آپ تسلی دے کر اپنے ساتھ رکھئے۔ پہلے ان سے میل جول

پیدا کر لیجئے کہ دینی اور دنیوی صلاح اسی میں ہے یہ فرما کر چلے آئے۔ پھر  
شہر کے درویشوں کو کھانا کھلا کر آپ نے اس نشست کا تذکرہ بھی  
کر دیا۔ غرض۔ دور و نزدیک کے دلوں کو اس طرح آپ نے  
دام محبت سے اسیر کر لیا تھا۔

غریب نوازی اور توسل پروری ایسی تھی کہ حاضر و غائب سب  
کی حالت پر نظر رہتی جو لوگ عادت کے موافق آتے جلتے اگر ان کو  
کبھی دیر ہو جاتی تو خود ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی انتظام کر دیتے۔  
پیر سرکاری خاک روپ دودن گزر گئے نہیں آسکا۔ تو خود یا کسی دوسرے  
کو کام کے لئے بھیج دیا اور فرمایا کہ دودن سے میاں پیر محمد نظر نہیں آئے۔  
خیر تو ہے کیا بات ہے؟ معلوم ہوا یہاں ہے، اُسی وقت اُٹھے اور اس  
کے مکان پر گئے بہت مہربانی سے پیش آئے حال دریافت کر کے کچھ  
فقہ رقم اُس کو مرحمت فرمادی اور سید احمد سے کہا کہ سرکاری  
دواخانہ سے دوا آنا چاہئے۔ اور کہا کہ سرکاری طبیب میر حسن صاحب  
سے ان کا باضابطہ علاج کرایا جائے۔ پھر اس طرح عیادت فرمائی۔  
میاں پیر محمد تم دودن سے نہیں آئے تمہاری خیریت دریافت کرنے  
میں تاخیر ہوئی معاف کرنا۔ اتنے بڑے بزرگ ہو کہ یہ اخلاق برتنا  
آپ ہی کے شایان شان ہے۔

ہزاروں طرح کی نذر و نیاز مزارات متبرکہ میں صرف ہو جاتی یا  
خدام پر صرف کر دی جاتی خود اس سے کوئی فائدہ لباس نہ ہوتا۔



معتقدوں کی نیاز ان کی دلجوئی کے خیال سے انھیں پر تقسیم ہو جاتی  
اس طرح کہ ان کا لباس وغیرہ بنا دیتے۔

ہرچہ می پوشی چوکل نامِ خدای زبیدت

(ترجمہ:- آپ جو لباس زیب تن فرمائیں پھول کی طرح اچھا معلوم ہوتا ہے)

اطلاع دی گئی کہ بلبوس خاص نہیں رہا۔ فرمایا دو روپے طلحے  
پر سے لے آؤ۔ اور لباس تیار کرالو۔ دوستوں نے عرض کیا قیمتی لباس  
تو کبھی جسم مبارک پر نہیں دیکھا گیا فرمایا درویش کو اللہ جو کچھ دے  
وہی بہتر ہے اپنی ذات کے لئے فضول خرچی زیبا نہیں۔ نقد و جنس  
کی نذر و نیاز جو فی الحال صرف میں نہیں آئی اس کا رکھ چھوڑنا پسند  
نہ فرماتے اکثر اس میں تغلب ہو جاتا اور صریحاً معلوم کہ فلاں صاحب کی  
حرکت ہے مگر اس سے مطلق مواخذہ نہ فرماتے۔

سرکاری کتب خانے سے اکثر کتابیں گم ہو گئیں اور لوگ آپ  
کے پاس فروخت کرنے کے لئے لائے۔ مگر یہ نہ پوچھتے کہاں سے لائے  
ہو۔ جنسوں (آٹے دال وغیرہ) اور لباسوں کا یہی حال تھا حضور کی  
پوشاک خاص کی جیب سے ایک مزدور نے چاقو غائب کر دیا اس کے  
بعد لے جانے والے کا پتہ چل گیا مگر اس کے سامنے اس کا بالکل  
تذکرہ نہ فرمایا۔ بلند خاں کمشنر صوبہ دار نے ایک ہزار روپیہ روانہ  
کیا خود لانے والے نے اس کو خرچ کر ڈالا۔ جب بلند خاں نے  
لکھ کر اطلاع دی تب روپے بھیجنے کا حال معلوم ہوا جواباً تحریر

فرمایا اس کی قسمت کے تھے اس نے لے لئے اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

محمد واصل حرمین شریفین کے حاجی لا ابالی مزاج کے انسان تھے حج کے بعد دکن آئے تین چار سو روپے کی بہت سی چیزیں خلوص سے تھکے کے طور پر لائے۔ ان کو سماع کی محفل میں ذوق ہوا۔ انھوں نے یہ سب چیزیں قوالوں کو دیدیں۔ وقت ملاقات سب حال عرض کیا مولانا بہت خوش ہوئے بلکہ فرمایا اس طرح جو کچھ ہوا بالکل بجا ہوا۔ رات دن عبادت کرنے والے آپ کے یہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ نہچر پڑھتے، شب بیداری کیتے۔ رمضان شریف میں ترویج اور تسبیح ہوتی۔ تمام رات کی بیداری کے لے۔ تہنہ۔ شکر۔ اور دودھ سے آپ ان سب ضیافت فرماتے۔

رمضان کی ستائیسویں رات کو سرائے عرب تشریف لے جاتے اور حضرت قطب الاقطاب سلطان المشائخ کی درگاہ میں حدیث شریف کے موافق آپ کچھ اعتکاف بھی فرماتے۔ جب وہاں شاہ جہاں آباد کے ادھر ادھر کے لوگوں کا مجمع ہونے لگا تو مدرسے کی مسجد میں انتظام کیا گیا کیونکہ رمضان شریف کے آخری دس دن بڑی برکتوں کے ہیں دس زبانوں میں بھی بیان کئے جاتے تو ان کی فضیلت بیان میں نہیں آسکتی۔ شہر کے باہر یا اندر خاص ضرورت کے بغیر کسی کے ساتھ آپ تشریف نہ لے جاتے۔ کہ کہیں خود نمائی کا لگاؤ نہ ہو جائے۔

غریبوں کی دعوت ہمیشہ قبول فرمالیتے اور تشریف لے جاتے  
اتفاق سے اگر دن میں کئی جگہ دعوت ہوتی اور مسکان دور ہوتا تو  
کھانے کی رغبت چاہے ہوتی یا نہ ہوتی۔ مگر ضرور جاتے یعنی کسی کی  
دل شکنی نہ فرماتے اخلاقاً کم سے کم دو ہی لقمے کھا لیتے جس سے کھانے  
میں برکت ہو جاتی۔

بڑی بڑی مجلسوں میں غیروں کو وعظ و نصیحت نہ کرتے اور اپنوں  
کو صرف ایک دو بار سمجھا کر کہہ دیتے۔ اصرار نہ کرتے کیونکہ اس سے مخالفت  
کی ضرر ہو جاتی ہے۔ دینی امور میں جو شخص کمال رکھتا کسی نصیحت کا  
محتاج ہی نہ ہوتا۔ مولانا اس سے ہمیشہ خوش رہتے۔

مولانا جس کو مناسب سمجھتے نصیحت کرتے اگر وہ اس پر عمل نہ کرتا  
تو کوئی گرفت نہ کرتے اور پھر اس کو توجہ دلانا پسند نہ فرماتے، وہ شخص عمل  
نہ کرنے کی وجہ سے دل میں خود ہی قائل ہوتا مگر آپ کی خدمت میں ظاہری  
طور پر بہت اچھی طرح پیش آتا۔ (نعمو جہا اللہ منہا۔ اللہ اس سے بچائے)۔  
چھوٹے بڑے سب کاموں میں آپ سنت نبوی کے پیرو تھے  
نہ صرف مسائل دریافت کرنے والے کو بلکہ عام طور پر مخلوق خدا کو  
آپ سنت نبوی کی اتباع کی تاکید فرماتے رہتے۔

ایک دن احسن الدین خاں بیان سے جو آپ کے مریدوں میں  
سے تھا فرمایا کہ فلاں شخص کو خط کا جواب لکھ دو، خاں صاحب مذکور نے  
جوابی مسودہ پیش کیا آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم کون ہیں جو قطعی

طور پر کچھ لکھیں۔ اس طرح لکھنا چاہئے کہ ہماری رائے میں اس طرح کرنا بہتر ہے بس۔ واللہ اعلم۔

جب سے آپ دہلی آئے ایک ضعیفہ کام کا ج کر دیا کہ تھی۔ جب وہ مرنے لگی تو اُس نے اپنے بیٹے میرکلو کو آپ کے سپرد کر دیا آپ نے اُس لڑکے کو فرزندوں کی طرح پرورش کیا اس کے جوانانہ حرکات کے باوجود آپ کبھی معترض نہ ہوئے آج وہ بڑی عزت سے ہے۔

مرزا منظر جان جاناں عمدہ بزرگ تھے جن کو ایک ظالم نے شہید کر ڈالا تھا۔ مولانا کے خلوص رکھنے والوں نے بہت اٹھ لیا۔ مولانا نے جاکر ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس زمانے میں مغلیہ سردار اور ہندوستانی لوگوں میں شورش برپا تھی۔ جتنے بھی مخلص مرید تھے اُنہوں نے چاہا کہ ایک ایک کر کے مولانا کی حفاظت کے لئے حاضر رہیں مگر آپ نے اس بات کو ہرگز جانتے نہ رکھا بلکہ یہ فرمایا کہ ہم اللہ کی حفاظت میں ہیں۔

مجدد الدولہ بہادر کھانا بھیجا کرتے تھے۔ تین دن کے بعد حکم آیا کہ مہمان داری تین دن کی ہوتی ہے۔ لہذا اب کھانے وغیرہ کے انتظام کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ورنہ درویش لوگوں کی عادت خراب ہو جائے گی اور وہ بیکار ہو جائیں گے۔ آپ اس سے ذرا بھی متاثر یا متفکر نہیں ہوئے کیونکہ یہاں تو اللہ پر توکل تھا۔



تازہ ولایتی میوہ بطور تحفہ میرے پاس آیا تھا، عشا کی نماز کے بعد احقر کا دل چاہا کہ پہلے مولانا اس میں سے کچھ نوش فرمائیں تب ہم کو اس تحفے کا حقیقی لطف حاصل ہوگا۔ میں نے اسی وقت مولانا کی خدمت میں ولایتی میوہ بھیج کر قلیل نذر کی کثیر معافی چاہی، مزاج گرامی بہت مسرور ہوا۔ کمترین نے چند روز کے بعد تحفے کا تذکرہ کرنا چاہا تو پسند نہ فرمایا اس قدر ارشاد ہوا کہ اس تحفے کا لطف اور مزہ ہی اور تھا۔

احقر کے غالیہ سازوں نے دستار اور چادر جس کو ہندی (اردو) میں ڈو پٹہ کہتے ہیں چھپوا کر بھجوایا۔ عصر کی نماز کے بعد کافی وقت تھا۔ احقر نے یہ چیزیں پیش کیں۔ دیکھتے ہی فرمایا۔ خدا جزائے خیر دے۔ فلاں شخص نے ہمارے دماغ کو تازہ کر دیا اور سرمیاد رک سے دستار کو عزت دی اور ڈو پٹے کو کمر میں باندھ لیا اس کے بعد میں نے کشمیر کے کپڑے پیش کئے۔ یہ آپ نے انعام کے طور پر لوگوں کو تقسیم کر دے۔

عابدیار خاں کو مولانا سے اعتقاد تھا اس لئے وہ روزانہ عمدہ کھانا پکوا کر لاتے تھے ان کے خلوص پر نظر فرماتے ہوئے قبول فرمالیتے۔ ایک روز فرمادیا کہ دیکھو روزانہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، انھوں نے کہا یہ میرے لئے خوش نصیبی ہے فرمایا کہ اس فقیر نے جو کچھ کہا ہے اس کو بھی مان لینا چاہئے۔ مگر افسوس وہ اپنے

خیال پر قائم رہے اور اُنھوں نے حکم کی پرواہ نہ کی مولانا نے ایک روز اپنے اجاب سے فرمایا - عابد یا رِخاں کی قسمت میں تنگدستی ہے آخر ایسا ہی ہوا - غور کیجئے کہ مولانا میں کس قدر استغنا اور نفسانی لذتوں سے کس قدر متنفر تھا -

سواری میں (کہیں آنے جانے کے لئے) دستار جامہ - ڈوپٹہ آپ کا لباس تھا - اور گھر میں جُتہ اور کلاہ - اور کلاہ پر شملہ بھی ہوتا تھا - اور سردی کے زمانے میں لبادہ - دوشالہ - ابتدا میں آپ ایک تلوار اور دکھنی کٹار بھی رکھا کرتے تھے -

خور و نوش کی چیزیں تھیں - پان - ڈلی - بن (قہوہ) دو دھو - شربت - گلاب - شکر - یہ چیزیں اکثر آپ کو پسند تھیں - لذیذ کھانا نوش فرماتے - خوراک درمیانی تھی - مہمانوں اور درویشوں کے لئے کھانا - داعی طور پر مقرر تھا - جس سے گفتگو فرماتے اس کے اخلاق اور علم کے لحاظ سے گفتگو کرتے - عالم سے علم کی - سپاہی سے سپاہ کی - کیمیاگر سے کیمیا کی - اسی طرح درویشوں سے درویشی کی - بحث سے نفرت تھی چلے علمی ہی کیوں نہ ہو - صر یار ماچوں آب در ہر رنگ شامل می شود

(توجہ :- یعنی میرا یہ پانی کی طرح ہر رنگ میں شامل ہو جاتا ہے) مسئلہ وحدت الوجود بیان کر کے درویشی کا اظہار کرنے سے بہت ناغوش ہوتے تھے - کیونکہ آپ یہ فرماتے کہ یہ کیفیت حالی ہے

نہ کہ قالی۔ من عرف دہ کل لسانہ (یعنی جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان بند ہو گئی)۔

ذات مبارک۔ کریم رحیم۔ جواد شجاع۔ متواضع۔ عاقل خوش صورت۔ خوش سیرت۔ خداں رخ۔ دلکش نگاہ۔ نرم رو۔ خوش سخن خوش تقریر۔ جاذب قلوب۔ غمخوار۔ حریت و ظریف مبین و متین۔ مستقل مزاج۔ ہمہ داں۔ ہمہ بین، صادق القول۔ قانع۔ متوکل۔ عالی ظرف۔ بامروت۔ باحیا۔ با وفا۔ ذات عالی سراپا انکسار تھی۔ آپ کے اوصاف حمیلہ بیان میں نہیں آسکتے۔ قلم و زبان میں طاقت ہی نہیں جو بیان کر سکیں یا تحریر میں لاسکیں۔

## مثنوی

سر سے پاؤں تک حسن میں بے مثل	سراپا حسن در عالم یگانہ
زمانے کی آنکھ نے آپ کے مانند دیکھا ہی نہیں	ندیدہ مثل او چشم زمانہ
صورت آفتاب جس سے دنیا روشن ہو جائے	بصورت آفتاب عالم افروز
سیرت ایسی جس سے کردار درست ہو جائے	بسیرت ہم از و آں بہرہ اندوز
حمیدہ اوصاف آپ میں جمع ہیں	در وجہ آمد اوصاف حمیدہ
ایسے کہ گویا آپ پر اخلاق ختم ہیں	بر و شد ختم اخلاق گزیدہ
نیرنگی میں عجب رنگین مزاج	بہ نیرنگی عجب رنگین مزاج
اس میں الفت کی بے پرواہی ملی ہوئی۔	بہ بے پرواہی الفت امتزاج

رخش آئینہ الزوار قدسی  
 دلش گنجینہ اسرار قدسی  
 ہدایت لمحۃ نور چرخ غش  
 ولایت نکستہ ریحان باغش  
 بہ شہر عقل میر خاندانی  
 بہ بزم عشق شمع دودمانی  
 عجائب ہدیہ از مخزن غیب  
 بغایت تحفہ از کنز لاریب  
 بانسانی نشان از شان غیش  
 بخواند فیض قدس انسان غیش  
 دلش زارام نفاش رمیدہ  
 بانس اللہ جانش آرمیدہ  
 نسیم خلق او ہر جا وزیدہ  
 ز خاک تیرہ آں جا گل دمیدہ  
 شعاع مہر او برق جلالش  
 فروغ ماہ نوری از جمالش  
 مروت را بہ چشمش عہد مہیاں  
 حیا بہ ملتش آوردہ ایماں

آپ کا چہرہ قدسی الزوار کا آئینہ  
 آپ کا دل قدسی اسرار کا گنجینہ  
 آپ کی ہدایت (اللہ کے) چرخ کا نور ہے  
 آپ کی ولایت اس کے باغ کی خوشبو ہے  
 عقل کے شہر میں نسیم لحاظ سے میر  
 عشق کی بزم میں خاندانی شمع  
 غیبی خزانے کا عجیب ہدیہ  
 لاریب کنز کا انتہائی تحفہ  
 انسانیت آپ کی غیبی شان کا نشان ہے  
 غیبی لوگ آپ سے قدسی فیض حاصل کرتے رہتے ہیں  
 دل کو قابو میں لانے سے آپ کا نفس بھاگ گیا  
 اللہ کی محبت میں آپ کی روح آرمیدہ ہے  
 ہر طرف آپ کے اخلاق کی نسیم چلی رہی ہے  
 کالی مٹی سے پھول کھل گئے۔  
 آپ کے مہر کی شعاع آپ کے جلال کی بجلی ہے  
 آپ کے جمال سے نوری چاند روشن ہے  
 آپ کی آنکھ سے مروت کا عہد و پیمان ہے  
 جس کی ملت پر حیا ایمان لے آئی ہے



بہ جرأت رستم شاکر دھامی  
 بکودش حاتم طائی غلامی  
 قناعت مسند آرائے ز صدرش  
 توکل تکیہ گاہ عز و قدرش  
 نسیم خندہ صبح جبینش  
 اثر بگذاشت از خاک چنیش  
 ز بانس را بلینت ہم زبانی  
 لبش را با تبسم ہم عنانی  
 نگہ در سینہ گل رہبر تجلی  
 سخن در دل در افشانی تسلی  
 ز تقریرش سخن یک سالک گوهر  
 بیانش را لطافت ناز پرور  
 ادا فہمہ طریق نکتہ دانے  
 فصاحت ترجمانے خوش بیانے  
 تواضع خویے دلجویش عادت  
 برائے خلق رنج خود عبادت  
 بہ تمکین کوہ اندر علم دریا  
 بر حمت آب و در رفعت ثریا

رستم کی خام حیرات آپ کی شاگرد ہے  
 سخاوت میں حاتم طائی آپ کا غلام ہے  
 آپ کی صدارت سے قناعت مسند آرا ہے  
 آپ کی عزت اور قدر کا توکل پر بھروسہ ہے  
 آپ کی چین کی نسیم صبح ہنس رہی ہے  
 آپ کی پیشانی پر ناز گلی کی شکن نہیں  
 گفتگو میں آپ کی زبان ملائم ہے  
 آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے  
 سینے میں آپ کی نگاہ تجلی کے پھول برساتی ہے۔  
 دل کو آپ کی بات سے تسلی ہو جاتی ہے  
 آپ کی تقریر گو یا موتی کی لڑی ہے  
 آپ کا بیان لطافت کا تربیت یافتہ ہے  
 ادانکتہ دانی کے طریقے سے واقف ہے  
 فصاحت خوش بیانی کی ترجمان ہے  
 آپ کی دل جوئی تواضع والی ہے  
 اخلاق میں رنجش ہی نہیں اپنی جگہ عبادت ہے  
 آپ متانت کے پہاڑ علم کے دریا  
 رحمت میں بادل اور بلندی میں ثریا

<p>عظمت والے بادشاہ مگر لا ابالی جس کی ہمتی جلیل القدر ہے</p>	<p>مہتمم بادشاہ لا ابالی بلکہ ہمتیش بس قدر عالی</p>
<p>رب جلیل والے خاص کمال بہت ہیں مختصر گفتگو مگر جامع آپ کی عزت کی بارگاہ میں بھلا کس کا گذر عقل و دلیل یہاں گام زن نہیں ہماری تحریر کا قصور کہ آپ کے اوصاف بیان میں نہیں آسکتے بیمایطبیعت اپنی عزت کیا دکھلا سکتی ہے۔ ہم کب آپ کی دوستی کا دم بھر سکتے ہیں۔ جو خدا کا خلیل دوست ہو اس کی محبت کا کوئی؟ نظام ان کے مقام کی تلاش ناممکن ہے یہ آپ اپنی دلیل ہیں</p>	<p>کمالات آں خاص رب الجلیل کثیر و سخن را بضاعت قلیل کجا بار در حضرت عزتش چہ آید در اں جاں جاز عقل و دلیل عبادت را و صاف او قاصرست چہ قوت کند صرف طبع علیل با و چوں توان زد۔ دم دوستی عزیزے کہ باشد خدا را خلیل نظام از عفاش چہ جوید نشان مگر او شود خود سوئے خود دلیل</p>

افاضنا اللہ تعالیٰ بصفاته وافعمنا بنعمائہ و عنایاتہ۔  
(یعنی اللہ ان کے اوصاف سے ہم کو بھی فیض یاب اور ان کی نعمت و عنایت  
سے مالا مال کر دے۔)



# تیسرا باب

## کرامات اور خرق عادتیں

کرامت کا اظہار آپ کے طریقے کے خلاف تھا، ہمیشہ اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش میں رہتے۔ اہلناو بیت فرح بھائیہ (برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اُس سے ٹپکتا ہے) اس لحاظ سے کبھی کبھی کوئی کرامت بغیر خواہش ظاہر ہو جاتی تھی۔ خرق عادت

---

لے ایسا واقعہ جس میں مرشد کی قوت اداوی کو دخل نہ ہو بلکہ محض جناب باری کے کرم سے پیش آجائے وہ کرامت ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہ (یعنی جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو جاتا ہے یعنی اس کے مریدوں کے اکثر کام ایسے عجیب طریقے سے اللہ بنا دیتا ہے جس سے مرید کے ایمان میں تقویت ہو

احاطہ تحریر سے زیادہ ہیں۔ آپ کے مریدوں میں ہر ایک کو کچھ نہ کچھ معلوم ہیں۔ راقم الحروف اپنی معلومات کی حد تک لکھتا ہے۔

جب مولانا نور محمد سایہ عاطفت میں آگئے تو ان سے ارشاد ہوا کہ تم سے مخلوق کے بہت سے کام نکلیں گے ان کو تعجب ہوا کہ میں پنجابی درویش ہوں سلسلہ مستحکم کا توسل مولانا تک ضرور ہے لیکن خدا کی مخلوق کے مجھ سے کیا کام نکل سکتے ہیں؟ آخر ایسا ہی ہوا۔ جیسا مولانا نے فرمادیا تھا آج تک ان سے اور ان کے مریدوں سے بغیر خواہش کے خرق عادت (خلات عادت کام) جاری ہے۔

اکثر اس بندے کی موجودگی میں ایسا ہوا کہ کوئی بات میرے دل میں آئی اور مولانا فخر نے اس کو ویسے ہی بیان کر دیا۔ اور بندے کے ساتھ اکثر یہی معاملہ رہتا ہے۔

(بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ ص ۲۲۷) اور دوسرے لوگ اس سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ کرامت کے متعلق قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور (ترجمہ:- اللہ ان کا ولی ہے جو لوگوں کو تاریکی سے نکالیں اور نور کی طرف لے جائیں)۔ چونکہ خالص اللہ کے لئے مرشدوں کا یہ کام ہوتا ہے اس لئے اللہ بھی ان کا۔ ان کے مریدوں مقتدر کا ولی ہونے کی حیثیت سے سب کام بناتا رہتا ہے۔ ایسا واقعہ جس میں مرشد کا ارادہ کار قرار ہو اس کو تصرف کہتے ہیں۔ (درد کا کوروی)



## (از مترجم قلمی نسخے میں اس کے بعد یہ عبارت ہے)

واضح ہو کہ حضرت مولاناؒ کی جو کرامت بھی بیان کی گئی ہے اس میں ایک باریک نکتہ ہے وہ یہ کہ مقتدر لوگ اپنی ضرورت کے وقت مدد کے لئے مرشد کو موجود پائیں تو یہ بہت بڑی کرامت ہے کیونکہ صاحب تصرف کے سوا کسی دوسرے کو یہ اقتدار حاصل نہیں ہوتا اور صاحب بزرگ بہت ہیں جن و انسان کے مرشد حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ابو عبد اللہ قطب الدین موصیٰؒ شیخ ابو دین مغربی یہ سب حضرات صاحب تصرف ہیں۔ ابدال کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ مشرق سے مغرب آتے جلتے رہتے ہیں مگر جہاں سے غائب ہوتے ہیں پھر وہاں بغیر حکم الہی موجود نہیں پائے جاتے صاحب تصرف بزرگ موجود پائے جاتے ہیں ان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جہاں چاہیں مثالی صورت میں ظاہر ہو جائیں اور ابدالوں کو یہ قدرت حاصل نہیں مگر حکم خاص، غرض مولانا صاحب ابدال نہیں بلکہ صاحب تصرف ہیں البتہ مولانا صاحب کے غلاموں میں بہت ابدال ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اس کی تفصیل طوالت کا سبب ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۔ حدیث ابدال یہ ہے :- ابدال اربعون اثنان وعشرون

مولوی غلام حسین مریدوں میں ایک صاحب تھے، ان انتقال ہو گیا لوگوں نے ان کو جنازے کی نماز میں دیکھا۔ اسی قسم کے اور بھی واقعے ہیں۔

حضرت مولانا کی محفل میں حضرت مولانا روم کی ثنوی کا اکثر ذکر ہوتا رہتا، چنانچہ اس مصرع کا ذکر ہوا

کیف بد الظل نقش اولیاست

چونکہ دید سے اس کے مطلب کا تعلق ہے اس لئے سننے سے اس کا مطلب ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ خدام والا میں جو علما تھے وہ اس کی مکرر شرح چاہتے تھے۔ آخر مولانا صاحب نے فرما دیا۔ اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اتنا فرمان تھا کہ سب پر ایک

(بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ ص ۲۲۹)

بالشام وثمانیۃ عشی بالعراق مامات واحد منهم  
 ابدال اللہ مکافہ آخر۔ (کتاب حضرت سلطان بابو عین الفقیر ص ۱۵۱)  
 ترجمہ:- میری امت میں ہمیشہ چالیس ابدال رہا کریں گے (۲۴) شام میں اور (۱۸) عراق میں ان میں سے جب کوئی مرے گا تو خدا اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرما دے گا۔  
 ابدال کے علاوہ اور بھی اللہ والے ہوتے ہیں کسی کو اختیار کسی کو ابدال کسی کو غوث کسی کو قطب کہتے ہیں ان کی حدیثیں اور تفصیل جاری کتاب حقائق تصوف میں دیکھیے۔ (دیکھو کاکوروی)

قسم کی کیفیت طاری ہو گئی اور۔ مد النفل کے سوا کوئی دوسری چیز  
نظر نہ آئی نتیجہ یہ ہوا کہ سب بے خود ہو گئے ہاتھ پاؤں مارنے اور  
چھلی کی طرح تڑپنے لگے۔ صوفی یا محمد اور جو مولوی زین الدین کے  
مرید تھے اور جو بزرگ حضرت محبوب الہی کے درگاہ کے سر راہ  
رہتے تھے وہ بھی کافی متاثر تھے۔ مولانا خضرؒ حضرت محبوب الہی کے یہاں  
جاتے ہوئے (اپنی عنایت اور خلق کو یہاں سے) ان بزرگ کے گھر پر  
بھی کبھی کبھی تشریف لے جاتے۔

ان بزرگ نے انتقال فرمایا تو اس حدیث شریف کے تحت المولود  
یتوارث اسی طرح اب آپ صوفی یا محمد کے پاس بیٹھنے لگے۔ ایک دفعہ  
وہ بیمار ہو گئے مرض اتنا شدید تھا کہ صاحب فراش تھے جنبش کسی  
طاقت ہی نہیں رہی انھوں نے صبح کے قریب بیداری میں دیکھا  
کہ حضرت مولانا تشریف لائے ہیں چونکہ صوفی یا محمد میں تعظیم کے لئے  
اٹھنے کی طاقت ہی نہ تھی اس لئے معافی چاہی مولانا سر ہانے بیٹھ گئے  
اور فرمایا اطمینان رکھو شفا ہو جائے گی یہ فرما کر چلے گئے۔ اتنے میں صوفی  
نے اپنے آپ میں طاقت محسوس کی اور اٹھ کر بغیر سہارے حاجت  
والی نماز پڑھی اور دیکھا کہ حجرے کی زنجیر اندر سے بند ہے آنے  
جانے کے دروازوں کو بھی بند پایا، تھوڑے دن میں کچھ صحت  
ہو گئی اور بدن میں قوت آگئی تو ڈولی پر سوار ہو کر مولانا کی  
خدمت میں حاضر ہوئے۔

مولانا سبق پڑھا ہے تھے یہ چاہتے ہی تھے کہ زبان سے کچھ عرض کریں کہ خود مسکرا کر فرمایا۔ صوفی! غالباً یہ تمہارا خیال ہے اس کے بعد خود ان کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ یہ صوفی صاحب اپنے زمانے کے ولی ہوئے اور آج بھی صاحب کرامت ہیں۔ یہ صوفی صاحب جیسے ہی آنکھ بند کرتے ہیں ان کو غیبی امور کا تیزی سے انکشاف ہوتا رہتا ہے۔

جہانگنگا کے دورِ آب سے تقریباً ۲۰ کوس پر ایک نوجوان پیر زادے رہتے تھے ان کی آمد و رفت مولانا ان کے مکان پر قدم رنجہ فرماتے کیونکہ ان کی پیرزادگی ان کے دہلی جانے کی مانع تھی۔ اُنھوں نے ایک روز دیکھا کہ حضرت مولانا شریف لارہے ہیں دوڑ کے استقبال کیا دیر تک آپس میں ہم کلامی رہی۔ جاتے وقت اُنھوں نے حضرت مولانا کا شکریہ ادا کیا کہ اتنی دور دراز مقام سے آپ نے تکلیف فرمائی۔

لوگوں کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے انکار کیا کہ مولانا دہلی سے کہیں گئے ہی نہیں۔ جب ان پیر زادے صاحب نے یہ سنا تو جلدی سے خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور قدموں پر سر رکھ کر تمام واقعہ عرض کیا اس پر مولانا نے کہا یہ تمہارا حسن ظن ہے اور کنکھیوں سے ایسے بیان کی ممانعت کر دی القصہ صاحب موصوف نے بھی بیعت کی سعادت حاصل کر لی اور ایسے مقام پر پہنچ گئے کہ ان کے اعضا



الگ الگ ہو جایا کرتے تھے۔ پھر مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرمادی  
حسب الحکم مشرق کی طرف گئے اور آج تک وہاں صاحب ارشاد  
اور توحید کے مسئلے میں غرق ہیں۔

قاضی انور ضیا محمد ساکن سونی پت دق کے مرض میں گرفتار ہو گئے۔  
سات مہینے تک یہی حالت رہی آخر نہ زندگی کی امید ہی ختم ہو گئی۔ اس  
خیال سے کہ مولانا ہی کے سامنے جان نکالے ڈولی منگا کر مولانا کے  
پاس پہنچ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر مولانا کو رحم آگیا۔ آپ نے ان کو لپٹا  
لیا۔ اسی دن سے ان کی حالت درست اور ان کو کامل شفا ہو گئی۔  
گویا کوئی مرض تھا ہی نہیں۔ مگر بیمار کو شفا دینے والے مولانا کو اس دن  
سات دن تک بخار آیا۔

تو جانِ عالمی دق لے تو جانِ ما  
قرینِ خاک راہ تو روح و روانِ ما  
قوم افغان کے دس آدمی دجن کو جہنم کی خوشخبری دلے کہا  
جاسکتا ہے) تیر چھریاں میان سے باہر کئے ہوئے۔ کلی کو چوں میں  
پھر رہے تھے اور علانیہ کہہ رہے تھے کہ اس بدعتی کا خون بہائیں گے۔  
ملازموں اور خادموں نے حضور کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ ان  
دنوں باہر تنہا تشریف لے جانا مناسب نہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہم تو اللہ  
کی رضامندی کے تابع ہیں اپنی احتیاط کرنا ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

یہاں تک کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کا عرس آگیا۔ اور  
وہاں حضرت مریدوں کے ساتھ تشریف لے گئے، وہ دس آدمی

قاضی حمید الدین ناگوری کی درگاہ والی بلند قد آدم دیوار پر ہاتھوں میں  
برہنہ پتھر لئے بیٹھے ہوئے تھے حضرت کے دوستوں کو حال آگیا  
تو افغانوں نے بلند آواز سے یہ کہنا شروع کیا کہ اس بدعتی کے مریدوں  
کو تو دیکھو کیسے ناتج رہے ہیں۔ سید بدیع الدین جو حضرت مولانا کے  
معزز مریدوں میں ہیں انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو  
خفت ہوتی رہے گی اور خفت کی وجہ سے ذوق میں خلل پڑتا  
ہے اتنے میں ان افغانوں کی طرف حضرت مولانا نے نظر اٹھا کر  
دیکھا۔ پھر کیا تھا۔ وہ لوگ خود بخود گر پڑے اور رقص کرنے لگے  
پھر مولانا کے قدموں پر سر رکھ دیا اور مرید ہو گئے۔ ان کے تیران کی  
چھریاں ان کے دل کی آہیں بن کر رہ گئیں۔

نگاہت دشمنان را دوست کردہ	آپ کی نگاہ نے دشمنوں کو دوست بنا دیا
اثر ہادرگ و در پوست کردہ	رگ و پوست اس نگاہ سے متاثر تھے
گر آرد خلیلے ز بیت خانہ	کبھی (اللہ) بت خانے سے خلیل کو لاتا ہے
کنی آشنائے ز بے گانہ	کبھی بے گانوں کو آشنا بنا دیتا ہے

اسی طرح حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں دو آدمی ہتھیار لگائے  
ہوئے اوباشانہ اس وقت گھوم رہے تھے جب مولانا کے دوستوں کو  
وجد آ رہا تھا۔ مولانا عبد جو مولانا کے اکمل خلیفہ اور نظریافتہ ہیں اور

اس عاصی کے بڑے انیس و شفیق ہیں ان کو بہت کیفیت ہو رہی تھی۔ کسی نے ایک دوسرے کے کان میں کہا کہ دیکھو یہ لوگ کیسے تھرک تھرک کے ناتج رہے ہیں، مولانا نے تیز نگاہ سے ان کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی وہ بے تاب ہو گئے۔ اسی شور و مسی میں تمام لباس اوہ ہتیار وغیرہ سب قوالوں کو دیدیا۔ پھر مولانا کے قدموں پر سر رکھ کر مرید ہونے کی آرزو کی۔ مولانا نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو، کیا ایسے کے مرید ہونا چاہتے ہو جس کے مرید تھرک تھرک کرنا چنے والے ہیں۔ پھر ان لوگوں نے رور و کر معافی چاہی اور سچے دل سے مرید ہو گئے۔ مولانا دس روپے دے کر سب چیزیں ان کو واپس دلوا دیں۔

آسمان آفتاب ہوتا ہے بھی آپ کی عزت بڑھی ہوئی ہے	اے برتر از سپہرومہ و مہر جاہ تو
آپ کی نظر نے کی گردن کشاں اور تسخیر والی ہے	گردن کشاں دہر مسخر نگاہ تو

تھے میاں افغانی ثمرات میں بہت مشہور تھا۔ ایک دن حضرت محبوب الہی کے عرس میں قوالوں سے یہ جھگڑ بیٹھا وہاں کے عالی شان خدام میں سے ایک کو کسی نے پتھر مارا ہنگامہ ہو گیا۔ نظامی مسجد میں مولانا موجود تھے کسی نے مولانا کو اس کی اطلاع کر دی، آپ نے فرمایا کہ ہم وہاں جاتے ہیں کوئی ہمیں اتنا بتا دے کہ یہ شخص ننھے میاں کون ہے۔ یہ کہہ کر باہر آئے ایک آدمی نے اشارے سے بتلادیا کہ ننھے میاں افغانی یہ بیٹھا

ہوا ہے مولانا نے تیز نظر سے اُس کی طرف دیکھا اک دم اس کی حالت بدل گئی اور وجد کرنے لگا اور کہا مجھے معلوم ہوا یہ حضرت مولانا کا تصرف ہے، دوڑ کے قدموں پر گر پڑا تو بہ کی۔ اور مرید ہو گیا اور جس خادم کو اُس نے مارا تھا اس کو اُس نے خوشامد کر کے ۲۰ روپے دئے اور معافی چاہی۔

ایک روز مولانا اپنے مدرسے کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک پٹھان چھری لے کر مدعیانہ آیا اور سلام کے بعد پوچھا کہ مولوی صاحب! اس فضیلت کے باوجود تم کا ناسنتے ہو یہ کیا بات ہے، منہ مایا ہم خطا دار ہیں تم ہمارے لئے دعائے خیر کرو۔ اتنے میں اُس نے مولانا کے چھری مارنا چاہی۔ حضرت محبوب الہی کے خادموں میں سے ایک نے (جو مولانا کے مریدوں میں سے تھا) اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مولانا نے فرمایا اس کا ہاتھ چھوڑ دو اور اپنا سر اس کے آگے جھکا دیا کہ ہم حاضر ہیں جو تمہارا دل چاہے کرو۔ وہ اُسی وقت شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

حضرت مولانا اپنی حویلی میں تشریف رکھتے تھے اور زنجیریں لمبی لکڑی لگی ہوئی تھیں اتنے میں ایسا معلوم ہوا کہ کوئی دروازہ کونہ ور زور سے دھکے دے رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ دیکھا تو وہی بد بخت اور دو آدمیوں کو لے کر آیا ہے۔ دیکھتے ہی مولانا اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کیوں؟ حیرت



تو ہے؟ یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلنا ہی تھے کہ ان تینوں کی حالت ہی بدل گئی۔ حویلی کے پتھروں پر اپنے پاؤں پٹکنے لگے اور معافی چاہنے لگے اور بیعت کی خواہش کی۔ مولانا نے قصور تو معاف کر دیا مگر بیعت سے مشرف نہیں فرمایا۔

ایک صاحب جو شہر کے درویشوں میں سے تھے خلوت اور سماع کے حالات کی جستجو میں منافقانہ طور پر مرید ہو گئے تاکہ اس طرح سافہرہ کر مولانا کے حالات سے واقفیت حاصل کریں۔ مدتوں اسی طرح اپنے کام میں مشغول رہے جب مریدوں کو حال آتا تو ہنسنا کرتے مولانا کے احباب تار گئے اور مولانا کو اس کی اطلاع کی آپ نے ٹال دیا اور کچھ خیال نہ فرمایا۔

اتفاق سے حضرت نظام الملۃ والدین یعنی حضرت مولانا کے والد صاحب قبلہ کا عرس آگیا۔ سیادت پناہ میرید بیچ الدین نے عرض کیا آج کا دن ہم لوگوں کے لئے فیض کا دن ہے مگر اس آدمی وجہ سے دلوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ذوق مجروح ہو جاتا ہے اس ایک کی خاطر مدارات سے بہت سے لوگوں کا حق ضائع ہو جاتا ہے مولانا نے اس کو قبول فرمایا مگر پھر مروت کر گئے۔

مولانا وضو کے لئے باہر تشریف لے گئے اور مولانا نور محمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ اس کی خبریں گے۔ جب قوالی شروع ہوتی تو وہ آدمی وہی حرکتیں کرنے لگا (یعنی اُس نے مذاق اڑانا شروع کر دیا)

تو مولانا نے اس کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود بھی رقص کرنے لگا۔ اور قوالوں سے کہا ہاں یہ غزل گاؤ۔

اِحْوٰی شَوْقًا اِلٰی دِیَارِ لَقِیْتُ فِیْہَا جَمَالَ سَلَمٰی

کہ می رسا نذاں نولے نوید وصلش بجانب ما

چونکہ سب کے دل اس سے ناراض تھے کسی نے اس کی حفاظت نہ کی۔ وہ سنگین فرش پر اپنے پاؤں مارتا رہا بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس کی نبضیں ساقط ہو گئیں میر حسین حکیم نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو انھوں نے بھی اس کی تصدیق کی لوگ دوڑے اور مولانا سے حال بیان کیا مولانا لائے اور فرمایا خیریت ہے انتقال نہیں ہوا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے پر گلاب چھڑکا اور بیدار ہو کر عرق حلق میں ٹپکایا تو اُس نے ہوش میں آکر عرض کیا کہ حضرت آپ نے میرے ساتھ یہ کیا کیا میں تو شہیدِ محبت ہو رہا تھا۔ میر بدیع الدین منت و سنجیدگی کے باوجود ظرافت پسند انسان تھے ایسے ہی موقعوں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے انھوں نے مذاق مذاق میں شہیدِ محبت کے الفاظ کو عجیب طریقے سے دہرایا جس سے اُس کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا آخر کار اس شخص نے ”بیعت صداقت“ کی پھر اپنے قدیم مرشد کے پاس جا کر یہ حال بیان کیا انھوں نے خوب باتیں سنائیں اور کہا کہ تجھ پر بھی ان کا جادو چل گیا اس پر اس نے بھی چند ناشائستہ الفاظ کہہ ڈالے اس نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔

شغل والوں میں سے ایک صاحب کا دعویٰ تھا کہ مجھ پر حضرت مولانا کا کچھ تصرف نہیں چل سکتا اگرچہ مولانا ایسی باتوں سے بالکل الگ رہا کرتے تھے مگر شاید اللہ کو اسی طرح منظور تھا کہ تصرف کے لئے متوجہ ہو گئے۔ اُس نے استقلال کا مضبوط لنگر ڈال دیا۔ آخر کار ان کی دونوں آنکھوں - ناک - کانوں - ناخنوں اور ہاتھ پاؤں سے خون جاری ہو گیا۔ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو بہ کی اور شرمندہ ہو کر مولانا کے معتقد ہو گئے۔

اِس نکا ہے ست کہ از سطح فلک در گزرد

یہ وہ نظر ہے کہ جب فضا سے گزرتی ہے

پردہٴ دل چہ بود۔ پردہٴ افلاک درود

تو صرف دل کے نہیں بلکہ افلاک کے پرے بھی چاک ہو جاتے ہیں

پنجاب کے رہنے والوں میں سے ایک صاحب نے مجھ سے

بیان کیا کہ میں شاہ جہاں آباد پہنچا تو مجھ کو مولانا فتح سے ملنے کا شوق ہوا آستانہٴ عالی پر پہنچا۔ یہ وہ دن تھا کہ بدعتیوں نے میرزا مظہر جان جاناؒ کو شہید کر دیا تھا میں برگد کے درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا میں نے ایک ایرانی کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے سینوں کے ایک پیشوا کو قتل کر دیا اور یہ جو سب سے بڑا پیشوا ہے، باقی رہ گیا ہے اس کو میں جلد ختم کر دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کیا کروں کہ ان کے بہت سے مریدان کے چاروں طرف موجود رہتے ہیں یہ اکیلے مجھے ملتے نہیں۔ یہ سب میں نے سنا تو

مجھ کو بہت رنج ہوا۔ مولانا کی خدمت میں پہنچا، ان کی خدمت میں حاضر ہونے سے اتنی فرحت ہوئی کہ سب ملال جاتا رہا حیران تھا کہ وہ سب باتیں پہلی ملاقات میں کیسے کہوں اگر نہیں کہتا ہوں تو عام اطلاع کی وجہ سے کہیں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آجائے۔ اتنے میں مولانا نے خود ہی فرمایا کہ برگد کے درخت کے نیچے تم نے جو کچھ سنا ہے اس سے تم پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و ناصر ہے تب مجھ کو پورا اطمینان ہو گیا۔

ایک صاحب محمد ناخر نام۔ عربستان سے یہاں (ہندوستان) شرعی احکام کی اجرائی کے لئے آئے جو مزاروں پر چراغ روشن کرنے کو منع کرتے تھے اور یہ وارثوں کی جو قبریں اونچی دیکھتے ان کو کھدوا دالتے اور لوگ (وہابی ہابی) بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

حالانکہ مدینہ شریف میں ہمیشہ قندیلیں روشن ہوا کرتی ہیں۔ چراغ جلائے جاتے ہیں اور چراغوں سے مقبرے منور نظر آتے ہیں۔ اور میلاد شریف کے موقع پر اس کے سوا رمضان کی ۲۷ تاریخ ہر گلی کوچے میں روشنی ہوا کرتی ہے۔ وہاں قدا دم سے زیادہ اونچی قبریں پائی جاتی ہیں یہاں ویسی کہاں۔ چنانچہ شیخ سناولیؒ کی قبر اور شیخ جندلؒ کی قبر بمقام عدن عیدروسؒ کی قبر کے سامنے ہے اور ابلنی کا مزار پہاڑ میں ہے اور خواجہ عثمان ہارونیؒ کا مزار مکہ معظمہ میں ہے۔ ان سب کو بندے نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔

القصد ان مولوی صاحب نے دوبارہ حرمین شریفین جانے کا



ارادہ کیا تو مولانا نے فرمایا۔ اُنھوں نے جب یہ طریقہ اختیار کیا ہے تو نہ معلوم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضے تک کیسے پہنچیں گے۔ جب مولوی مذکور۔ بندر سورت (کراچی) پہنچے اور جہاز پر بیٹھے تو طوفان اس جہاز کو بنگالے کی طرف لے گیا۔ وہاں سے مولوی نے دوسری بار۔ مدینہ شریف جاتے کا ارادہ کیا تو برہان پور پہنچے وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت مولانا ابراہیم جب دہلی تشریف لائے تو اس وقت میاں محمدی جو حضرت شاہ کلیم اللہ کے نواسے تھے ان کے مرید ہو گئے مگر عجیب حالت ہوئی کہ پیر زادگی کا غرور ان کے سر میں سمایا اور اُنھوں نے خود نمائی کے کوچے میں قدم رکھ دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان بزرگ زادے نے جو طریقہ اختیار کیا ہے ان کا خدا ہی حافظ ہے کچھ دن بعد اُنھوں نے جنت کی راہ لی۔

ایک آزاد منش سید صاحب نے مولانا کی خدمت میں خلوص پیدا کیا مولانا نے احکام خدا کی طرف توجہ دلائی اور کچھ ذطیفہ ان کو

۱۔ حضرت مولانا شاہ حبیب قلندر کا کوردی فرمایا کرتے تھے کہ پیر زادوں کے دو نفس ہوتے ہیں نقص کشی پر ان کی کافی نظر ہونی چاہئے شاہ تقی علی قلندر کا کوردی کہہ کرتے تھے کہ اگر خدا نے مجھے ذرا بھی اختیار دیا تو بے علم سجادہ نشینوں سے میں پہلے دوزخ کو بھر دوں گا۔ درد کا کوردی۔

بتایا کہ ان کا دل جو شرعی احکام کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے، متوجہ ہو جائے۔ جب یہ مولانا کے پاس آتے تو مولانا ان سے پوچھتے کہ وظیفہ پڑھنا شروع کیا یا نہیں یہ کہتے کہ نہ معلوم کیا بات ہے میرا دل اس طرف آتا ہی نہیں اس لئے وظیفہ پڑھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوتا۔ مولانا نے ہم لوگوں سے فرمایا مجھے خوف ہے ان پر نہ معلوم کیا واقعہ پیش آجائے کیونکہ بتائی ہوئی دعا کے پڑھنے کی ان کو توفیق ہی نہیں ہو رہی ہے۔ آخر اسی زمانے میں یہ ایک جرم میں گرفتار کر لئے گئے اور ان کو شہادت کا شریعت پینا پڑا۔ ان سید صاحب کے اس واقعے سے مولانا اتنے متاثر ہوئے کہ دو تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔

ایک روز بوقت صبح حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں عرس کی محفل تھی اور۔۔۔ زوروں پر قوالی ہو رہی تھی۔ بے داڑھی والے طاقت ور نوجوان صاحب کو حال آگیا۔ قوال گاتے گاتے درخاموش ہوئے فکھ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ نبض دیکھی گئی تو کوئی حرکت نہ تھی ان کے والد زارہ قطارہ رو رہے تھے۔ نوجوان صاحب کو لا کر مولانا کے سامنے لٹا دیا گیا لڑکے کے والد نے مولانا سے عرض کیا۔ میرا یہی ایک لڑکا تھا۔ اس کا یہ کیا حال ہو گیا۔ اب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ لڑکا آپ ہی کے نذر ہے۔ آپ جانیں۔ اور آپ کا کام۔ مولانا نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ یہ زندہ ہے۔ خاطر جمع رکھو پھر قوالوں سے کہا جس شعر پر اس کو حال آیا تھا وہی سکاؤ۔ قوالوں نے حکم کی

تعمیل کی۔ وہ شعر سننے ہی جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور لوٹنے لگا۔ یہاں تک کہ ہوش آگیا۔ مولانا کبھی کبھی خوش ہو کر اس سے باتیں کیا کرتے تھے۔ پھر غلاموں میں داخل ہو کر اُس نے فنا فی الرسول کا رتبہ حاصل کیا۔

حضرت مولانا ارشاد فرمایا۔ حال آنے کے شروع میں جو کوئی آں حضرت سرکارِ دو عالم حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مبارک نام زبان پر لاتا ہے تو عشق کی غیرت چاہتی ہے کہ اس کا سر اڑا دے، لیکن آں اور سادات کی محبت اس کو طرح دے جاتی ہے۔  
(ٹال دیتی ہے)۔

مولوی مکرم مرحوم کا احتساب پیشہ تھا یہ حضرات صوفیہ کو اور گناہ سننے والوں کو عادتاً ستایا کرتے تھے۔ ایک دن مولانا کی مجلس میں ان کی عادت کا تذکرہ ہوا مولانا نے مسرور ہو کر فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر وہ خوب آدمی ہیں اسی زمانے میں یقین عرسِ قوالی کی محفل ہوئی مولانا اپنے مریدوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی تذکرہ نے احتساب کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے مولانا سے عرض کیا کہ مولوی

---

سہ قدیم زمانے میں خلافتِ شرع کاموں سے روکنے کے لئے منجانب حکومت جو لوگ مقرر ہوتے ان کو محتسب کہا جاتا تھا اسی لحاظ سے احتساب ان کا مشہور پیشہ تھا۔ درود کا کوری۔

مکرم ہی صاحب ہیں۔ جب وہ قریب آئے تہ حضرت مولانا کی نظر کے شکار ہو گئے۔ ان کی زبان سے عشق کا نغمہ، یا بجے کی دلکش سُرور میں نکلنے لگا۔ ان کا قد چنگ کی طرح خدا کی بندگی کے لئے خم ہو گیا کہ ایک نعرہ مار کر مولانا کے حلقہ بگوشوں میں شریک ہو کر مرید بھی ہو گئے۔

چونکہ ایسے ہر دل عزیز شخص مولانا کی محبت کے لئے طیار ہو گئے اور احقر کو بھی ان سے خاص محبت تھی اس لئے ان کا تصور اس ا رندانہ حال لکھا جاتا ہے۔

ترجھی ٹوپی پہنتے تھے۔ عالم ذوق میں اتر کر مستانہ ادل سے چلتے جب حضرت مولانا کے چہرے پر نظر پڑتی تو بے تاب ہو کر زور سے ایک نعرہ لگاتے اور کبھی کہتے گو گو دیکھو دل کا ڈاکو یہی شخص ہے۔ حضرت مولانا تبسم فرما کر ادھر سے گزر جاتے اور یہ مسکرا کر گزر جاتا ان کے قتل کے لئے ایک خنجر کا کام دیتا تھا مولوی مکرم کہتے تھے مولانا بڑے عقلمند ہیں۔ لیکن مکرم ایک عجیب شہید ہے۔

انہیں مولوی صاحب کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو حضرت مولانا تعزیت کے لئے ان کے یہاں گئے تو انہوں نے کہا عجیب تما شا ہے خود ہی مارتے ہیں۔ خود ہی تعزیت بھی فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا بھی ان سے مذاق کرتے۔ جب ان کی عشقی نسبت مکمل ہو چکی تو ان کو علم سے نفرت ہو گئی (پھر بھی مذاقاً) حضرت مولانا ابتدائی مرید



کو ان کے سپرد کر دیا کرتے تھے کہ میزان سے آخر تک تعلیم دیدیا کریں یہ حیران رہ جاتے کہ میں اس فرمان کو کس طرح تعمیل کروں۔ ذوق کے اوقات کو تعلیم اور درس میں صرف کرنا بہت شاق ہوتا۔ ناچار دو تین روز تک میزان کا سبق دینے۔ نحوی مدرسے میں طالب علم پڑھتے تھے کہ ضرب زید عمر آ (زید نے عمر کو مارا) شاگرد صاحب نے ان سے پوچھا کہ یہ عمر کون صاحب تھے۔ اور زید نے عمر کو کس گناہ میں مارا۔ مولوی مکرم صاحب تو بیزار بیٹھے ہی ہوئے تھے نکالی دے کر کہا میں۔ تم۔ زید اور عمر سب بھاڑ میں جاؤں اس کے بعد کتاب کو شاگرد کے منہ پر دے مارا اور اپنی دستار کو زمین پر دے پٹکا اور اپنے ذوق میں نالہ و فریاد شروع کر دی (کیونکہ یہ اپنے رنگ اور بے خودی میں محو تھے)۔

اسی وقت لوگوں نے حضرت مولانا کو اطلاع دی مولانا کو بہت ہنسی آئی اور فرمایا کہ مولوی مکرم کو یہاں لاؤ، حکم کی تعمیل کی گئی۔ یہ آئے تو مولانا نے فرمایا کہ مولوی صاحب کچھ فرمائیے تو کیا ہوا۔ عرض کیا، بس بس دو روز میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اور سوہان روح (روحانی تکلیف) کو گوارا کیا اب اگر محکوم آپ مار بھی ڈالیں تو پڑھنا قبول نہ کروں گا۔ حضرت مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ مولوی صاحب معذور ہیں۔ اسی لئے کئی سال تک آپ نے کسی شغل کے لئے مولوی مکرم سے نہیں کہا۔ (ناظرین آپ نے غور

فرمایا: مولانا کی قوی روحانیت اور نظر کی تاثیر سے مولوی مکرم کی یہ کیفیت رہی۔

اسی سلسلے میں سید محمد خاں توپ خانے کے داروغہ سے بھی ملاقات ہو گئی، یہ مولوی صاحب کے قدیم دوستوں میں ہیں ان کے یہاں مولوی صاحب مذکور کا جو تصرف ظاہر ہوا تھا وہ یہ ہے کہ کسی لڑائی میں تفنگ کے گولے سے زخم آگیا تھا اور گہرا سوراخ ہو گیا تھا۔ جب زخم دل کے قریب پہنچ گیا تو زخم کے اچھے ہونے کی امید نہ رہی اور جراح لوگ اپنے قاعدے کے موافق زخم کے اچھے ہونے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ مولوی مکرم صاحب نے ان سے کہا کہ جان سے مار ڈالوں گا ورنہ میں جیسا کہتا ہوں ویسا کرو انھوں نے پوچھا آخر آپ کی کیا رائے ہے۔ کہا عرق بید مشک کے شیشے لاکر دو گھڑے بھر دو اور اس میں سے تولہ بھر زخم پر ڈال دیا کہ وہ یہ خلافت قیاس نئی حکمت ہے ہم نے کبھی ایسے علاج نہیں دیکھے انھوں نے کہا نہیں یہ تو قیاس کے مطابق ہے کہ قلب خود گرم ہے اور زخم کی وجہ سے اس کی حرارت اور بڑھ گئی ہے بید مشک معتدل اور مفوی ہے یہی مفید ہو گا کیونکہ گرمی اس کے لئے مضر ہے۔

چونکہ سید محمد خاں مولوی مکرم کے معتقد تھے انھوں نے جراحوں سے کہا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہی کرو اس کے سوا اور طریقے سے علاج کرنے کی ضرورت نہیں۔ آخر بید مشک کے شیشے زخم پر

یہاں گئے۔ اور تھوڑے دن میں بحمد اللہ زخم اچھا ہو گیا۔

القصد وہاں سماع کی محفل گرم ہوئی مولوی مکرم کو ذوق ہوا۔ حال آگیا وہاں کے قاضی صاحب نے کہا یہ آدمی کیسے تھرک تھرک کر رقص کر رہے ہیں یہ کہہ کر قاضی صاحب تھوڑی دیر غافل ہوئے تھے کہ حضرت مولانا نظر آئے اور انھوں نے ان کو زمین پر دے مارا اور کہا کہ ہمارے مریدوں کے متعلق اس قسم کی گفتگو نہ کرو قاضی صاحب کے سر میں دنبل تھا جس سے ان کو اگرچہ تکلیف ہوئی مگر مولوی مکرم کی خدمت میں آکر معافی چاہی انھیں کی دعا سے دنبل بھی اچھا ہو گیا اس خوشی میں گانے کی مجلس کے لئے تقریباً دو سو روپے لاکر نذر دئے۔

تقصیب اعدا حضرت مولانا کو ایک سخت عارضہ ہو گیا تھا، خالقہ والوں نے اسہال سمجھ کر قابض دوائیں تجویز کر دیں یہاں تک نوبت پہنچی کہ ناخن شریف کا رنگ خضاب کا سا ہو گیا تھا۔ خادموں میں ایک بڑا ہنگامہ اور پریشانی تھی مولوی صاحب اسی وجہ سے دیوانوں کی طرح ادھر ادھر پھرنے لگے اس اخضر کو بھی یہ حالت ہوئی کہ چھ دن تک نہ کچھ کھا یا نہ پیا نہ معلوم اس میں کیا باطنی راز تھا کہ مولوی مکرم جو دیوانوں کی طرح گھومنا کرتے تھے گھومتے پھرتے مولانا کے پاس آگئے الحمد للہ کہ مولانا کو آخر شفا ہو گئی۔ تب ہم لوگوں کے ہوش و حواس درست ہوئے۔ بندے نے اسی روز دل میں عہد کر لیا کہ مولوی مکرم کا طواف کروں گا چنانچہ ان کو مرکز کی طرح درمیان میں رکھ کر یہ کار کی طرح

ان کے گرد میں نے خوب چکر لگائے۔

آن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں حاجی احمد کو مولانا نظر آئے آن حضرت نے حکم دیا کہ ان کے مرید ہو جاؤ اسی لئے وہ مدینہ شریف سے دہلی آئے۔ دہلی میں متقی حاجی خدا بخش جو شیخ وقت اور بے نظیر فقیر تھے انھوں نے مولانا سے میل جول بڑھایا پھر بیعت بھی کر لی اس کے بعد حرمین شریفین چلے گئے۔ اب وہ خرق عادات اور وہ قضی فات جو اس کمترین اور غلامانِ علم سے متعلق ہیں لکھے جاتے ہیں۔

جب اس گناہ گار کو حق کی تلاش ہوئی تو دہلی کے مشہور شائخوں اور درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے پاس گیا شغل کے سوا اور کوئی چیز نہ پائی اور دل کے ساغر کو نگاہ کی شراب سے کسی نے نہ بھرا۔ زمین آسمان میں مولانا صاحب کی شہرت تھی ان کے طالبوں کے حالات مشاہدے میں بھی آئے تھے۔ اس لئے مولانا صاحب پر پورا اعتماد جم گیا اور مولانا سے بیعت کا فخر حاصل کرنے ارادہ ہو گیا مگر حالت کی تبدیلی استقلال سے دور تھی کہ وحدت الوجود کا تجربہ کس طرح اختیار کیا جائے۔ کہاں خالق۔ کہاں مخلوق۔ اس

لہ فخر الطالبین کے ترجمے کے حاشیے میں ہم وحدت الوجود کو بتل چکے ہیں۔ وہاں دیکھئے۔ درود کی لکھ قرآن شریف کی آیت ہے وابتغوا الیہ الوسیلہ (سورہ مادہ) یعنی اللہ کی طرف وسیلہ



امر میں حیران تھا یہ خطرہ آتے ہی مولانا میرے خطرے پر مطلع ہو کر اپنے کرم سے تنہا میرے پاس تشریف لائے۔ بندہ ان کو دیکھ کر تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُنھوں نے میرے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں سے

بقیہ نٹ نوٹ صفحہ ۲۶۸ سلسلہ ۲۵

تلاش کرو اس سے بڑھ کر وسیلے کی اور کیا سند ہو سکتی ہے۔ انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے مولانا احمد علی صاحب نے قرآن مجید کا بخیرِ چمہ شائع کیا ہے۔ اس میں اسی آیت کے تحت جو حاشیہ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

”مغیرت میں اس کے (وسیلہ کے) دو معنی ہیں۔ مرتبہ -

طاعات (تفسیر مظہری میں بھی یہی ہے)۔ حاکم نے حدیفہ سے روایت کی ہے اور ایسا ہی قاریابی عبد بن حمید ابن المنذر۔ ابن حاتم۔ بن عباس سب نے کہا ہے کہ یہ بلا کیف ذاتی تقرب کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ وسیلے سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں میرا وسیلہ اختیار کر (احمد نے بسند صحیح ابی سعید خدری سے اس کو روایت کیا ہے) مسلم میں عبد اللہ ابن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ جب تم موزن سے اذان سنو تو وہ جو کچھ کہے وہی تم کہو۔ پھر جس نے دس بار درود شریف پڑھ کر میرا وسیلہ اختیار کیا میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور جب کوئی میرا وسیلہ اختیار نہ کرے اس کو یہ مرتبہ مل

پکڑے اس طرح کہ مولانا نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں ڈال لیں ہتیلیوں سے ہتیلیاں ملا کر مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ گویا ایک شراب خنقی جو میرے دل کے جام میں ڈال رہے تھے یا ایک آگ خنقی جو میرے سینے میں بھرا رہے تھے بچے کو گویا دل سے گلے تک لائے مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے میری جان نکلی جا رہی ہے استقلال کی رسیاں کٹ گئیں۔ میں مست و مدہوش ہو کر گر پڑا اور مولانا واپس چلے گئے۔

بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۶۸ و ۲۶۹ سلسلہ ۲

نہیں سکتا مگر جس کو اللہ عطا فرمائے جس نے میرا وسیلہ اختیار کیا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

وسیلے کے متعلق اور تفصیل کی ضرورت ہو تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب ملاحظہ فرمائیے۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں انسان اگر ایک دوسرے کی حاجت روائی نہ کرے تو اسلامی بھائی چارے کا مقصد ہی فوت ہو جائے یہی بھائی چارہ مدد ہے یہی بھائی چارہ وسیلہ ہے ہم کاؤں کے وسیلے سے سنتے ہیں۔ آنکھوں کے وسیلے سے دیکھتے ہیں۔ ہاتھوں کے وسیلے سے کام کرتے۔ اور پاؤں کے وسیلے سے چلتے پھرتے ہیں۔ پھر اس کا انکار انتہائی ناوانی ہے وسیلہ کیا ہے ایک قسم کی مدد ہے اگر یہ مدد۔ ایسا کہ غبن و ایسا کہ تسنیعین کے خلاف ہوتی تو انصاف کا لفظ وجود ہی میں نہ آتا کہ اس کے بغیر انسان کی زندگی ہی ناممکن ہے پھر ایسی تکلیف والا یطابق کو ترجیح کی طرف منسوب کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ درد کا کوہ روی۔

تھوڑی دیر تک میں بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش آیا اس وقت کا ذوق و شوق تحریر میں نہیں آسکتا آنسوؤں کی نہر تھی کہ جاری ہو گئی۔ انسان۔ حیوان۔ نباتات۔ جمادات۔ جز اور کل۔ غرض ہر چیز ایک ہی نظر آ رہی تھی۔ ذکر قلبی جاری ہو گیا کھانا۔ پینا۔ سونا سب جاتا رہا۔ چند روز بعد اپنے لباس اور کھانے پینے عرض ہر کام کے متعلق بھی خیال کرنے لگا کہ میں کیوں اس میں اپنی اوقات ضائع کروں بہت مدت کے بعد آفاقہ ہوا۔ کہ مجزوب نہ ہو جاؤں۔ یہ دونوں عقوے مولانا کی عنایت سے حل ہو گئے۔

اسی زمانے میں مجھے خیال ہوا کہ لاؤ فتوح الغیب دیکھوں مگر بغیر حکم کے اس کا دیکھنا مناسب نہ سمجھا مگر مولانا کی عظمت و سمیت کی وجہ سے۔ ان سے عرض کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی تھی۔ گفتگو کی خود ابتدا کرتا میرے طریقے میں ادب کے خلاف ہے۔ اسی فکر میں تھا۔ دیکھا کہ مولانا خود فرما رہے ہیں کہ فتوح الغیب کا ان دنوں دیکھنا بہتر ہے، یہ کتاب غلام حسین کے پاس ہے لیکر دیکھو میں نے ایسا ہی کیا۔ لشکر کشی کے زمانے میں فرائض کی ادائیگی مجھ سے بہت کم ہو گئی تھی۔ مولانا نے تحریر فرمایا فرائض کا خیال رکھو۔ آخر کیا بات ہے تم مجھے کم یاد کرتے ہو۔ اس سفر میں مجھے مسلسل تحریر فرماتے رہے

کہ اس زمانے میں اپنی حفاظت کا بہت خیال رکھو۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مولانا عبد اللہ کو متعین فرما دیا کہ احقر کو تاکید کرتے ہیں اور حفاظت بھی کریں۔

ایک دن باغ کی سیر کو گیا ایک شخص کو دیکھا کہ جدھر آدمی کھڑے ہوئے ہیں اس راستے کو طے کر کے دیوار کے اُس جانب جدھر زینہ نہیں ہے چلا آنا چاہتا ہے جب اس کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو میں نے خزانے داروں اور رسالے والوں سے کہا کہ دیکھو اس کو اپنے رسالے میں ہرگز نہ آنے دیتا۔ اس نے رسالداروں میں سے ایک کی بہت خوشامد کی اور پریشانی ظاہر کی کہ حالات جنگ کی وجہ سے میرے پاس درست نہیں میں راستہ بھول گیا ہوں پھر نہ معلوم اس کے دل میں کیا خیال آیا کہ وہ مجھ پر رحم کھا کر پوشیدہ طرح پر میری حفاظت کرنے لگا۔

میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا بھی میرے لئے متفکر تھے یہاں تک بے تابانہ ایک دن اُدھر سے گزرے خاموش رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ چہرہ مبارک غمگین تھا۔ ناگاہ زبان مبارک سے نکلا کہ ایک بہت بڑی بلا آئی تھی مگر الحمد للہ کہ میرے دوستوں میں ہر ایک ڈر کے گزر گیا۔ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ عشاء کی نماز کے بعد دیوان خانے کے خیمے سے باہر کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں اُٹھ بیٹھا۔ میرا یہ معمول تھا کہ ہر رات خلوت خانے جاتا اور وہیں سو رہتا۔



ایک دن صبح کی نماز کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ زور کی نیند آرہی ہے۔  
 وظیفہ اور مشغولی کا موقع نہ ملے گا۔ جب سو گیا تو دیکھا کہ یہاں خون بہا یا  
 جائے گا۔ ایسا کئی دفعہ ہوا پھر آنکھ کھل گئی۔ رات کے وقت جو ہتھیر میرے  
 پاس رہتے تھے وہ تحویل دار لے کر چلے گئے۔ سرائے میں چاروں طرف  
 چوکیدار ہونے کے باوجود نہ معلوم کس طرح وہ آدمی مجھ تک پہنچ گیا اور  
 تلوار میان سے کھینچ لی۔ محمد پناہ خاں میرے استاد زادے جن پر مولانا  
 کی خاص عنایت تھی اور مولانا کے مرید تھے ان کے پکڑنے کو دوڑا تلوار  
 مار دی۔ محمد پناہ خاں کے دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے مگر لوگ پہنچ گئے اور  
 انھوں نے اس کو مار ڈالا۔ معلوم ہوا کہ مولانا پہلے ہی اس کی خبر دے  
 چکے تھے۔ پھر مجھے اپنے ایک دوست سے معلوم ہوا کہ میرے دشمنوں میں  
 سے ایک نے اس آدمی کو روپیہ دے کر اس کام پر مقرر کیا تھا۔ اس دن  
 سے میں نے پناہ محمد خاں کو اپنے دفتر میں لے لیا اور آج تک خدا کی مدد  
 سے علاقہ دیوانی اور ملکی معاملات میں یہ اعتماد کے لائق ہیں اب جبکہ میں  
 یہ کتاب لکھ رہا ہوں اس واقعے کو ۱۸ سال ہو چکے ہیں۔

میرے بھائی کی بیماری کے بعد مولانا بہت ضعیف ہو گئے تھے تو میں نے  
 ایک معجون بنا کر ان کے لئے روانہ کر دی تھی اور اس کا نسخہ بھی خدمت  
 عالی میں بھیج دیا تھا تاکہ وہ طبیعوں کو دکھلائیں اور مزاج کے  
 مناسب ہو تو استعمال کریں۔

شرف الدین جو بندے کے استاد زادے اور اپنے والد کے

خطاب (رفیع الدین خاں) سے آج تک سرفراز ہیں (مولانا کے خلیفہ اور یہی میرضیاء الدین کے بڑے بھائی ہیں) انھیں کے ہاتھ میں نے معجون بھیجی تھی جب انھوں نے معجون پیش کی تو اس پر مولانا نے فرمایا کہ اس کا نسخہ بھی تو بھیجا ہے وہ کہاں ہے۔ عرض کیا حضور یہ معلوم نہیں اتنے میں میرا عرضہ بھی پہنچ گیا جب خط کھولا تو نسخہ نکلا۔

عبداللہ خاں نامی افغان غزل کو ابھی آواز سے پڑھتا تھا اس وجہ سے اس کو مولانا کی نزدیکی حاصل ہو گئی اور اس کے متعلق مولانا کی عنایت اور مہربانی کی شہرت ہو گئی۔ اتفاق سے دوستوں کے ساتھ حضرت خواجہ کے عرس میں دارالخیرا حمیر پہنچے۔ احقر نے بھی عرس میں حاضری دی کچھ دور تک پیدل گیا تھا اور بال بچے سواری پر فوجی شان و شوکت کے ساتھ دور سے آئے۔ مجھے پیدل چلنے کی عادت نہ تھی اس لئے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔

میں نے عبداللہ خاں سے کہا کہ کچھ دن میرے پاس رہو۔ انھوں نے کہا حضرت مولانا کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتا میں نے حضرت مولانا کے پاس آدمی بھیجا اور عبداللہ خاں کے رہنے کی اجازت طلب کی حضرت مولانا نے جواباً تحریر فرمایا کہ تمھاری قیادہ شناسی سے تعجب ہے کہ ایسے آدمی کو اپنے پاس رکھنے کو تیار ہو۔ اس کو فوراً رخصت کر دو اور خود عبداللہ خاں کو مولانا نے لکھا کہ تم رخصت ہو کر جلد یہاں پہنچو۔ میں حیران رہ گیا کہ اس تحریر سے آخر حضرت مولانا کا

کیا منشا ہے۔ تھوڑے دن بعد معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے اور بعض دوسرے لوگوں کے کپڑے لے کر بھاگ گیا، تب میرے دل نے کہا کہ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہونا اب مولانا کی تحریر کا مطلب سمجھ میں آیا۔

مولانا روح اللہ جو مولانا کے بڑے خلیفہ تھے۔ وہ بھی اس قافلے میں تھے۔ دینی بھائی ہونے کے لحاظ سے میں نے ان کے سامنے کچھ نذر پیش کی۔ مہربانی سے قبول کر لی مگر یہ سب حضرات تو رات دن میرے پاس آتے رہتے مگر مولوی روح اللہ صاحب میرے یہاں صرف دو ایک بار ہی تشریف لائے۔ عرس کے بعد جب لوگ واپس ہونے لگے تو مولوی روح اللہ صاحب آستلنے شریف میں اعتکاف کی وجہ سے ہر گئے۔ واپسی پر جب لوگ حضرت مولانا کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے حسب معمول اپنے احباب سے بندے کی ملاقات کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے حسب حال بیان کیا۔ مولوی روح اللہ صاحب کے طرز عمل (کم آنے جانے سے) مولانا خوش نہیں ہوئے۔ اور فرمایا کہ ان کی یہ حرکت نازیبا ہے۔ کیونکہ غازی الدین کوئی غیر نہیں۔ آخر ہمارے حلقے کے ہیں اور غیرت الہی کی کسی کو کیا خبر کہ کسی کو ضرورت مند بنادے۔ اسی زمانے میں مولوی روح اللہ صاحب کو جاڑا بخار آئے لگا۔ گھبرا کر میرے پاس آگئے۔ بندہ ان کی خدمت میں حاضر رہتا۔ آخر دو تین مہینے میں شفا پا کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عنایتوں سے

سرفراز ہوئے۔

چونکہ وحدت الوجود میں یہ رنگے ہوئے تھے اس لئے حضرت مولانا ان سے بہت خوش تھے اور اکثر مریدوں سے فرماتے کہ مولوی روح اللہ کے پاس بیٹھا کرو۔ پھر انھوں نے مولانا سے وطن جانے کی اجازت چاہی مولانا نے ہر چند روکا مگر باصرار رخصت ہو کر چلے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ فاتحہ کے لئے کھانا پکوا یا جائے۔ مولوی روح اللہ نے آکر کہا ہے کہ ہم شہید کر دئے گئے۔

۱۱۱ فاتحہ کی سند۔ مولانا اسماعیل شہید دہلوی اپنے رسالہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں۔ اگر شخص بزرگ راخانہ پروردگارتنا گوشت کو خوب شور و آواز دینا کر دہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم خواندہ بخورند خلل نیست (کتاب مسائل عشرین)

اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھڑیں اس طرح پالے کہ اس کے خوب گوشت ہو جائے پھر ذبح کر کے اس پر حضرت غوث اعظم کا فاتحہ پڑھ کر کھالیں تو کوئی خلل نہیں۔

عالم بافتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:-

اگر مالیدہ و شیر مرغ بنا ہوا ٹیڈہ بزرگے اگر ملیدہ شیر مرغ (کھیر) کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ثواب پہنچانے کی نیت سے پکالیں تو بقصد ایصال ثواب بروح پیرندہ بخورند مضائقہ نیست۔ (کتاب مسائل عشرین صفحہ ۱۱۲)

اگر کوئی مضائقہ نہیں۔

مولانا حاجی امداد اللہ اپنی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں:-

”متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے



مولانا کو ایسے قرآن شریف کی تلاش تھی جو ہمیشہ حضرت شیخ کلیم لہدی کی تلاوت میں رہتا تھا اور انھوں نے تفسیر القرآن تصنیف کر کے اپنے ہاتھ سے حاشیے پر لکھی تھی۔ بازار میں ایک روز دیکھا کہ ایک بڑھیا کلام مجید بغل میں

بقیہ نمٹ نوٹ بسلسلہ ص ۲۷۷ (۱۷)

مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے بھی کہنا مستحسن ہے  
اسی طرح اگر یہاں کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو  
پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ اگر وہ بروہو موجود ہو زیادہ استحضر قلب  
(حضور قلب) ہو۔ کھانا بروہو لانے لگے کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے  
رفیع دین ہاتھ اٹھاتا سنت ہے۔ ہاتھ بھی اٹھانے لگے کسی نے خیال کیا  
کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ پانی بھی دینا مستحسن ہے پانی پلانا  
بڑا ثواب ہے۔ پانی کو بھی کھلانے کے ساتھ رکھ لیا تو فائدہ کی یہ شکل ہو گئی رہا  
تفہیم تاریخ یہ بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر وقت پر یاد آجائے  
تو ہو جاتا ہے ورنہ سالہا سال گزر جائے ہیں خیال بھی نہیں آتا اس لئے  
تاریخ کا تعین ضروری ہوا۔

اب فاتحہ کی بابت حدیث سنئے :-

الفا تحۃ لما قرئت لہ (یعنی) | | فاتحہ اس کے لئے ہے جس کے لئے وہ  
تجریداً لاحادیث صفحہ ۲۳۲۔ | | پڑھا جائے۔

چونکہ ایصال ثواب میں سورۃ فاتحہ بزرگ لوگ پڑھا کرتے تھے اس لئے

دہلے ہوئے ہے۔ پوچھا بڑھیا یہ کیا ہے اس نے کہا قرآن شریف ہدیئے کے لئے ہے۔ کھول کر دیکھا تو وہی حضرت شیخ کلیم اللہ والاقراآن شریف ہے۔

بقیہ فث ثوب بسلسلہ صفحہ ۲۷۶ (رہ)

ایصال ثواب کے عمل کا نام فاتحہ ہو گیا۔ اللہ فرماتا ہے۔ الیہ یصعد الکلمات الطیبہ (پاک کلمے اللہ کی طرف صعود کرتے ہیں)۔ تو قرآن کی آیتوں سے بڑھ کر اور پاک کلمے کیا ہوں گے۔ ایصال ثواب یا فاتحے کی بابت قرآن شریف کی ایک اور آیت ہے۔

اور جو نیکی تم پہلے سے اپنے لئے یا اپنیوں کے لئے آگے بھیج دو (یعنی ایصال ثواب کرو) اس کو اللہ کے پاس بہتر حالت میں اور زیادہ پاؤ گے (اس لئے) معافی مانگتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔	وَمَا تَقْدِرُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُ لَكُمْ اللَّهُ غُفُورًا الرَّحِيمُ (سورہ نزل)
--	--

ہماری فاتحے والی چیز اگرچہ مادی ہوتی ہے لیکن قرآن شریف کی برکت سے وہ لقمہ نور بن جاتی ہے تبھی تو شہداء والی آیت میں صراحت ہے کہ ان کو مردق دیا جاتا ہے کافروں سے لڑنے میں جو لوگ شہید ہوئے صرف وہی شہید نہیں بلکہ جہانِ نفس والے بھی شہید ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ اس کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب اچھے اعتقاد ملاحظہ فرمائیے اس میں فاتحے پر بھی ہر نوعیت سے بحث کی گئی ہے۔

(حدیث کا کدوی)

اس کے حسب خواہش ہدیہ دے کر قرآن شریف لے لیا۔

یہ ہر کہ ہر چہ مناسب ہو وہ ہر مولا

(جس کے لئے جو چیز مناسب ہوتی ہے خدا اس کو وہی عطا فرمادیتا ہے۔)

احقر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور جتنے لڑکے بھی میزے یہاں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا ہی نے سب کو بسم اللہ پڑھائی اس تسمیہ خوانی کے لئے بھی کمترین نے عرض کیا مبارک باد لکھ کر بھیجی تسمیہ کے لئے کچھ تحریر نہیں فرمایا اس لئے اس کے نہ رہنے کا یقین ہو گیا آخر وہ ایک دو مہینے کے بعد فوت ہو گیا۔

احقر اشد نام کا میرا ایک لڑکا تھا، نہایت حسین اور خوش آواز۔ تین سال کی عمر میں اس کو قوالی سن کر حال آجاتا تھا اتفاقاً بیمار ہوا اس کی شفا کے لئے توجہ کی درخواست کی۔ فرمایا اس مرتبہ اچھا ہو جائے گا۔ مجھے اس کی زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ آخر چھپک کی تکلیف سے وہ جنت کا پھول بن گیا۔

تختہ کے گھوڑے جن کی میں ہزار روپے قیمت بتلائی جاتی ہے۔ غلام شاہ خاں حاکم سندھ نے احقر کے لئے بھیجے اور اس طرف آنے کی درخواست کی اور ساتھ رہ کر ملکوں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ احقر اس زمانے میں بے گھر کی طرف لشکر کشی میں مصروف تھا۔ مولانا کی خدمت میں تمام حال لکھ کر روانہ کیا جو اب ارشاد ہوا ہماری نظر میں صلح ہوتی نظر نہیں آتی، اگر روانگی بہت ضروری ہے تب بھی جانا مناسب نہیں۔ اس لئے میں نے اپنے دماغ سے اس خیال ہی کو نکال دیا۔ ایک دو ہفتے کے بعد خان مذکور کے فوت

ہو جانے کی خبر معلوم ہو گئی۔ یہ شروع میں حضرت مولانا سے کوئی عقیدت نہ رکھتے تھے، مولانا کے یاروں دوستوں کے حالات دیکھتے تو تعجب ہوتا۔ آخر آستان عرش نشان پر سر جھکایا اور بیعت سے مشرف ہو گئے۔ رخصت ہو کر چند قدم ہٹے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا کے خادموں کی مرید ہوتے ہی حالت بدل جاتی ہے مجھ کو تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ خیال آنا ہی تھا کہ جیسے کسی نے پیٹھ پر ایک تیر مارا جو سینے پر کار گر ہو گیا۔ مست و بے تاب رقص کرتے ہوئے مولانا کے قدموں پر جا گرے اس وقت مرزا مذکور گویا سر سے پاؤں تک ایک چنگاری بنے ہوئے تھے۔

مولانا کا معمول تھا کہ باطنی امور و اسرار سے اس بندے کو باخبر فرما دیتے تھے، مگر اسرار کو قلم لکھ نہیں سکتا اور زبان ادا نہیں کر سکتی۔ بیعت کے بعد سے یہ حالت ہے کہ مولانا کی عنایت سے چند گھنٹے پہلے دل کو خبر معلوم ہو جاتی ہے۔

حرمین شریفین میں حاجیوں کی زیادتی کی وجہ سے وبا پھیل گئی تھی یہ احقر بھی بیمار ہو گیا تھا بہت تکلیف اٹھائی، خفائی کیفیت ہو گئی تھی، آدھا رہ گیا تھا، ہندوستان پہنچنے کے بعد حضرت مولانا کی شفقت اور اس عمل سے جو انھوں نے بنایا شفا ہو گئی سب تکلیفیں جاتی رہیں۔

مجدد پناہ خان حضرت مولانا کی خدمت میں گیا ہوا تھا۔ (اور چونکہ میں ایک مدت کے بعد اپنی متعلقہ خدمت پر حاضر ہوا۔ اس لئے اس زمانے



میں میرے متعلق عوام میں کچھ اور خبر مشہور ہو گئی تھی۔) خان مذکور واپس آیا تو میرے متعلق غیر معتبر خبریں سن کر بیتاب اور بدلتا ہوا حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ سب خیریت ہے اطمینان رکھو۔

صوفی یار محمد سے (جن کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے) ارشاد فرمایا کہ ذرا فلاں (غازی الدین) کے لئے مراقبہ تو کرو۔ وہ مراقب ہوئے دیکھا کہ ایک آدمی یہ عبارت پڑھ رہا ہے۔ یا حی یا قیوم بحمدک استغیت بندے کی واپسی کے بعد بیکانیر پہنچ جانے پر عنایت نامہ پہنچا۔ اس میں یہ تحریر فرمایا تھا دوست! دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ اند دوست ایک اشارت از مایسز ویدن (دوست کی طرف لگا ایک اشارہ بھی ہو تو ہم سر سے دوڑنے کو تیار ہیں) فوراً خدمت عالی میں حاضر ہوا خدا کی عنایت سے قدم بوسی کی سعادت ملی۔ اپنی مہربانی سے دریافت فرمایا کہ اب کیا ارادہ ہے میں نے عرض کیا جو حکم ہو۔ فرمایا دینی کام میں اتنا زمانہ گزارا اب دنیاوی کام بھی دیکھو میں قدموں پر سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔

پھر مولانا نے فرمایا اب دنیا سے میرا دل اُچاٹ سے میں نے عرض کیا، بجا ہے۔ فرمایا کہ الحمد للہ کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اس کے بعد کلاہ اور دستار جو سربارک پر تھی اس غلام کو مرحمت فرمائی۔ چاروں سلسلوں اور حدیث شریف کی اجازت بھی عطا ہوئی۔ اور بہت سے اشغال تعلیم فرمائے۔ چنانچہ ایک شغل میں مولانا نے میرے ہاتھ پاؤں درست فرما کر اس کی

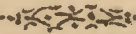
نہشت بھی بتلائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کہو تو ہم کر کے بتلا دیں۔  
 بندہ شکر یہ ادا کرتے ہوئے آداب بجالایا، پھر بندے کو ہر شغل عملی  
 طور پر بھی بتلا دیا۔ الحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک۔

<p>ترک و تجرید کے یکتا بادشاہ          (ایسے شہنشاہ) کو اور بادشاہ آپ کے کرم کے سید و امیر          آسمان آپ کے کوچے کا بازو پچھٹا پھلاں سے          زمین آپ ہی کی نہروں سے آبیاری کرتی رہتی ہے          قضا آپ کی خواہش سے عہد کے ہوئے ہے          فخر آپ کے حکم کی منتظر          بہشت آپ کے کوچے کی گل زمین          ثریا آپ کے در کی خوشہ چین</p>	<p>شہنشاہ ہے سر پر ترک و تجرید          بسویش خسرواں را چشم امید          فلک بازو پچھٹا طفلان کویش          زمین آب یاری با بجویش          قضا با خواہش او کردہ پیاں          قدر بر امر او بر بستہ دماں          بہشت اند کوچہ او گل زمین          ثریا از در او خوشہ چین</p>
---	---

۱۔ ترک حضرت شاہ علی حیدر قلندر کا کوہ روی نے اپنی کتاب مصباح التصرف  
 میں لکھا ہے کہ سالک کا ہر چیز کو قطع کرنا اور ہمیشہ ترک خلق اور وصول حق  
 کی طرف مشغول رہنا۔ شاہ علی قلندر فرماتے ہیں۔ ۱۔

مہربنہ نیستم دام کلاہ چار ترک ترک دنیا ترک عقی ترک مولا ترک ترک  
 تجرید = اپنی خودی اور ماسوی اللہ سے دور ہونے اور حق کی خودی میں مل جانے کو  
 کہتے ہیں۔ (مصباح التصرف) درود کا کوہ روی۔

<p>آپ کا دل سیر کے لئے جامِ جم ہے  سکندر آپ کے در کا بندہ اسی کی طرف تاک لگائے ہے  تن کی زیب و زینت آپ ہی سے ہے  اللہ کے کرم سے آپ ملت و دین کے لئے باعثِ فخر ہیں  نظامِ خیر خواہ عسلا موں میں ہے  جس کا نظام آپ ہی کی نظرِ کفایت سے قائم ہے</p>	<p>جم از جامِ دل سیرِ جہانش  سکندر بندہ در روکشایش  از و در تن بآب و زیب آئیں  تعالے اللہ فخر ملت و دین  نظام از بندگانِ خیر خواہش  نظامِ کارش از فیضِ نگاہش</p>
--	--



# چوتھا باب

## سماع کے طریقے میں

سماع (توالی) میں بہت سی شرطیں ہیں۔ اور وہ یہ کہ تمام مجلس والے اور توال سب با وضو ہوں۔ اور کوئی کسی سے بات نہ کرے نہ اپنا دُکھڑا روئے۔ اور جو زنا نو ہو کر بیٹھے۔ اگر پیاس معلوم ہو تو مجلس سے باہر جا کر پانی پی سکتا ہے۔ بشری حاجت ہو تو اس سے فراغت کر کے تازہ وضو کر کے پھر گانے کی مجلس میں آئے۔ اگر دل نہ لگے تو گانا سننا حرام ہے۔

---

اس آستانہ کاظمیہ کا کوہی شریعت میں بھی توالی سننے کی یہی شرطیں ہیں۔ درود کا کوہی۔



زمانہ و مکان و اخوان کا بھی لحاظ رہے۔ اور دل سے گانا  
سننے کی طرف متوجہ رہے۔

قوالی کی محفل کو الحمد شریف۔ قل ھو اللہ سے

شروع کیا جائے۔ اور ختم والے دن ختم بھی اسی پر ہو۔

زیادہ تر عربی قصیدے۔ فارسی غزلیں گائی جائیں جن میں عشق اور توحید  
ہو۔ یا ہندی کلام جس میں بھی صفت پائی جائے۔ یا مولانا روم کی شہنوی کے

۱۔ زمانہ سے یہ مطلب ہے کہ گانا سننے کا زمانہ ہو۔ یعنی کسی شہادہ کا وقت نہ ہو۔

مکان سے یہ مطلب ہے کہ ایسی جگہ مخصوص قوالی ہو جہاں اغیار نہ ہوں۔

اخوان سے یہ مطلب ہے کہ ساتھ والے وہی لوگ ہوں جو ہم مشرب ہوں جو قوالی کے  
حامی ہوں۔ قدیم زمانے میں انھیں شرطوں سے گانا سنا جاتا تھا۔ اور اب بھی ایسا ہی ہونا  
ضروری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ و رسول کی محبت کے لئے جو گانا سنا جائے وہ  
حلال ہے۔ حدیثوں وغیرہ کی تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ سماع ملاحظہ ہو جس میں  
صحابہ اور چاروں اماموں کے گانا سننے کا تذکرہ ہے۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر نے لکھا  
ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت۔ وَذِی سُلَیْمٰنَ رَمٰنَ اسْتَطَعَتْ مِنْہُمْ بِصَوْتِکَ  
کا سماع (قوالی) سے تعلق ہے۔ تفصیل کے لئے کتاب روض الاذہار ملاحظہ ہو۔ حدیث  
شریف ہے۔ لیس منامن لہدیتقون بالقرآن یعنی وہ ہم میں سے ہیں جو قرآن کو  
لے سے نہ پڑھے۔ حضرت عائشہ نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کو انصاری خاندان میں بیاہا۔

اشعار ہوں۔ یا شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کے اشعار یا حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ کا کلام یا پیم کہانی۔ (یہ وہ چیز ہے کہ اس کے مصنف نے وجد میں جب اس نظم پر نعرہ لگایا تو مکان کی چھت پھٹ گئی) غرض اس قسم کی چیزیں کافی جائیں جن سے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو۔

(بقیہ صفحہ ۲۸۵ بسلسلہ) جب آپ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا کوئی گانے والی دھن کے ساتھ گروی ہے؟ انصار کو گانا بہت پسند ہے زینب نامی ایک گانے والی قریب رہتی تھی اس سے فرمایا کہ جلد جا اور دھن کے ساتھ ہو جا۔ (کتاب جواز السماع عبدالمزائیر) ایسی صورت میں اگر کسی خوشی یا شادی کے موقع پر گانا سنا جائے تو جانتے رہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عربی اشعار پر جو حال آیا ہے اس کو ہمارے زمانہ سماع میں ملاحظہ فرمائیے اس پر فالان نے جو بی اعتراض کئے تھے ان کا بھی مدلل جواب لکھا جا چکا ہے۔ (حاشیہ تعلق صفحہ ۲۸۷ سطر)

عدم واقفیت کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ حضرات صوفیہ نے اس کو منہ قفل سے لیا ہے یہ بالکل غلط ہے حدیث کی کتاب مسلم شریف میں ہے: کان ابن عمر اذا استبحر استبحر بالوقت غیر مطرقة ویکافو لیل حرمہ مع اللوۃ قال هذا کان لیستحمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ رواہ مسلم کتاب دفع الاوبام ص ۱۱ (ترجمہ: حضرت عمرؓ کے صاحبزادے جب خوشبو لیتے تو کسی اور چیز کو لے بغیر اگر کسی خوشبو لیتے اور کبھی خالص اسی کی دھون (خوشبو لیتے تھے اور کبھی اگر کے ساتھ کانوہ بھی ہوتا اور فوطہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح خوشبو لیتے تھے۔

حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوشبو پسند تھی اسی لئے اس کو نائے وغیرہ کے متفرق پر استعمال کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے ہمارے کتاب تصوف ملاحظہ ہو۔ درد کا کوروی۔

اگر بتی۔ لوبان۔ عطر۔ گلاب کے پھول۔ خوشبو کی چیزیں ہوں سماع  
 میں بخشش و عطا بھی ہوتا کہ غیبی خزانوں سے بے شمار فیض مل سکے۔  
 ہر نگاہ پر سبیل کی طرح دل ترپتا ہو۔ پروانے کی طرح ہر تجلی پر  
 روح رقصاں رہے۔

ہر نقطہ نظر سے قبلہ الکاملین حضرت نظام الملّت والدینؒ کے عرس  
 کی محفل کا رنگ ہی عجیب ہوتا ہے۔ وہاں تو کتنا سننے وقت اس کا خیال  
 رہے کہ کسی نماز کا وقت نہ ہو۔ سب سے بڑی چیز یہ کہ حضرت مولانا  
 فخر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

”جب تک نماز میں سماع (قوالی) والا لطف حاصل نہ ہو اس

وقت تک قوالی میں نماز والی کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔“

سماع کوئی کھیل نہیں ہے۔ اسی لئے ایسا گانا جس میں مذاق اور دل لگی  
 ہو اس کی سخت ممانعت ہے۔ گانے میں مذاق کو مولانا نے شرک فرمایا  
 ہے کیونکہ عبادت پر اس طرح زمانی تجلی کا اطلاق ہو جائے گا۔

ایک دن نماز کے بعد تمام مجلس جس میں امام المسلمین نماز کے  
 لئے تشریف فرما تھے شاہ ظہور اللہ وجد کی حالت میں حضرت مولانا  
 کے پیچھے اپنی مستی میں ٹوپی سے کھیلتے ہوئے چلا کر رو رہے تھے

”پھر فلمی گانے ہمارے لئے کسی کام کے نہیں اور دراصل یہ شیطانی۔“

اور قوالی رحمانی چیز ہے۔ درد کا کوروی۔

شورش دیکھئے کہ شعلہ ٹھنڈا ہو جانے پر بھی نعرہ لگایا۔ اس وقت کی نگاہ کرامت اثر قابل دید تھی۔ شاہ ظہور اللہ مولانا کی طرف پٹھ کر کے چلائے۔ مولانا کی دو تین دن کی توجہ کا یہ اثر تھا مگر جب شاہ ظہور اللہ اسی حالت سے قریب بہ ہلاکت ہو گئے تو حضرت مولانا نے ان کو اپنے پاس بلا کر کہا یہ سب تمھاری تربیت اور تعلیم کے لئے کیا گیا ہے، شاہ ظہور اللہ نے معافی چاہی پھر تمام عمر خود۔ اور ان کے مریدوں نے پھر ایسی حرکت نہیں کی (مطلب یہ کہ مذاق اور دلگی نہ ہونا چاہئے بلکہ ہر طرح ادب کا خیال رہے۔)

دوستوں کی خاطر گانا سننا اور قوالوں کو بہت انعام دینا حضرت مولانا کے فوائد اور قواعد میں تھا۔ لیکن گانا سننے کی کثرت سے بھی مولانا نے منع فرمایا ہے کیونکہ سماع کی کثرت نفاق اُگاتی اور دلوں کو مُردہ کر دیتی ہے۔ گانا محبوب کی خوش آوازی کا غلبہ ہے اُسی حد تک جب تک گراں نہ گزرے اور گراں نہ گزرتا یہ چیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے مخصوص تھی۔

۱۷ حدیث شریف ہے۔ خیر الامور وسطہا (یعنی تمام امور میں درمیانی حالت بہتر ہے۔) درد کا کوروی۔

۱۸ اسی کو حضرت مولانا رحمہ نے اس طرح فرمایا ہے کہ  
 نے زنا روئے زچوب و نے زچوبست و از بجائی آید این آواز دوست { درد کا کوروی۔



متطہر رب اکرم (یعنی حضرت مولانا فتح) کی نظر یا اثر کی گری قوالوں کی نگاہ کو اپنی طرف جذب کر لیتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مال و ستر ہی پر لوگ نعرے لگانے لگے۔ اس طرح بے ہوش بھی ہو جاتے۔ سر ہند کے قوال جب محفل سماع میں آئے ان کو ذوق ہوا تو ذوق میں آ کر نعرے لگانے لگے۔ پھر انھوں نے کیفیت کے بعد عرض کیا ہم ایک عالم کو بخود بنادینے والے ہیں اور زمانے کے مرشدوں کو ہمارا نغمہ مستی میں لاتا رہتا تھا۔ لیکن خود ہم کو کوئی متاثر نہیں کر سکتا تھا مگر آج ہم نے یہاں عجیب بات دیکھی کہ ہمیں ساتی تھے اور ہمیں کو عشق کے میکشوں کے سرور کی شراب مدہوش بنا رہی تھی، اس وقت ہم پر بے انتہا مستی چھائی ہوئی تھی جس نے ہم کو بالکل بے خود بنا دیا۔ شکر ہے کہ اس رنگ کو بھی ہم نے خوب دیکھ لیا یہ کہہ کر بیعت کی خواہش کی اور اس سے سرفراز ہوئے۔

قوالی کی مجلس میں ممانعت ہے کہ آلات حرب میں سے کوئی چیز ہو۔ اس لئے کہ کہیں حال والا بخودی میں خود اپنے آپ کو نہ مارے اور اکثر ایسا ہوا ہے۔ کیفیت و حال والے کی حفاظت کرنا ضروری بلکہ واجب ہے، مگر اس طرح کہ اس کو تنگ نہ کیا جائے اور اس کے دل پر ہاتھ نہ رکھا جائے بلکہ اس کو حلقے میں لے لیں۔ اور واجد کو جن کلموں پر وجد آیا ہے اس کو قوال بار بار کہتے رہیں کیونکہ واجد اللہ کا نام ہے۔ اس کے معنی ہیں وجد عطا کرنے والا۔ جیسے شکر۔ جس کے معنی شکر

قبول کرنے والا۔ کیونکہ اللہ شکر کرنے والا نہیں ہے۔ شکر کرنا بنے کا کام اور اس کا قبول کرنا اللہ کا کام ہے۔

فوائد القواد میں حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کے حال میں لکھا ہوا ہے اور اس بات کو میں نے حضرت مولانا کی زبان سے بھی سنا ہے کہ جب ذوق کا غلبہ ہوتا ہے تو پہلے دردِ دیوار پر ہماری نظر پڑتی ہے اس کے بعد حاضرین پر۔ اس وقت اس کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں دل پھٹ نہ جائے۔ اور ایک بار حقیقت میں ایسا ہو بھی چکا ہے۔

ایک عرس میں رتیں لوگ جمع ہوئے ان میں سے بعض عقیدت کے لئے طیار تھے لیکن ابھی بیعت کی برکتوں سے مشرف نہ ہوئے تھے کہ ایک عام مجلس منعقد کی گئی اور سماع (قوالی) کو موقوفہ رکھ کر حافظ عبدالقادر سے جو مولانا کے خادم اور احقر کے رفیق ہیں مولانا نے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کو فرمایا۔ انھوں نے پڑھنا شروع کیا۔ وہی ایک شعر پڑھے گئے تھے اور شعلے کی طرح عریاں ہو ہو جاتے۔ اس میں بہت لوگ عشقیہ نسبت والے بھی ہو گئے۔ میر و می (مرضی) اس وقت حضرت مولانا کے پاس روتے ہوئے آئے اور تضرعِ رحمت کی درخواست کی۔ رحمت کی نظر پڑی اور وہ اچھے ہو گئے۔

اس آیت کے تحت۔ اَبْرٰی اَلْمَکْمَہ وَالْاَبْرَص وَالْحٰی الْمَوْتٰی

بازن اللہ اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے کو، برص والے کو اچھا،  
اور مردے کو زندہ کر دیا جاتا ہے) میلوی روشن علی۔ سید محمد میرزا  
اقربائی۔ روشن الدلہ مقفور اسی دن عالم افروز ہوئے اور عشاق۔ نور  
سے بھر گئے۔ اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں۔ یہ تھوڑے اور  
تھوڑے ہیں سے بھی خاص خاص لکھے گئے ہیں ورنہ تفصیل کے  
لئے تو دفتر چاہئیں۔

## ترجمہ

## مثنوی

قوالی سن کر نغمے کی مجلسیں گرم کرتے ہوئے	کنم گرم از سماعش نغمہ خوانی
موسیقار کا ہم زبان بنا جاؤں	بہ موسیقار سازم ہم زبانی
دنیا جس سے استفادہ کر سکتی ہے	بہ عالم انچہ از دے استفادہ ست
وہ قوالی ہے۔ قوالی ہے۔ قوالی ہے	سماع ست سماع ست و سماع ست
دلوں میں اس سے جوش آتا ہے	فتد جوشے۔ از و در بحر دلہا
قلب روح اعضا میں قوالی کی روح دوڑ جاتی ہے	دلہا بجان بقلب و روح و اعضا
حن اور اچھی آواز سے فرحت ہوتی ہے	چو حن و صوت را فرحت اساسی ست
ہاں ہاں سماع۔ سماعی اور قیاسی بھی ہے	سماع آئے سماعی و قیاسی ست
بجشی نظر ہر ناس سے قبضہ میں آجاتا ہے	کندر اہم آہوئے وحشی نگہ را
سیاہ سانپ اس سے حرکت میں آجاتا ہے	بجنبش آوڑ و مایہ سیمہ را

جب اونٹ والے کے گانے سے اونٹ متاثر ہو سکتا ہے  
 تو پھر انسان ہم کو بے خود کیوں نظر آئے  
 قوالی یہاں۔ اور اس کا ذوق غیب آ رہا ہے  
 یہ عزت والی روحانی دعوت ہے  
 جسم کی ہر ہر رگ میں اس کا اندر جوش زن ہو جاتا ہے  
 ہر ہر بال مجنوں بن جاتا ہے  
 نغمے کی شریاب سرخوشیاں کھتی ہے  
 رات جادو جگاتی اور سوطر کی دلکشی لاتی ہے  
 اگر انسان کا دل اس سے متاثر ہو تو تعجب نہیں  
 داؤد کے گانے سے یوں اترم ہو جاتا تھا  
 یا رب نظام پر ایسا کرم فرما  
 کہ قوالی سنتے سنتے خاتمہ بخیر ہو جائے

بہ اشتہر چوں اثر باشد حمدی را  
 بہ انساں چوں نہ بینی بخودی را  
 سماع این جاؤ۔ ذوق از جائے دیگر  
 مکرم ضیف از ما واسے دیگر  
 از و در ہر رگ تن جوش خوئے  
 بہ ہر موئے از اں طرح جنوئے  
 شرابے نغمہ از سر خوشی ہاست  
 بصدد جادوشی ہا دل کشی ہاست  
 اگر دل نرم از و شد کے عجب بود  
 کہ آہن موم شد از لحن داؤد  
 نظام از تست دہ یارب متاعش  
 بخیر خاتمہ اندر سماعش

قطب الاقطاب بخیر کا کی اوشی ج کو اس شعر پر وجد ہو اٹھا ہے  
 کشتگان خنجر تسلیم را  
 ہر زماں از غیب جانے دیگرست  
 جو رضا و تسلیم کے خنجر کے کشتہ ہیں  
 ان کو غیب سے ہر دم نئی روح ملتی رہتی ہے  
 یہاں تک نہایت پہنچی کہ اعضا تک جدا جدا ہو گئے اور خنجر تسلیم نے  
 آپ کو شہید کر ڈالا۔ آپ کو ازلی ابدی زندگی مل گئی۔  
 سلطان المشائخ راشد ان کو علین میں جگہ دے) اکثر فرمایا کرتے



تھے کہ شیخ نے مجھ سے ایک دن فرمایا جو تمہارا دل چاہے مجھ سے مانگ  
لو۔ دل نے جو چاہا میں نے مانگا اور پایا۔ کاش یہ مانگتا کہ سماء پر  
خاتمہ ہو۔ یہ حال سیر الاولیا۔ فوائد الفوائد۔ اور سیر العارفین میں لکھا ہوا  
ہے اور چونکہ یہ قصہ ذوقی ہے اس لئے قلم بھی اس کے لئے بے اختیار  
چل پڑا۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر اجدہی حجب  
میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا بدیع الدین والحق کو دروازے پر بیٹھا یا تھا۔  
ان کو۔ کوئی ضرورت پیش آگئی۔ اتنے میں وہاں حضرت سلطان المشائخ  
محبوب الہی پہنچ گئے تو انھوں نے ان کو اپنی جگہ بٹھا دیا یہ

در مقام قرب الہی قدر را ماوا دہند بر سر یہ صولت و عزت تہاں راجا دہند  
نزدیکی کا تمام انھیں کو ملتا ہے جو خوش عقیدہ ہوں صلوٰۃ و عزت کے تحت پر بادشاہوں ہی کو جگہ ملتی ہے  
پہلو بدل بدل کر سلطان المشائخ نے کواڑوں کے دروازوں سے حجرے  
کے اندر کا سماں دیکھا کہ حضرت فرید گنج شکر ہر طرف یہ رباعی پڑھتے ہوئے سجدے سے  
کر رہے ہیں اور اپنی پیشانی کو روشن کر رہے ہیں۔

### رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو نہیم خاک کہ شوم و بنیر پائے تو نہیم  
چاہتا ہوں کہ تیری یاد ہی میں زندگی گزرے خاک ہو کر بھی تیرے پاؤں کے نیچے زندگی گزرے  
مقصود من خستہ ز کونین توئی اندہر تو میرم از برائے تو نہیم  
دونوں جہان میں میرا مقصود تو ہی ہے مروں تو تیرے لئے جیوں تو تیرے واسطے  
سلطان المشائخ کا بیان ہے کہ یہ حالت دیکھ کر محکوبات نہ رہی اور

ادیب کی باگ ہاتھوں سے جاتی رہی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو کلمت  
 علی اللہ العظیم کہہ کر میں ایسے خاص وقت میں اندر پہنچ گیا۔ شیخ الاسلام  
 نے مہربانی اور شفقت کی نگاہوں سے دیکھ کر فرمایا جو کچھ مانگنا ہے مانگ  
 لو، میں نے طلب کیا اس پر فرمایا تم جو کچھ چاہتے ہو میں نے دیا۔

### قطعہ

ایں طائفہ را طور و طراز سے دگرست  
 ہر نعمتِ ذوقِ شاں رسانے دگرست  
 اس گروہ کے طور طریقہ ہی الگ ہیں  
 ان کے نغے کے ذوق کا ساز ہی اور ہے  
 ایں قصہ چہ دم زدن تو انیم نظام  
 محبوباں را راز و نیاز سے دگرست  
 نظام اس قصے کے پیش نظرم ماری کی جگہ نہیں  
 محبوبوں کا راز و نیاز چیز ہی اور ہے  
 اللہ تعالیٰ نے شوق کے پردوں میں ذوق والے دلوں کو عشق سے  
 بھر دیا ہے اللہ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ جب صحیح اعتقاد انسان  
 قوالی سنتا ہے تو مرشد کی عنایت سے رفتہ رفتہ سارے حجاب اٹھ جاتے ہیں  
 اس طرح مقدس روحوں سے فیض حاصل کرنے کے راستے مل جاتے  
 ہیں اسی لحاظ سے ذوق و شوق مشکل منزلیں آسانی سے طے  
 کر ا دیتا ہے۔

### گانا سننے کی حالتیں

گانا سننے میں تین حالتیں ہوتی ہیں ۱۔ انوار ۲۔ احوال ۳۔ آثار

ان میں سے ہر ایک حالت ملکوت سے جبروت - جبروت سے ناسوت  
پر نازل ہو کر روعوں، دلوں، اور اعضا پر اثر ڈالتی رہتی ہے۔

الف - انوار کا ملکوت سے تعلق ہے۔

ب - احوال وار و اح کا جبروت سے تعلق ہے۔

ج - ملکوتیت کے آثار کا ناسوت (دلوں اور اعضا) سے

تعلق ہے۔

۱۔ خوش آوازی کا دل پر اتنا چھا جانا کہ اس کے بیان سے  
دل قاصر ہو اس کو ہا جہنم کہتے ہیں۔

۲۔ ایسی خوش آواز جس کو محبوب (رسول یا مرشد) برداشت  
کر سکتا ہے اس کو متکلف کہتے ہیں۔

۳۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سماع کشف کا سبب بن جاتا ہے۔  
سماع میں فراست اور درمیانی حالت کا شعور بہترین کیفیت ہے۔  
۴۔ جس میں شعور سلب کرنے کا احساس باقی ہو قابل ارشاد  
(قابل ہدایت مخلوق) نہیں۔

۵۔ شرابیوں میں وہ شخص قابل تعریف ہوتا ہے کہ مدہوشی  
کے باوجود اس کو ہوش باقی رہے۔

سماع (قوالی) والی شراب کی یہی مثال سمجھ لو۔ بنظر محبت -  
عطا وجود و بخشش اور سخاوتوں کی مثالوں کی ضرورت پائی نہیں۔  
سمجھنے والے اتنا خود سمجھ سکتے ہیں۔

اس احقر العباد کو پہلے حال آیادل کی حرکت - اور سکون بے اختیار ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اگر حرکت نہ کروں تو اس کا امکان ہے لیکن اعضا شکنی اور بے مزگی طبیعت پر غالب آجائے گی۔ اس لئے جو حرکتیں مستانہ وار اور شانقمانہ صادر ہوئیں میں نے ان کو حضرت مولانا سے عرض کیا ارشاد ہوا۔ اس معزز مہمان کی تعظیم ضروری بلکہ لازمی ہے اور شعور موجود رہنے پر مولانا نے بہت سی خوش خبریاں دیں۔ اور ایک بار پھر حضرت مولانا نے اپنی عنایت سے اس عقیدت مند کے حالات کی تحسین فرمائی۔

### قدیم کتابوں کے مضامین کا خلاصہ

الف :- اگر گناہنا سننا خالق کے عشق کے لئے ہے جو واجب الوجود ہے تو پھر اُس کا سننا بھی واجب ہے۔

ب :- اگر گناہنا سننا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت میں ہے تو فنا فی الرسول کے درجے کے لئے صرف واجب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

ح :- اگر گناہنا سننا ایسے محبوب کے لئے ہے جس کی محبت حرام و ناجائز ہے جیسے غیر منکوحہ یا غیر مملوکہ عورت یا کسی امرد کے لئے تو قطعی حرام ہے ہاں اگر کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ ہو اور شہوت کا قدم بھی درمیان میں نہ ہو



تو ہرج نہیں۔

۵۔ اگر گناہ سننا صرف طبیعت خوش کرنے کے لئے ہے تو حلال ہے لیکن اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ اللہ کی محبت کے بھید سے خالی ہے تو حلال کے قریب کہا جاسکتا ہے ورنہ اہل کے لئے تو اللہ کی محبت کے بغیر حلال سمجھنا ہمارے حقیقت کے خلاف ہے۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے غنا اور سماع میں فرق بتایا ہے اور سماع (قوالی سننے) کے آداب تحریر فرمائے ہیں۔ غنیۃ الطالبین میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ خاص چیز یہ ہے کہ ہمارے مرشدین ہمیشہ اس بات کے پابند رہے کہ سننے والا شرع شریف کا پابند ہو اور مرشدین کی طرف سے خوش اعتقاد ہو اس کے بعد یہ ہونا چاہئے کہ گانے والی زبان سے جو کچھ نکلے اس کو جناب باری کی طرف سے تصور کریں۔

شاہ ابو المعالی لاہوری کی تصنیف تحفۃ القادریہ جس کو امام عبد اللہ یافعی کی تصانیف کا خلاصہ سمجھنا چاہئے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے قوالوں کو اشعار گانے اور سجانے کا حکم دیا اور آپ کو وجد آیا۔ چند جگر لگا کر آپ آپ فضا میں اڑ گئے اور آدمیوں کی نظروں سے غائب ہو گئے لوگوں نے آپ کے لئے مدرسہ تعمیر کیا تھا وہاں آپ کو پایا گیا۔

بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اشعار کے گانے سے ذوق پیدا ہوتا ہے قرآن شریف کی تلاوت سے کیوں پیدا نہیں ہوتا اس کا جواب یہ لکھا ہوا ہے کہ دل کا جوش حال کا سبب ہوتا ہے یہ دو چیزوں پر موقوف ہے اُچی آواز اور عشق۔ جس کے دل میں ایمانی جوش اور ادب کی محبت ہے وہ ضرور وجد میں آئے گا۔

حدیث شریف ہے۔ لیس منافقین لہ یتغیٰ بالقرآن (جو قرآن شریف کو غنا سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں) اس لئے اگر کوئی خوش الحان قاری ہو تو اس کے پڑھنے سے برابر ذوق پیدا ہوگا اور جو کوئی سوراہا یوسف کے معنی سمجھتا ہوگا اس کو ضرور لطف آئے گا اور راحت ملے گی۔

کلام اللہ کی تمام عبارت میں اگرچہ نصیحت والے قصے ہیں مگر غور اور تفکر سے محبت کے نکات لئے ہوئے اور وجد لانے والے ہیں مگر جس کو اللہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا جبرے میں تنہا ہوتے تھے۔ قرآن کی آیتوں پر محضوڑی ہوتیں یا بہت ان کو حال آجایا کرتا تھا اور کبھی کبھی یہ چیز وظیفے میں لازمی تھی۔

شروع میں احقر کی بھی یہی حالت تھی کہ قرآن شریف کی آیتوں کے پڑھنے اور سننے سے شورش ہوتی تھی اور بہت دیر کے بعد سکون ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کو سماع سے انکار نہ  
 تھا۔ خواجہ احمد جو مخدوم اعظم کے نام سے مشہور ہیں اور مولانا  
 جامی نقشبندی ان کو بھی سماع سے ذوق تھا۔ حضرت شہاب الدین  
 سہروردی نے اپنے یہاں لوگوں کو کھانے کی دعوت دی تو اپنے چھوٹے  
 ہی سے گھر میں احباب کے لئے سماع (روحانی غذا) کی مجلس بھی  
 منعقد کی۔ لیکن استغراق اس پائے کا تھا کہ سماع شروع ہونے  
 کا احساس بھی نہ ہوا۔ جب خادم قوالوں کا انعام مانگنے گیا تب پوچھا  
 کہ کیا سماع ختم ہو گیا۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا (نقشبندی) نے  
 عبد اللہ نامی قوال کا گانا سنا ہے۔

### سماع والے اشعار مع ترجمہ

شدم بہ پردۂ تحریرِ نغمہ خوان سماع	میں تحریر کے پردے میں سماع کا نغمہ خواں ہوں
کہ خوش صداست پیئے خامہ دبیان سماع	کہ قلم کے لئے قوالی کے بیان کی آواز خوب ہے
بصورتِ نفسِ مطربانِ خوش الحان	خوش الحان قوالوں کی سانس کی صورت میں
نسیمِ باغِ بہشت ست گلستانِ سماع	باغِ بہشت کی نسیم سماع کا گلشن ہے۔
ہزار میکدۂ عشق درِ بغلِ دارو	عشق کے ہزار میکدے بغل میں رکھنا ہے
ہجومِ نشیہ سرشارِ سرگرانِ سماع	سرگراں اور سرشار نشے کا ہجوم سماع میں
زبانِ زلفتِ اوتابہ شرحِ پردازد	قوالی کی زلفت کی زبان کیا شرح کر سکتی ہے
زبانِ لختِ جگر نیست ترجمانِ سماع	جب جگر کے ٹکڑے کی زبان پوری ترجمانی ممکن نہیں

<p>اسد والوں کا پتہ قوالی سے قص میں آجاتا ہے          اس کی شان اور پیری کی سمجھ سے بالائے تر ہے          اگر سماع کا خریدار ہے تو دل اور جان نذر لے میں لا          کار دان سماع ہی کے لئے محبت کی جیت ہے          زمین کی لگن میں پروانے والی نسبت کہاں          جبکہ سماع کا ازلی بیان عرش پر بند ک قص میں          عشق کا ہر ترانہ رحمتوں کے نزول کا سبب ہوتا ہے          قوالی کی دھن سے زمین اور زماں سب مست ہیں          وجہ کے میدان میں ہم کیوں نہ کو دیں          کہ جلوہ بینی سے عشق بھی قوالی کا ہم عنان ہو چکا ہے          قوالی کا اللہ کی محبت کی نعمت ملتی ہے جانتے دے جانتے ہیں          اس کا انکار کرنے والا اس سے محروم ہے          نظام اگر قوالی سنے کو ملے تو دل لگا کر سنو          کیونکہ سماع جان بادل ہے اور دل سماع کی جان</p>	<p>سماع خوش نفساں زہرہ را برقص آرد          ز فہم انس و پیری بر ترست شان سماع          بیار نقد دل و جان - اگر خریداری          کہ بہت جس محبت بکار دان سماع          کجاست نسبت پروانہ و ش پائے لگن          بہ سطح عرش بود رقص اندل بیان سماع          بہ ہر ترانہ عشقے نزول رحمت ہاست          شود زمین و زماں مست در زمان سماع          شویم چون نہ بہ میدان وجہ جلال گہ          کہ بہت عشق جلوہ ریز ہم عنان سماع          کہے کہ نعمت او یافتہ ست - می داند          کہ نیست هیچ نصیب بہ منکر ان سماع          سماع اگر شنوی - دل باو بہ بند نظام          سماع جان دل مست و دل ست جان سماع</p>
--	---

ہمارے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگرد حکیم فینا غورث  
 نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی چکار کہہ رہا ہے کہ یہ دریا کے  
 کنارے جاؤ تم پر ایک علم کا انکشاف ہوگا۔ دوسرے دن بتائے  
 ہوئے پتے پر وہ دریا کے کنارے گئے تو کہا کہ یہ ہے کو پہاڑ سے



نکال کر مٹھوڑے سے کوٹ رہے ہیں۔ لوہے پر مٹھوڑا مارنے سے ایک قسم کی موسیقی ایک قسم کا راگ پیدا ہوا تو انھوں نے دنیا کی بُرائی میں نصیحتوں سے بھرا ہوا ایک قصیدہ اور ایک ساز (باجا) تیار کیا۔ اس راگ کے سُنے سے بنی اسرائیل کی حالت بدل گئی۔ یہ بخود ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کے طالب بن گئے۔

سماع (گانا) روح کا کوڑا ہے حقائق اور معارف کے حاصل کرنے اور اس کے تصرف اور تسلط کا ذریعہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے السماع معراج الاولیاء مخصوص علی نفسہ (تو الی اولیاء کی معراج ہے خاص کر اپنے نفس کے لئے)۔

دل وقت سماع پوتے دل پر پردہ جاں را بہ سر پر دہ اسرار برد  
سماع کے وقت دل کو محبوب کی خوشبو ملتی ہے جو اسرار کے پردوں کی طرف روح کو لے جاتی ہے  
سریانی زبان میں ”مو“ ہوا کو۔ اور ”سیقی“ گرہ کو کہتے ہیں  
یعنی اہل فن ہوا میں گرہ لگا دیا کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حکیم مذکور نے تصفیہ باطن کی قوت سے جو ان کو ریاضت سے حاصل ہوئی تھی اس چیز کو حاصل کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان کی حرکت اور برجوں کے مختلف دور کے نغموں کو مختلف وقتوں میں سُن کر اس فن کے لوگوں نے اس علم کی بنیاد ڈالی ہے۔ کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ”موسیقار“ نام ایک پرند ہے جس کی چونچ میں بہت

سے سوراخ ہیں جب بولتا ہے تو ان سوراخوں سے طرح طرح کے راگ نکلتے ہیں۔ جب اُڑتا ہے تو ہوا میں نعرہ لگا کر پروں کو بھڑپھڑاتا ہے۔ اس کے نغموں سے جو آگ نکلتی ہے اسی میں وہ اپنے آپ کو چھونک کر خاک کر دیتا ہے ہر برسات کے بعد خاک سے خود بخود ہزاروں اس کے انڈے بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بچے پھر جوان ہو کر ایسا ہی کرتے رہتے ہیں۔

چونکہ ہندوستان کی زمین عشق خیز ہے۔ اسی لئے بزمانہ قدیم درویشوں نے اس میں صحرائی نشینی اختیار کی ہمیشہ روزے رکھے رات رات بھر کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کرتے۔ اس علم کی محض خدا کی طلب کے لئے مشق کرتے رہتے۔ لاپیت کی وجہ سے اس وقت اثر بھی ویسا ہی تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عبادت گزار نے پہاڑ کے سامنے راگ گایا۔ پہاڑ کھل گیا۔ ہاتھ میں جو گھونگھرو تھے وہ اُس نے پہاڑ پر ڈال دیے وہ خاموش رہ کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

گھونگھرو اُسی پہاڑ میں جم گئے دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ جب دوسرے نغمے کی آواز آئی تو ایک ہرن آیا اور اُس نے اس کے سامنے اپنی گردن رکھ دی اور تسبیح جو عابد کے ہاتھ میں تھی اُس کو اس نے ہرن کی گردن میں ڈال دیا سکون ہو جانے کے بعد ہرن چلا گیا اور تسبیح گردن میں پھرتی

رہی، دیکھنے والوں کو تعجب ہوا۔ اس علم کو کسی نے کمینوں کو بتا دیا ہے، اُنھوں نے اس کو کمانے کا ذریعہ بنا لیا۔ تبھی اصل اثر باقی نہ رہا۔

اس فن کا جو اصلی اثر ہے اسے معلوم کرنے کے بعد حق نے اس فن میں بہت دخل اور مہارت حاصل کر لی ہے۔

توالی کا اتار چڑھاؤ دل کی حرکتوں کے موافق ہے۔

اس لئے اب یہی چیز دل کو ایسی بھاگتی ہے کہ اس فن کی دو سری چیزیں کانوں کو اچھی ہی نہیں معلوم ہوتیں۔ سلف کی کتابوں کے لحاظ سے نصیحتوں کے نقطہ نظر سے جو بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ پہلے عربی شعر کا نمبر ہے کہ وہ حضرت سید العرب کی زبان ہے اس کے یونانی فارسی کہ یہ بھی اولیا اللہ کی زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ جو چیز روح کے ذوق کو ابھارے اس کو اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہئے۔

عشق را خود صدر زبان دیگر است

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی ملک میں دستور تھا کہ جب وہاں کا بادشاہ مرجاتا اور اپنا لہ کا چھوڑتا تو کانے کی مجلس اس کے جھوٹے قریب کرتے اگر اس کی رغبت اس میں پائی جاتی تو اس کے سر پر سلطنت کا تاج رکھتے ورنہ اس کے رشتہ داروں میں

جو اس طرف راغب ہوتا ریاست اس کے سپرد کر دیا کرتے۔

## رباعی

اوصاف سماع را حد سے پیدا نیست	اس بادۂ تند در خور مینا نیست
سماع کی تعریف کی کوئی حد نہیں	یہ شراب اتنی تیز ہے کہ شراب کے شیشے میں بھی نہیں آ سکتی
بس گن، بس گن نظام این نغمہ مست	ہر چند جزہ اس کا ردل شیدا نیست
بس بس نظام یہ مست نغمہ	شیدائی دل کا اس کے سوا اور کوئی کام نہیں

السماع شیء عظیم والله سمیع العظیم  
سماع بڑی چیز ہے اور اللہ سنے جاننے والا ہے





# پانچواں باب

## تزئیت کے بیان میں

جو عقیدت مند قابل توجہ ہوں پہلے ان کو اپنا مشتاق بنانا۔ پھر فقر و فاقے کا امتحان لینا چاہئے۔ پھر ایک زمانے کے بعد عادتوں کو جانچنا چاہئے۔ جب معلوم ہو جائے کہ استقامت پیدا ہو گئی اخلاق مہذب ہو گئے تب مرید کہنا چاہئے۔

اگر کوئی بے علم ہے تو علم حاصل کرنے کی قید لگا دینا چاہئے۔ امتحان کے طریقے بہت ہیں اگر لکھوں تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے لہذا اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے۔

مولانا عبد اللہ (جو حضرت مولانا کے خاص خلفائے ہیں وہ اس احقر پر بہت عنایت فرماتے ہیں) یہ صاحب اور ان کے علاوہ چند

دوسرے لوگ مولانا کی خدمت میں آئے اور مرید ہونے کی خواہش کی  
 حکم ہوا کہ کچھ روز یہاں رہو۔ اور کھانا پکانے والے کو حکم دیدیا کہ انہیں  
 کھانے کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس طرح دو تین دن کے بعد فاقہ کشی  
 کی وجہ سے انہوں نے اپنا رستہ لیا۔

لیکن صرف مولانا عبد اللہ موجود رہے۔ جب پانچویں دن ان کو  
 فاقہ ہوا اور بہت بھوک لگی تو بے چین تھے۔ اس دن کہیں سے مولانا  
 کے لئے کھانا آیا تھا فرمایا کہ عبد اللہ کو بلاؤ۔ مولانا عبد اللہ خوش  
 ہوئے کہ اب فاقہ کشی ٹوٹنے والی ہے۔ مولانا نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا  
 سب لوگوں کو تقسیم کر دو۔ مگر مولانا عبد اللہ کو کچھ نہیں دیا۔ مولانا عبد اللہ  
 کھانا تقسیم کر کے اپنی جگہ آکر بیٹھ گئے۔

چھٹے روز حضرت مولانا خضر نے خبر پوزے منگائے تھے،  
 اس کے چھلکے صحن میں پڑے ہوئے تھے۔ مولانا عبد اللہ کے نفس نے  
 کہا کہ جب رات ہوگی لوگ سوتے ہوں گے تب یہ چھلکے کھا کر بھوک  
 دفع کر لوں گا یہ خیال آتے ہی مولانا خضر نے خادم کو حکم دیا کہ فرش  
 زمین سے یہ چھلکے ہٹا دئے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا پاؤں  
 پھسل جائے۔ مولانا عبد اللہ کا جسم مردوں کی طرح ہو چکا تھا  
 دل میں کہا کہ اگر موت آجائے تو قبول ہے مگر یہاں سے نہ جاؤں گا۔  
 اب کی حالت ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔

ساتواں دن گزرنے کے بعد جب رات آئی تو حضرت

مولانا فخر نے مولانا عبداللہ کو بلایا اور اپنے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھلایا اور مرید کر لیا۔

مولانا بہت توجہ سے طالبوں کی تربیت فرماتے تھے حلقے اور مراقبے کے مشیخت میں جو اصول ہیں ان سب میں کچھ نہ کچھ خود نمائی ہے اس لئے مولانا کا طریقہ مولانا کا اصول ان تمام باتوں سے الگ تھا۔ مجلس میں یا درس میں لوگوں سے جو گفتگو فرماتے تو بہت نرمی سے بات کرتے۔ اہل دل سے آپ کی زبان سے گفتگو فرماتے رہتے خاص کر اس وقت جب اہل محفل سے بات چیت ہو رہی ہو۔ مریدوں کی طرف دل سے متوجہ رہتے نگاہوں کا گوشہ صاحب معاملہ کی جانب رہتا۔ جو دل پر لگتا یا ایک شراب ہوتی جو دل اور سینے

لہ مولانا نے جو مولانا عبداللہ کو بھوکا رکھا یا لوگوں کا اس طرح امتحان لیا تو یہ کوئی بے معنی یا بے سند بات نہیں ہے۔ کتاب اسرار روحانی مؤلفہ سید شمسین علی صاحب (خواہر زادہ حضرت محبوب الہی) کے صفحہ ۹۹ میں ہے۔ اجمعوا بطونکم و اظہار اکبادکم (یعنی اپنے شکموں کو بھوکا رکھو اور اپنے جگر کو پیاسا رکھو آگے چل کر اسی صفحہ میں ہے۔ ان اشد البلاء علی الانبیاء ثم علی الاولیاء ثم الامثل فالامثل (یعنی سخت ترین بلا انبیاء پر آتی ہے پھر اولیاء پر پھر جو ان کے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں۔ یہ اس لئے ہے تاکہ ہم اللہ کو نہ بھول جائیں۔ درود کا کوئی روئی۔

کے جام میں ٹپکائی جاتی تبسم جس کو اس کا خدنگ کہہ سکتے ہیں اس کو شراب کی موج کہا جاسکتا ہے۔ جب مزاج مبارک خوش ہوتا چاہے سماع میں ہو یا دلیسے اس وقت کا اثر اور فیض قابلِ دید ہوتا۔

بعض وہ لوگ جن کے شامل حال آپ کی عنایت ہوتی ان کو خلوت اور بے خلوت جیسا موقع ہوتا شغلوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اور بعضوں کو اس کی تاکید ہوتی کہ حجرے سے باہر نہ نکلیں اگر کسی

۱۰ حضرات صوفیہ نے عرس۔ ذکر و شغل یا درود شریف وغیرہ کے طریقے ایجاد کئے ہیں نادانف لوگ اپنی تخریر و تقریر میں ان کو بدعت بتاتے ہیں ان کے متعلق یہ حدیثیں ملاحظہ ہوں :-

ما راع المومنون حسناً ففوعند الله حسناً (موطأ)  
امام مالک و ترجمہ بمعنا صفحہ ۷۲) جس چیز کو مومنوں نے اچھا سمجھا وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر  
من عمل بها (صحیح مسلم) جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کا ثواب ہے اور جو اس پر عمل کرے اس کو بھی ان سب کا ثواب ہے۔

اورنگ آباد میں جناب مولانا محمد صابر صاحب نے یہ حدیث منجھو لکھ دی تھی۔ میں نے ان سے حدیث شریف کا درس لیا ہے۔  
درود کا کوری۔



ضرورت سے باہر آنا پڑے اور دوسروں کی طرف ذرا بھی دل کو متوجہ دیکھیں تو جلدی سے حجرے کے اندر چلے جائیں اور مرشد کی حضوری میں بھی کم حاضر ہوں اور کم بیٹھیں۔ جن کے دماغ میں خشکی ہوتی ان کو روغن دیا جاتا کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ جنوں کی طرف متوجہ ہو جاتا رات دن کے حالات کا حساب بھی لیا جاتا اس کی بھی تاکید کی جاتی کہ فضول وقت ضائع نہ ہو۔

اگر کسی نے مشغولی میں سستی کی دوا ایک مرتبہ اس کو نصیحت کرتے اگر اس نے کہا نہ مانا تو پھر اس کی امید منقطع ہو جاتی۔  
 خسر الدنیا والآخر لا نعوذ باللہ منہا رین بھی خراب دنیا بھی خراب اللہ اس سے بچائے۔ تجرید اس طریقے کے لئے لازمی ہے۔ مولانا نے خود بھی تجرید میں اپنی عمر گزار دی ہے۔ عین جوانی میں ایک مرض ہو گیا تھا، حکیموں نے یہ علاج تجویز کیا کہ شادی کر لینا نہایت ضروری ہے ناچار شریف گھرنے میں شادی کر لی تو صاحبزادے عالی قدر مولوی قطب الدین سلمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے۔ یہ اس رقت پچاس سال کے ہیں۔

میرزا حسین باوجود اس کے کہ اہل و عیال والے تھے ان کا قاعدہ تھا کہ عزت کے خیال سے پہلے اپنے کو سلام سے مستفید کر لیا کرتے ایک مرتبہ ان پر مولانا کی نظر پڑی عجیب حالت ہو گئی۔ فرماتے تھے کیسا غرور کہ مہر آئے کہ مہر چلے، مرزا مذکور سرمایہ دار

انسان تھے۔ اکبر آباد کی حفاظت کی خدمت کا ان کو ایک مقررہ وظیفہ ملتا تھا۔ ان کے نفس امارہ نے ان کو دوسری شادی کی ترغیب دی تو انھوں نے مولانا سے رائے لی، مولانا نے فرمایا شغل کرنے والے کو ایسا نہیں چاہئے۔

انھوں نے اس چیز کو جائز سمجھ کر دوسری بلا کو مول لینے کا ارادہ کر لیا نفس کی شامت نے مرزا کو نہ چھوڑا۔ دوسری مرتبہ عرض کرنے پر مولانا نے فرمایا کہ جو میری رائے تھی وہ ظاہر کر چکا اب تم کو اختیار ہے۔ غرض مرزا نے دوسری شادی کر لی۔ اس پر مولانا نے بعض خلوت نشینوں سے فرمایا کہ دیکھو رزق کی زیادتی اور ثبوت کے غلبے نے مرزا کو اس وادی میں ڈال دیا ہے، عورت کے پاس جائیں گے جسمانی لطف اٹھائیں گے خدا کی شان جس رات مرزا کی شادی ہوئی اُس رات نامرد ہو گئے اور وظیفہ بھی بند ہو گیا۔ نوکری جاتی رہی، نسبت باطنی اپنی اصلی حالت پر نہ رہی۔ مرزا اکبر آباد چلے گئے اور مدت تک تنگدستی میں بسر کرتے رہے۔ آخر مولانا نور محمد کی سفارش پر قصور معاف ہوا۔ کچھ روز بعد انتقال کر گئے۔ انتقال کے وقت ہنسی رہے تھے۔

اسی طرح میر عظیم جو اوتاد کے مرتبے کو پہنچے ہوئے تھے کہ لوگ ایک ہی وقت میں ان کو کئی جگہ موجود پانتے تھے حضرت مولانا ان کا بہت خیال کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کسی کی بات قابل قبول نہ ہوتی تو مولانا اس کی سفارش سے قبول فرما لیتے۔ یہ ایک مرتبہ اپنے بہت سے مریدوں کو لے کر آئے تو در سے میں ان کے

سوا اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ مولانا کے بعد اگر کوئی ہے تو یہ میر عظیم ہیں یا تو رحمہ۔ مگر ان کو بھی شادی کی فکر دامن گیر ہو گئی۔ محافعت کی گئی مگر نفس کی برائی نے ان کو اس سے بچنے کا موقع نہیں دیا اور ان کا حال سلب ہو گیا مریدوں نے چھوڑ دیا آخر وقت میں مزاروں پر گئے اور شرمندگیاں اٹھائیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

مشغولی کی سستی مشغولی میں دل کا حجاب ہو جاتی ہے۔ اگر توبہ کرنے سے سنبھل گیا۔ استغفار پڑھا تو پھر اللہ اللہ کی عنایت شامل حال ہو جاتی ہے اور حجاب رفع ہو جاتا ہے ورنہ یہی چیز عداوت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

حضرت مولانا ابتدائے میعت میں نفلیں اشراق یعنی نماز شکر۔ استغفار۔ استخارہ۔ مغرب کے بعد کی نفلیں، جسے اوایین اور حفظ الایمان اور صبح کی نماز کے بعد مسبحات عشی۔ تنبیہ تحمید اور تحلیل ان سب امور کی ہدایت اور تاکید فرماتے لیکن لوگوں کو پانچ وقت کی نماز کے بعد بصیر حقیقی کا تصور بتلاتے۔ اس حدیث کے تحت کہ۔ الانسان ان تعبد الله كان له نورا فائدہ، یواک (ترجمہ۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ ورنہ یہ سمجھو کہ یعنی خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کی قوت حاضر غائب یکساں

تھی۔ مولانا فخر اس چیز سے خاص طور پر فیض یاب تھے۔ چاہے  
موجود ہوں یا نہ ہوں مولانا کے لئے مشرق و مغرب کا فاصلہ برابر تھا۔  
چنانچہ احقر کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ دینی بھائیوں کے حالات  
کے سلسلے میں بھی اسی طرح معام ہوا ہے اور بار بار زبان مبارک  
سے یہ الفاظ سننے ہیں وہ شیخ (مرشد) ہی کیا کہ مشرق میں  
ہو اور اس کا مرید مغرب میں۔ اور پھر اس کے حال سے  
باخبر نہ ہو۔

کسی نے اور نگ آباد میں حضرت مولانا کے بھائیوں کو سنج پہنچایا  
انھوں نے حضرت مولانا کو خط بھیجا۔ اس پر فرمایا کہ فلاں شخص نے  
مجھ کو دور سمجھ لیا ہے۔ ایک صاحب کو ہم سے نسبت اخوت ہے۔  
دوسرے صاحب ہمارے شیخ کے فرزند ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کو  
بزرگوں سے لیاقت کے بعد اجازت ملی ہے۔ قاعدہ جاننے والا ہی اس  
اصول کو جان سکتا ہے۔

ایک صاحب نے مولانا کی خدمت میں محبت اور ذوق سے  
ایک مدت گزار دی۔ عنایت کا دامن ان کے ہاتھ آگیا۔ مہربانیوں  
سے سرفراز ہو گئے مگر اس کے بعد محیب حال ہوا۔ نفس نے جیلے  
سے اجازت و خلافت کی درخواست کی آپ نے مجبوراً اجازت  
دے دی مگر حال سلب کر لیا۔ جب جڑ نکل گئی تو شاخ کس کام  
کی کیونکہ ایسی شاخ پھول پھیل لا نہیں سکتی۔ اس کے بعد انھوں



نے لاکھ سرٹپکا لگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

اس غلام سے مولانا نے فرمایا اجازت خلافت اس وقت لینا چاہئے کہ قدرت یافتہ شخص متوجہ ہو۔ اور توجہ والی وہی نگاہ ہوتی ہے کہ وحدت وجود جس کا حقیقی حال ہو۔

اور اپنا مبارک حال بیان فرمایا کہ اب دید باقی رہ گئی ہے۔ آپ کے مزاج میں استعداد والے کی تواضع بہت تھی وجد والے کی تعظیم کے لئے سرو قد کھڑے ہو جاتے اور ان کے عاشقانہ حرکات پلٹے پچٹنے ان سب باتوں کو برداشت کرتے اور نیک بختی کا سرمایہ سمجھتے۔

حافظ محمد خلوت میں حقائق کا سبق پڑھا کرتے ان کو وجد آگیا۔ پہلوئے مبارک پر ان کی لات پڑ گئی مدتوں اس کی وجہ سے درد رہا اس موقع پر حضرت مولانا نے حضرت مجید الدین کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ میرے مریدین میں سے کسی نے مجھے کاٹ کھایا تھا، بارگاہ سبحانی میں میری جانب سے یہی تحفہ قبول ہو گیا۔

حضرت شیخ کلیم اللہ کی کتابوں کشکول مرقع سوا و اسبیل۔ ان کے پوشیدہ رکھنے کے لئے حضرت مولانا نے نور محمد صاحب اور عبد اللہ صاحب کو اجازت دیتے وقت بہت تاکید فرمائی تھی اور یہ فرمایا کہ دوسرے کو بھی اسی طرح اجازت دیسکتے ہو۔

حضرت مولانا کو عمل پڑھنے سے بہت نفرت ہے۔ آپ کے خلفائیں ایک صاحب جنھوں نے بلند مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد خود پسندی اور خود رانی کو اپنا وسیلہ بنا لیا تھا یہ اعلیٰ علیین (جنت) اعلیٰ مقام سے

لہ جنت کی صراحت۔ حدیث قدسی اس کا نام ہے کہ ارشاد اللہ کا ہو اور الفاظ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے۔ جنت کے متعلق حدیث قدسی ہے کہ۔ قال اللہ تعالیٰ اعدت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا حن سمعت ولا خطر علی قلب البشیر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خطرہ گزرا ہے۔ (کتاب مذاہب الاسلام مولفہ مولانا نجم الغنی رام پوری صفحہ ۷۰۱) بروایت ابو ہریرہ۔ حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ صحابہ ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو اس کی بھلائی کی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا واجب ہوئی۔ ایک اور جنازہ کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو برائی کا تذکرہ ہوا حضور نے فرمایا واجب ہوئی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیا واجب ہوئی تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے جس کی بھلائی کی اس پر جنت واجب ہوئی اور جس کی بُرائی میں اس پر دوزخ واجب ہوئی اس لئے کہ زمین۔ میں تم خدا کے گواہ ہو عربی عبارت یہ ہے۔ انتم تشهداء اللہ فی الارض (منظاہرہ حق جلد دوم صفحہ ۵۳) یعنی اللہ کو ہم دیکھ رہے ہیں اور اللہ

اسفل السافلین (دوزخ) کے نیچے طبقے میں پہنچ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ اُنھوں نے

(بقیہ نمٹ نوٹ صفحہ ۳۱۴ بسلسلہ)

ہم کو دیکھ رہا ہے اس لئے ہر معاملہ میں شرع سے ہماری گواہی ہے اگر اس کی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ ہم کو گواہ کیوں بناتا اور جب اپنے کام کا گواہ بنایا ہے تو ہم اس کو دیکھ رہے۔ دیکھنے ہی کی گواہی ہے۔ اس سے توحید وجودی کا پتہ چل رہا ہے۔ اسی کتاب مظاہر حق جلد دوم کے صفحہ ۵۴ میں ہے۔ السنۃ الخلق اقلام الحق (یعنی خلق کی زبانیں حق کے قلم میں) شرح فصوص الحکم مولفہ شاہ مبارک علی کے صفحہ ۲ میں جو عبارت ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذات اور حقیقت کے اعتبار سے عالم عین حق ہے اور تعین اسماء و صفات و افعال کے لحاظ سے غیر حق۔ اسی کتاب کے صفحہ (۱۷۸) فص ہودیہ کا حاصل یہ ہے کہ ذات احدیت میں کثرت کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وحدت کا مرتبہ ہے جس میں کثرت بالقوہ ہے۔ اس میں تفصیل کی قابلیت ہے ان قابلیت کو شیون الہیہ کہتے ہیں اس کے بعد اسماء و صفات کی تفصیل کا مرتبہ ہے اس کو وحدت کہتے ہیں بسیط اور اولیٰ صفات (۳) ہیں جن کو امہات الصفات کہتے ہیں۔ ۱۔ احیات ۲۔ علم ۳۔ قدرت ۴۔ علم کے دو درجہ ہیں سمیع و بصیر۔ قدرت کے بھی دو درجہ ہیں ۱۔ ارادہ ۲۔ کلام یا اس طرح سمجھئے کہ امہات الصفات (۴) ہیں ۱۔ حیات ۲۔ علم ۳۔ سمیع ۴۔ بصیر ۵۔ قدرت ۶۔ ارادہ ۷۔ کلام۔ چونکہ حضرت مولانا مخدوم کے ارشادات میں اکثر جگہ اشارتاً اس قسم کے الفاظ آتے ہیں اس لئے ان کی صراحت ضروری سمجھی گئی اور حضرات صوفیہ کے اقوال بیان کر دئے گئے صوفیہ سے اصلی صوفی مراد ہیں۔ متصوفین (بنے ہوئے) صوفی نہیں۔ (درد کا کوڑی۔

کشکول اور مرقع بلا اجازت طلب کیا تھا ان کی یہ درخواست قبول نہیں کی گئی اس پر انھوں نے کہا کہ بازار میں یہ کتابیں سستے داموں مل جاتی ہیں اور حضرت مجھ قدیم خادم سے دریغ فرما رہے ہیں مولانا نے ان سے فرمایا کہ جب سستے داموں یہ کتابیں مل جاتی ہیں تو کیوں نہیں لے لیتے۔ حضرت مولانا کا یہ مطلب تھا کہ

اجازت کے بغیر کوئی کتاب کیا فائدہ دے سکتی ہے؟

یہی حال احمد کا ہوا۔ جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے کہ عمل کی وجہ سے مولانا کا دل ان سے متنفر ہو گیا۔ فرمایا یہ اپنی اچھائیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خواب کا ذکر پہلے ہی آچکا ہے۔ سبحان اللہ کس شاہنشاہ لالابی کی بارگاہ ہے۔ اللہ ایسے غرور والوں سے بچائے۔

مریدوں کے بھیدوں کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید تھی ان کے ظاہر کرنے کو مجرب کام سمجھ لیا گیا ہے، اگر ایسے واقعات (جن کا پوشیدہ رکھنا غیرت الہی کے لئے ضروری ہے) بیان کر دئے جائیں تو طبیب کھینچ جائیں (زمین تنگ ہو جائے)۔

ایک تازہ واقعہ لکھا جاتا ہے۔ شیخ الہ پارہ تنگدستی کی وجہ سے گھر سے باہر چلا گیا اور حضرت سلطان المشائخ ج کی درگاہ میں پہنچا اور اور اپنا حال عرض کیا ایک روپیہ سامنے آکر گرا۔ سمجھا کہ یہ سلطان المشائخ کی عنایت ہے اس کو جیب میں رکھ کر گھر پہنچا ہر روز اس میں سے خرچ کرتا اور ہر صبح جیب میں دوسرا روپیہ مل جاتا۔ پڑوسیوں نے آپس میں



کہا یہ تو پریشان روزگار تھا۔ فاقوں میں گزرتی تھی اب کیا بات ہے کہ روز ایک روپیہ خرچ کرتا ہے۔ غالباً اس نے کیمیا بنانا سیکھ لی ہے اس خیال سے اس کو شہر کے کوتوال کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ جب اس پر سختی کی گئی تو اس نے راز افشا کر دیا (سارا حال کہہ دیا) اُسی روز سے روپیہ ملنا بند ہو گیا۔ چونکہ دینی بھائی تھا۔ بندے کے گھر آیا اور ہمارے رزق میں شریک ہو گیا اسی پر دوسرے واقعات کو سمجھ لیجئے۔ ایک اور دلچسپ واقعہ سنئے۔ سائیں اللہ یار نے ایک عمل کیا جس سے رزق بڑھتا تھا ایک دن کوئی فقیر صاحب مولانا کے یہاں مہمان ہوئے۔ مدرسے والوں کو فاقہ تھا۔ اللہ یار ان کو علیحدہ لے کر گئے اور کھانا کھلا دیا۔ کسی نے اگر حضرت مولانا سے عرض کیا کہ فلاں جگہ سے آپ کے مہمانوں اور آپ کے لئے کھانا آیا ہے آپ نے خادموں کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور مہمانوں سے فرمایا، آئیے کھانا کھا لیجئے۔ اُن فقیر صاحب نے کہا کہ میں نے ابھی ایک چیز کھالی ہے۔ مولانا نے پوچھا کہاں، عرض کیا سائیں اللہ یار نے کھلائی تھی، مولانا نے سائیں اللہ یار کو بلایا اور دریافت کیا اُنھوں نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تم کون ہو۔ تم نے ہمارے کاموں میں کیوں دخل دیا۔ اس وقت سے ان کی دست جاتی رہی اور ان پر تنگ دستی غالب آگئی۔

حافظ قاسم کو توسیع رزق کے لئے مولانا نے بسم اللہ کا عمل

بتلایا ان کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ بادشاہ کے یہاں امام ہو گئے۔  
 انھوں نے حضرت مولانا کے باکمال حالات بیان کئے، بادشاہ  
 حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا خادموں کو یہ بات پسند نہ آئی فرمایا کہ  
 حافظ قاسم نے غریبوں کے حال پر مہربانی کی کہ بادشاہ کو یہاں  
 لائے۔ حافظ قاسم مذکور سے ایک دن دریافت فرمایا کہ اب بھی  
 وہ عمل پڑھتے ہو یا نہیں۔ انھوں نے عرض کیا جی ہاں ارشاد فرمایا کہ اب  
 پہلے سے زیادہ پڑھو (مگر غالباً انھوں نے یہ راز کسی سے کہہ دیا اور  
 کوئی بے احتیاطی ہو گئی جس سے مولانا باخبر تھے) ہر چند انھوں نے  
 یہی عمل زیادہ سے زیادہ پڑھا مگر پہلا اثر بھی جاتا رہا اور آخر تنگ دست  
 ہو گئے مدتوں کی تیاہی کے بعد اخوان الدین کی سفارش پر قصور معاف ہوا  
 اور کسی قدر اطمینان سے گزر کرنے لگے۔

سید خیر الدین کو جاڑا بخار آنے لگا، روغنی پلاؤ موجود تھا فرمایا کھاؤ  
 کھانا تھا کہ شفا پائی اُس وقت ارشاد ہوا کہ اس کے بعد ایسا نہ ہوگا اور  
 اُس کو کسی سے نہ کہنا۔

حافظ اسعد سے چند اعمال حضرت مولانا کو پہنچے تھے وہ اپنے  
 کسی کو نہیں بتائے مگر مولانا خود محمد کو۔ اور اس احقر کو اعمال اشغال  
 جو کچھ بتائے بغیر درخواست حضرت مولانا نے اپنی خوشی سے عنایت  
 فرمائے۔ مگر ایک شغل جس کو احقر نے پوچھا مولانا نے خلوت میں  
 انتہائی خوشی سے مرحمت فرمایا اور احقر کے اعضا کو اپنے ہاتھوں سے

پکڑ کر درست کر دیا۔ کیونکہ یہ حضور کو معلوم تھا کہ مجھ کو دوکان داری کرنا نہیں ہے صرف شوق، وجہ اور شغل کی حیثیت سے فی سبیل اللہ پوچھا ہے اور شاید یہ وقتی طور پر بھی موافق ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا کی عنایت کے شکریے سے زبان قاصر ہے کہ مجھ کو گزار دنیا کو نظر عنایت سے پرورش فرمایا۔

اس کمترین کے حق میں عنایت کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا، جب حضرت مولانا نے حضرت حسن بصریؒ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ملاقات ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب تصنیف فرمائی کہ سلسلہ چشت اس طور پر حضرت علیؒ تک پہنچتا ہے، اور یہ کتاب اپنے زمانے کے نقشبندی مشائخوں کے جواب میں تحریر فرمائی تھی۔ مولانا نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات ثابت نہ ہونا یہ ارباب قال کا آپس کا جھگڑا ہے۔ ورنہ ارباب حال کے سب سلسلوں کی اصل اسی سے ہے اور ارباب حال کے نزدیک یہ برحق ہے۔

---

۱۔ حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علیؒ سے ملاقات ثابت ہونے کے لئے دیکھیے۔ کتاب تابعین صفحہ ۸۳ (مرتبہ دار المصنفین اعظم گڑھ) اس میں حضرت شاہ ولی اللہ (حدیث دہلوی) کی تائید کا بھی تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے آخر میں اپنا خیال بدل دیا تھا۔ بظاہر حضرت

ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت تھا۔ اس کتاب کے اجراء آپ کے

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۱۹ بسلسلہ ۱۵)

امام حن علیہ السلام تک خلافت کا سلسلہ چلا۔ لیکن خدا کو یہ منظور تھا کہ ظاہری خلافت کے بعد باطنی خلافت کا سلسلہ چلے (تمام حضرات صوفیہ اسی کے حامل ہیں) اس لئے اس کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ چلا۔ یوں تو تمام صحابہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلیفہ تھے۔ چونکہ حضرت علیؑ سے باطنی خلافت چلنے والی تھی اس لئے ختم غدیر والے موقع پر حضورؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ کی شہادت سے لوگوں کو مست بنانا ہے۔ یا علی انت مومن مستخلف و اذن مقتول اے علی تو مومن ہے خلیفہ کیا گیا ہے اور تو مقتول ہے۔ (تجربہ للاحادیث صفحہ ۴۷۴)۔ اب حضرت علیؑ کی خصوصیت اور فضیلت کی بابت یہ حدیث ملاحظہ ہو: سکنت انا ابن ابی طالب توذا بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بلا بعة آلا ف عام فلما خلق آدم بلا بعة آلا ف عام فلما خلق آدم قسم ذالک النور جزئین فجزأنا وجزء علی وفی روايتہ انا وعلی من نور واحد۔ میں اور علیؑ خدا کے سامنے ایک نور تھے۔ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل۔ پس جب آدمؑ پیدا ہوئے تو اس نور کی دو جہتیں تقسیم ہوئی ایک جہت میں ہوں اور دوسرے میں علیؑ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ (دیکھئے مسند امام احمد حنبل و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۸)۔ غرض حضرت علیؑ نے حضرت حسن بصریؒ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ درد کا گوری۔



سامنے رکھے ہوئے تھے۔ احقر نے ان کو اٹھا کر کچھ دیکھا۔ دریافت فرمایا  
کیسی کتاب ہے، میں نے بدل مضامین کی تائید کی فرمایا اسی لئے تو ہم نے  
اس کو لکھا ہے میں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی نام بھی تجویز فرمایا، ارشاد  
ہوا تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر فخر الحسن اس کا نام  
ہو تو مناسب ہے۔ یہ سنتے ہی چہرہ مبارک بشاش ہو گیا۔ ہنس کے بندے  
کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم کو بھی یہی نام پسند آیا ہے۔ میں نے اپنے  
حق میں انتہائی رضامندی اور عنایت کے آثار پائے، اسی دن سے  
اس بندے کے قول فعل کو مولانا نے قبولیت کا شرف بخشا۔

بعض وقت مزاج گرامی پر استغراق کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ اگر کوئی  
آکر بیٹھتا تو پوچھتے کہ آپ کون ہیں جو لوگ اپنے کام میں مشغول ہوتے  
اور زیادہ تکلف سے پیش آتے اور حضرت مولانا کو دیکھ کر تعظیم کے لئے  
اٹھ کھڑے ہوتے تو ان سے ناخوش ہوتے۔

نیک نیت غلام اسی خیال میں رہتے کہ مرضی مبارک کے خلاف  
کوئی بات نہ ہو بلکہ اسی چیز کو عین ادب جانتے تھے۔ حق بات فرمانے کا  
اس قدر اہتمام تھا کہ خیر حق کے سوا اور کوئی بات ہی زبان پر نہ آتی۔  
ایک بار اس احقر نے ایک عرصہ رسالہ خدمت کیا کہ یہ امر خلاف قیاس معلوم ہوا  
ہے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا کہ شریک باری تعالیٰ کے سوا اور  
کوئی بات غیر ممکن ہی نہیں ممکن کو غیر ممکن لکھنا سچائی سے دور ہے۔ یہ غلام کو  
ایک ہدایت فرمائی گئی۔

## ثنوی

## ترجمہ

اللہ کے عرفان کے بہترین سالک	زہے مسلوک عرفان الہی
آپ کے طور طریقے اس کمال کے گواہ ہیں	کمالش راز اطوارش گواہی
دین کے مرشد عالم کو ہدایت دینے والے	ہدایت بخش عالم مرشد دین
علم کے سمندر نمکین کے پہاڑ	سراپا بحر علم و کوہ تمکین
پوشیدہ طور پر دل سحر کرنے میں آپ کی شہرت ہے	دلش آوازہ بادیا نہانی
آپ کی نگاہ درپردہ سب سے تعرف رکھتی ہے	نگاہش را تعرف ہا نہانی
آپ کی طبیعت اللہ کی عجیب حمد کرتی رہتی ہے	عجائب طبع محمودش بارشاد
آپ کا ارشاد ملک ایجاد کی صفائی میں مصروف	زارشادش صفائے ملک ایجاد
دلوں کی صیقل میں آپ کا دل مشغول رہتا ہے	دل او صقیل مراست دل ہا
ناکہ ہر مرید کو اسلامی قصر مل جلتے	بہ قصر احمدی او یافت ہر جا
ربا ربابِ دانش کی طرف سے تربیت کا کام آپ کے سپرد ہے	بکار تربیت از رب رباب
حق کی طرف سے آپ نے زمین قطب الاقطاب ہیں	بد ہراز حضرت حق قطب الاقطاب
دین کے گلشن کی بہار کو آپ نے تازہ کر دیا ہے	ہمار گلشن دین تازہ کردہ
بنائے شرع شریف کا اندازہ کرتے ہوئے	بنائے شرع ہر اندازہ کردہ
بے نیازی کی بلندی پر سرفراز	باوچ بے نیازی سرفرازے
ہمارے لئے بندگی والی نیاز	بجائے بندگی برما نیازے

عجائب مالک مملوک صورت	مملوک صورت کے عجیب مالک
بہ عبدیت شدہ دورانہ کدورت	بشریت کے باوجود کدورت کی دور
رواج عشق در آفاق دادہ	عالم میں عشق (المی) کو رواج دینے والے
ور دل بر رخ عالم کشادہ	عالم کے رخ پر دل کا دروازہ کھولنے والا
بر آوردہ ز محبوبیت از کام	محبوبیت کی صفت نے آپ کو کامیاب بنا دیا
بر مضیات حق بگرفتہ آرام	حق کی مرضیوں ہی سے آپ آرام میں ہیں
قدم بر آسمان عز و قدر شش	عزت اور قدر کے آسمان پر آپ کا قدم ہے
نثار از قرض ہائے مہر و بدش	جہاں چاند سورج آپ پر شاہرہ ہو رہے ہیں
بہ ہفت اقلیم شد صیت کمالش	آپ کے کمال کی شہرت ہفت اقلیم والی ہے
بہ ہفتم آسماں صدر جلالش	آپ کا جلال ساتویں آسمان پر جلوہ گر ہے
معطر حنش از عطر ولایت	آپ کا حسن ولایت کے عطر سے معطر ہے
کہ بخش خلق را بوی ہدایت	خدا کی مخلوق اسی سے ہدایت کی خوشبو لے رہی ہے
شد از در دے کہ عطر او مقطر	چونکہ آپ کا درد عطر کا مقطر ہے
جہاں را نکبتش دارد معطر	اسی کی خوشبو سے عالم معطر ہے
بدلی مظهر ماہ حجازی	آپ یوں دہلی کے حجازی چاند ہیں
تو گوئی نائب شاہ حجازی	کہ آپ شاہ حجاز کے نائب ہیں
بمیدان تجرد شہ سوارے	تجرد کے میدان کے آپ شہسوار ہیں
باقلیم تفرد شہریارے	تفرد کی اقلیم کے آپ شہریار ہیں

زمیں از مقدم اونا ز کردہ فلک را فرش پا انداز کردہ تعالے اللہ محبوب الہی بعین فضل مرغوب الہی	آپ کے خیر مقدم پر زمین کو ایسا ناز ہے کہ فلک فرش پا انداز ہو گیا تعالے اللہ آپ اللہ کے محبوب ہیں فصل کی آنکھ سے اللہ کو مرغوب ہیں
--	--

## رُبَاعِی

اے فخر جہاں تاکہ ترا یافتہ ام داند دل شادم کہ چہ یافتہ ام مردم ہمہ دانند خدرا از تو باللہ کہ تر امن ز خدا یافتہ ام	اے فخر جہاں جب سے آپ مجھے مل گئے ہیں میرا سر و دل ہی جانتا ہے کہ میں کیا پایا لوگوں نے آپ کے ذریعے خدا کو پایا مگر خدا کی قسم میں نے خدا سے آپ کو پایا
---	---

## منقبت

سرم بدوش جام فخر دین ست دلہم قربان نام فخر دین ست سرکش نزار و بلبل من کہ آراش بدام فخر دین ست	میرا سر فخر دین کے جام سے بدوش ہے میرا دل فخر دین کے نام پر قربان ہے میری بلبل باغ میں سرمارتی نہیں پھرتی فخر دین کے دام ہی میں اسے آرام ہے
--	--



<p>دل نے جس درد کی مجھے تعلیم دی ہے  یہ فخر دین کے صبح و شام والی دعا کا اثر ہے  اے دل دامن پھیلائے ہوئے آجا  عالم میں فخر دین کا فیض عام ہے  چلو دل کے ملک میں قیام کریں  کہ دل کا ملک فخر دین کے کلم میں مصروف ہے  اندھ والا فیض خوبی کے میدان میں  سراسر فخر دین ہی کے نام سے جاری ہے  آسمانی چاند سورج وغیرہ کی  ساری تجلیاں فخر دین کا پیام ہیں  عقل کا پرند یہاں کیا اڑے  فخر دین کے مقام سے آگاہ ہے  یہی سبب ہے کہ ملک عشق کا نظام درست ہے  آخر نظام فخر دین کا غلام ہے</p>	<p>مراد دے کہ دل کو دست تعلیم  دعائے صبح و شام فخر دین ست  تو ہم لے دل بیا۔ دامن پیش آرا  بہ عالم فیض عام فخر دین ست  روم من ہم بملک دل کنم جائے  کہ ملک دل بکام فخر دین ست  بجولاں گاہ خوبی فیض قدسی  سراسر ہم ز نام فخر دین ست  زہر و مہ فلک کم گو کہ ہر دم  تجلیہا پیام فخر دین ست  چہ بال افشاں دایں جا طائر عقل  کہ آگہ از مقام فخر دین ست  نظام ملک عشق ازوے مناسب  نظام آخر غلام فخر دین ست</p>
--	--

حضرت مولانا کے گرامی اوصاف اور حالات کو تحریر میں  
لانا گویا دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے راقم الحروف کو جو کچھ یاد تھے  
لکھ دے۔ امید ہے کہ دیکھنے والے اس کو ذوق شوق سے پڑھ کر  
خوش ہوں گے اور اس احقر اضعف العباد کو دعائے خیر سے یاد

فرمائیں گے اور حضرت مولانا کے ارشادات کو پیش نظر رکھیں گے تو  
 جزائے خیر کے مستحق ہوں گے۔ ۹۹ھ ہجری میں آپ کی عمر ۷۲ سال  
 کی تھی اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہجری سنہ کے لحاظ  
 سے آپ جناب باری کے (۹۹) نام کے منظر تھے اور (۷۲) سال  
 کی عمر کے لحاظ سے (۷۲) مسلکوں کے ہادی تھے۔ اسی لئے آپ نے  
 اس زمانے میں فرما دیا تھا کہ عام اجازت لیکن سنت نبوی (صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم) کا خیال رہے۔ مقرب خادموں کے التماس پر  
 بھی مدرسے کی جانشینی کے متعلق آپ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔  
 حضرت خواجہ قطب العالم بختیار کاکی اوشی کی درگاہ میں خود شریف  
 لے گئے۔ اور وہیں تھے کہ بوقت شب ۲ جمادی الثانی ۹۹ھ  
 میں وصال فرمایا۔

## تاریخ

دیکھ قبلہ جاں فخر دیں محب نبی	جب قبلہ جاں فخر دیں محب نبی
رواں بہ بارغ جہاں شد ز جلوہ گاہ جہاں	اس دنیا سے جنت کی مدھارے
بروئے خلق جہاں چشم تازہ برپا شد	دنیا میں تازہ حشر برپا ہو گیا
زدیدہ اشک۔ ز دل سرکشید آہ و فغان	آنکھوں سے آنسو دل سے آہ و فغان بھل گئی

نظام بندہ آل سرفراز عالم قدس	سر بلند عالم قدس کا بندہ
بجیب سینہ نبرد چاک کردہ دل بریاں	سینہ چلک ہو گیا۔ دل بھن کر رہ گیا
زرد دل چو سال وصالش طلبتے نمودم گفت	دل سے وصال کا سال پوچھا تو کہا
بود محب نبی زبیب فخر دیں بہ جناں	محب نبی۔ فخر دین جنت میں ہیں
وامم امتی لتلے ظلال فیوضہ علی العالمین	بوسیدہ ن و ص قیامت تک اللہ مولانا کے
الا یوم التناوب بالنون والصاد	سائے سے نہ صرف ہم کو بلکہ تمام عالم کو فیض بکھ

## رباعی

تاہر دو جہاں تام و نشان خواہد بود	جب تک دونوں جہاں کا نام و نشان ہے گا
حقا کہ جہاں ست و جہاں خواہد بود	حق بات یہ ہے کہ وہی راستہ ہے اور وہی رہے گا
در چشم نظام رونق ملک جہاں	نظام کی آنکھ میں دنیا کی رونق کے لئے
تاہست جہاں۔ فخر جہاں خواہد بود	جب تک جہاں ہے فخر جہاں۔ فخر جہاں رہیں گے

## رباعی

بیابی فخر۔ از ہر لفظ عالم	دنیا کے ہر لفظ سے فخر کے عدد نکال کر دیکھو
دو چہش ساز و افروز کن یکے ہم	دو گنا کر کے اس پر ایک اور اضافہ کر دو





# قطعة تاریخ

ترجمہ

از مستترجم،

جناب حضرت قیصر میاں کا

ہوا ارشاد پورا بہر طالب

مناقب فخریہ کا ترجمہ ہے

بحمد اللہ مکمل اور جاذب

لکھوے در دہجری سال تاریخ

کہ نویر پاک فخریہ مناقب

# قطعہ تاریخ طباعت

از  
(مترجم)

ہمارے مرشدوں کی ہے عنایت	کہ ہیں مندوبِ فخریہ مناقب
معین الحق والدین کے کرم سے	چھپے مرغوبِ فخریہ مناقب
طلب حق کی نہیں بے کاریاں	کہ ہیں مطلوبِ فخریہ مناقب
نظام اشعار سے دوچند ہے حسن	یہ ہیں کیا خوبِ فخریہ مناقب
نبی کے ہیں محب کے یہ جو ملفوظ	تو ہیں محبوبِ فخریہ مناقب
نمایاں اس سے توحیدِ وجودی	کہ ہیں مغلوبِ فخریہ مناقب

ہیں منکر لوگ۔ خارجِ درد اس سے

چھپے کیا خوبِ فخریہ مناقب <sup>۳۶۶</sup>

۱۷۴۷ — ۳۶۶ = ۱۳۸۱ھ

## نذر عقیدت

از نتیجہ فکر جناب میر نذر علی دہلوی کا گوری  
رنگ

ہاں نظام الدین خواجہ رنگ دے  
مست کر اپنا پیالہ - دے پلا  
ہاں نگیلے قطب الدین کا واسطہ  
کر غنی نیز نگئی کونین سے  
خواجہ عثمان معین الدین چشت  
رت بستنی اور چشتی مبارکہ  
دل کے دہانے کا - روشن ہو چراغ  
اب نہ چھوٹے رنگ چنری کا سبھی  
کچھ نہ ہو اپنی خبر مجھ کو نظام  
سہروردی اور کلیمی رنگ میں  
بہر شاہ اصلح الدین آج تو  
حضرت قیصر میاں کا واسطہ  
تو ہے نگیں - جام رنگیں ساقیا

آج جام عشق رنگا رنگ دے  
تیرے قرباں ہاں پیالہ رنگ دے  
واسطہ گنج شکو کا، رنگ دے  
آج کچھ ایسا انوکھا، رنگ دے  
معرفت کے لعل بہا رنگ دے  
چشتیوں والا نرالا رنگ دے  
ہاں فیضی الدین کا حد رنگ دے  
صدقے جاؤں ایسا پکا رنگ دے  
رنگ حسری میں سہا رنگ دے  
آج یہ حجتہ عظاما رنگ دے  
فخر دہلی فخر دین کا رنگ دے  
فقر فخری میں خدا کا رنگ دے  
ساغر عرفان رنگا رنگ دے

قلب اپنا دے خوش و کیوں نہ ہو  
جب نظام الدین رنگیلا رنگ دے

حضرت چشتی نظام الدین ج کے عرس میں صندل مالی کا وقت  
عجب نورانی اور پر کیف ہوتا ہے۔ ۱۳۶۱ھ میں بمقام اورنگ آباد  
علی بخش قوال مرحوم نے یہ صندل گایا تھا۔ اب شیخ ہدایت  
قوال گاتا ہے۔

## صندل

یہ نظامِ پیا کا صندل ہے	نور رب العلا کا صندل ہے
سرورِ اتقیا نظام الدین	سید الاصفیا کا صندل ہے
تنج تن پاک کی ہے جلوہ گری	نائبِ مصطفیٰ کا صندل ہے
کھوئی جاتی ہے روحِ خوشنویا	عارفِ کبریا کا صندل ہے
مہک اٹھی متاعِ علم و حیات	نورِ نور خدا کا صندل ہے
دیکھو چھایا ہوا ہے نور ہی نور	تاجدارِ بقا کا صندل ہے
جس میں ہے جلوہٴ کلیم اللہ	یہ اُسی حق نما کا صندل ہے
فخر دیں فخرِ اولیا ہیں سیاتھ	مرشدِ باصفا کا صندل ہے
جانشین جن کے ہیں میاں قیصر	یہ انھیں باخدا کا صندل ہے

رنگ ہے درِ چشتیہ جن کا

یہ انھیں رہنما کا صندل ہے



## دیگر

مجھے کہتے ہیں پروانہ نظام الدین چشتی کا  
 میں دیوانہ ہوں مستانہ نظام الدین چشتی کا  
 اُسی کو سیر ہوگی عالم عرفاں کی دنیا میں  
 جو بی بے ایک پیمانہ نظام الدین چشتی کا  
 عطا کی ہے مجھے شاہی اسی درگی گدائی نے  
 مجھے کہتے ہیں دیوانہ نظام الدین چشتی کا  
 جسے پینا ہو پی لے بادۂ توحید کا ساغر  
 کھلا ہے آج میخانہ نظام الدین چشتی کا  
 شہنشاہ بن گئے دنیا میں خادم آستانے کے  
 وہ ہے فیضِ فقیرانہ نظام الدین چشتی کا  
 نہ پھر کیسے ہو فخر الدین چشتی کی نظر اس پر  
 رہے جو دل سے دیوانہ نظام الدین چشتی کا  
 بھلائے درد اس کی مستیوں کا پوچھنا کیا ہو  
 پیا ہو جس نے پیمانہ نظام الدین چشتی کا

## ٹھہری

جب سے نیناں لگے تو سے مورے بنجام  
میکا بڑھوا بھری توری آنکھیں سے کام  
جب سے نیناں لگے

میں تو داسی تمھاری ہوں اے فخر دیں  
اپنے ہی رنگ ما، میکا رنگ لیو تمام  
جب سے نیناں لگے

آہ تربت ہوں۔ دن رین میں درد سے  
مورے سیاں رشت ہو پھکتے تو را نام  
جب سے نیناں لگے

## دیگر

بنجام پیا آج واری میں جاؤں  
سنگ تہارے پھاگ رہاؤں  
بھر پچکاری حضرت فخر کی  
اپنی چنریا تو سے رنگاؤں

در دستے بے کل - پھر توں کل ہے  
جب میں سہیلی توری کہاؤں

حضرت خواجہ پیر فخر الدین      ابن ابن امیر فخر الدین  
مئے - الفقیر - پی کے لاؤں رنگ      تم بنادو فقیر فخر الدین  
چشتیہ خاندان میں واللہ      آپ ہیں بے نظیر فخر الدین  
واسطہ ہے چسراغ دہلی کا      ناصر دیں - نصیر فخر الدین  
ہاں بصارت عطا ہو عرفاں کی      آپ کر دیں - بصیر فخر الدین  
رنج و غم کی - مجھے نہیں پروا      ہیں مرے دستگیر فخر الدین

درد کا گوروی کی عرض یہ ہے  
دل ہو روشن ضمیر - فخر الدین

یہ دل مدہوش جام فخر دیں ہے      یہ سر قربان نام فخر دیں ہے  
بحمد اللہ نظامی میکدے کا      ہر اک ساغر پیام فخر دیں ہے  
ازل کی مستیوں کی سن کے دعوت      جسے دیکھو بکام فخر دیں ہے  
چلا آ سامنے پھیلانے دامن      کہ جاری فیض عام فخر دیں ہے  
ہماری زندگی کی ساری تنظیم      بحمد اللہ نظام فخر دیں ہے  
بہ ہر صورت ہے توحید وجودی      یہی شرح کلام فخر دیں ہے  
نہیں معلوم کیا مستوں نے دیکھا      ہر اک شیدا بجام فخر دیں ہے  
سمجھ سکتے نہیں ہم پستی والے      بہت اعلیٰ مقام فخر دیں ہے  
ہے پائی درد کی نعمت جو دل نے      دعائے صبح و شام فخر دیں ہے

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین

ہے آپ کا وہ مرتبہ - سرکار نظام الدین  
واحد ولی لاکھوں ہیں آپ کے خوشہ چیں  
آئے ہیں یہاں سُنکر نام آپ کا با تمکین  
تقدیر کے کھوٹے ہیں - نادار ہیں اور مسکین

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین  
جب آپ سالیوں میں سرکار نہیں کوئی  
ہم سا بھی زمانے میں نادار نہیں کوئی  
جب یار نہیں کوئی - غمخوار نہیں کوئی  
ہم جیسے غریبوں کا - اختیار نہیں کوئی

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین  
ہے جس کی ضرورت وہ توقیر نہیں کوئی  
تقدیر بنے کندن اکیر نہیں کوئی  
مقصود کے ملنے کی - تدبیر نہیں کوئی  
افسوس کہ آہوں میں تاثیر نہیں کوئی

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین  
جب درگاہ والا پر - قسمت ہمیں لائی ہے  
پھر تو یہ سمجھتے ہیں تقدیر - بن آئی ہے



اللہ و محمد تک حضرت کی رسائی ہے  
 سرکارِ کلیمی کی سرکارِ دہائی ہے  
 ہم پر بھی کرم دانا مولانا نظام الدین  
 اس دُرد بھکاری کی۔ یہ عرض ہے اے سرور  
 ہونچل، عقیدت کا۔ مولانا کبھی بار آور  
 اس دل کی تمنائیں، رخشانی میں ہوں خاور  
 اور آپ دے جائیں، عرفاں کے ہمیں ساغر  
 ہم پر بھی کرم دانا مولانا نظام الدین

## فخر الدین مولانا

مری قسمت کی یہ روداد فخر الدین مولانا  
 کہ میرا گھر نہیں آباد فخر الدین مولانا  
 کہ وناشاد کو بھی شاد فخر الدین مولانا  
 حبیبِ قطب و غوثِ اوتاد فخر الدین مولانا  
 پریشانی کی۔ اور افتاد کی۔ حدی نہیں کوئی  
 نصیب بھی اٹھاتا ہے، مقید ہی نہیں کوئی  
 کہ جیسے زندگی کا اور مقصد ہی نہیں کوئی  
 یہ میں کب تک سہوں بیداد۔ فخر الدین مولانا

میری قسمت کی تاریکی ضیا ہو مہر انور کی  
کہ مدت سے تمنا ہے نگاہ بندہ پرور کی  
قسم ہے آپ کو سرکار اس روئے منور کی

کرو درو جگر کو شاد۔ فخر الدین مولانا  
کہاں تک آپ کو اپنے جگر کے داغ دکھلائیں  
رہیں ناکام اور پھر آپ کے خدام کہلائیں  
دیر والا کو آخر چھوڑ کر کہتے کہاں جائیں  
خدا را کیجئے ارشاد۔ فخر الدین مولانا

خدا را اپنے ہم عصروں میں ہو۔ بندہ نہ شرمندہ  
ملیں پُر نور ساغر۔ اختر قسمت ہو تابندہ  
جبین شوق پر گویا۔ انا المطلوب ہو کندہ

عطا ہو ایسی استعداد۔ فخر الدین مولانا  
یہ حالت اور پھر آقا تمھارے جاں نثاروں کی  
تمنائیں ہوئیں پا مال تابندہ بہاروں کی  
کرم ہم پر بھی۔ مولائے جہاں جیسے ہزاروں کی  
کیا کرتے ہیں آپ امداد۔ فخر الدین مولانا

ادھر ہے موج بے تابی تو اس جانب ہے سیل غم  
لکھی ہیں کیا میری تقدیر میں۔ ناکامیاں ہر دم  
یہ نظر یاس و حسرت کے۔ یہ مسکین درد کا عالم

ہے میری آپ سے فریاد۔ فخر الدین مولانا

## مزار پھولوں میں

(بزبانہ عرس)

ضیا بدوش ہے کیسا مزار پھولوں میں  
 بسی ہوئی ہے نسیم بہار پھولوں میں  
 شریک ہیں جو عقیدت کے ہار پھولوں میں  
 گل مراد ہیں لاکھوں ہزار پھولوں میں  
 یہ نکبت اور یہ مستی - یہ کیف - یہ جلوے  
 یہ رنگ نور - یہ تصویر یار پھولوں میں  
 ہیں خود بھی بن کے وہ خوشبو شریک محفل میں  
 بسا ہوا ہے یہ جن کا مزار پھولوں میں  
 لہک مہلک ہے کچھ ایسی کہ بس گئی محفل  
 نشاط - روح کو ہے بار بار پھولوں میں  
 چڑھائے ہیں جو عقیدت کے پھول میں نے آج  
 شریک ہیں وہ - انھیں بے شمار پھولوں میں  
 بنا ہوا ہے جو سارا مزار بقیۂ نور  
 ہر ایک گل ہے - گل شاہکار پھولوں میں

ہر روز عرس کا - دولہا بنا ہوا ہے کوئی  
 چھپی ہوئی ہے عروس بہار پھولوں میں  
 خدا کے فضل سے لے در دآہی ہے نظر  
 تجلی نگہ کیف - بار پھولوں میں

میں گناہ گار اس پر یہ لباس پار سائی  
 مرا علم ہے وہ ناقص - کہ عمل بنا ریائی  
 نہ مرے وجود سے ہو کہیں اور جگ ہنسائی  
 ضما رہ قلندر مسزوار بن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ رسم پار سائی  
 ہے فروغ آمرت مری زندگی کا مقصد  
 نہ خودی انتہا ہے - نہ فریب کی کوئی حد  
 وہ گناہ گار ہوں میں کہ ریائیں ہوں مقید  
 بن زمین چو سجد کر دم - ز زمین ندا بر آمد

کہ مرا خراب کردی تو سجدہ ریائی  
 کبھی زہد و پار سائی - میں تھیں نیکیاں مجسم  
 مگر آج ہے یہ حالت ہے برائیوں کا پرچم



ہے نظامِ پارسائی - ہوا ایک لختِ برہم  
 بشارتِ خانہِ رفقہم - ہمہ پاک باز دیدم  
 چہ بصومعہ رسیدم ہمہ یتم دغائی

مجھے اپنی علمیت پر - ہے غور چند در چند  
 نہ خودی کی ہے ندامت نہ خدا کا آرزو مند  
 مرے نفس نے کچھ ایسا - مجھے کر لیا نظر بند  
 بطوافِ کعبہ رفقہم - بحرِ ہم نہ دادند

تو بروینِ در - چہ کردی - کہ درونِ خانہ آئی  
 جو خدا کو اپنے بندوں کی پسند ہے خوشامد  
 تو ندامتوں سے یہ دل ہوا درد - ایک مشہد  
 یہ کرمِ خدا کا دیکھو کہ بایں قصور بے حد  
 دیرِ دیر چوں زدم من - ز دروں ندا برآمد

کہ بیا، بیاعراقی تو ز خاصگانِ مائی

---

آہونگا ہے جادو فگندے	دلہار بودہ گیسو کندے
از شد خوبیِ نخت پسندے	بیا تلخ و نازک مزاجے

مخمور چشمے غارت گیر دیں	ناترس کافر ز تار بندے
درو دل ستانی جادو نگاہے	آہو فریبے ناوک فلندے
در خاکساری۔ عاجز نوازے	از حسن و دلکش مضطر پسندے
از تابش رخ رخشندہ مہرے	دلہا گدازے آتش فلندے
خوش جامہ زیبے خوش دلفریبے	بستاقں سرے سر و بلندے
ہر بند زلفش۔ صد حلقہ دارے	آونجیت جاں ہابندے بہ بندے
از شکوۂ غم۔ چیں بر جبینے	در دل نوازی دریاں پسندے
از روئے انور روشن جہانے	وز عکس کا کل سایہ فلندے
صد ہا چو محنوں۔ پابند داسے	صد ہا چو لیل اگیسو کمندے

ہم سینہ بریاں۔ ہم دیدہ گریاں  
ہے ہے چہ پرسی از درد مندے

دیدہ و دل تو او ایس قرنی کا دیکھو  
جب ہوا۔ احمد مرسل کا تصور ان کو  
بے خودی میں یہ او ایس قرنی کہتے ہیں۔ سنو

دل کند سجدہ بہ این طرز خرامیدن تو

دیدہ صد شکر بجا آرد ازین دیدن تو

جلوہ حسن از دل تیری قسم ہے تجھ کو

دیکھ عشاق کی آنکھوں سے تو روپوش نہ ہو

اُف یہ رفتار یہ جلوے ترے، اے حسن نگو

دل کند سجدہ بایں طرز خرامیدن تو

دید صد شکر بجا آرد ازین دیدن تو

پھر ذرا جان جہاں - پردہ بر انداز تو ہو

ایک عالم ترا مشتاق ہے اے نور نگو

کس طرح یار - مقید نہ ترا کوئی ہو

نور مطلق متجلی بحسالی رخ تو

کافر ست آنکہ کند منع پرستیدن تو

روح تقدیر سے جب تیری گرفتار آئی

عقل روتی ہوئی رسوا سرباز ار آئی

کس کے جھٹے میں تری دولت دیدار آئی

تاشیدم کہ بہ پر سیدن بیمار آئی

کرد بیمار مرا حسرت پر سیدن تو

تیری آغوشِ نظر ہے وہ محبت کا جہاں  
ایک اشارے پہ ترے نظم جہاں ہے رقصاں  
پھر کچھ ایسا نگہ و دل میں تو کر دے سماں

ہر زماں میرم و ہر لحظہ شوم زندہ بجاں  
گہ زربخیدن تو — گاہ زخمدیدن تو

بے کلی حد سے نہ بڑھ جائے کسی دن تیری  
دیکھ پڑ مرده نہ ہو جائے کہیں دل کی کلی  
درد ہر حال میں رکھ پیشِ نظر اس کی خوشی

اے حسنِ بوسہ بہ پائشِ زدن از بے ادبی  
پائے نازک نشود رنجہ ز بوسیدن تو

---

(یہ وہ چیزیں ہیں جو عرس میں برابر گائی جاتی تھیں۔)

تَمَّتْ بِالْخَاتَمِ









چند مطبوعات سلمان ایدیجی

---

# سوانح خواجہ معین الدین چشتی رح

قیمت چار روپیہ پچاس پیسے

---

## الحکمتہ فی مخلوقات اللہ

تصنیف حجتہ الاسلام غزالی رح

(اردو ترجمہ)

قیمت : تین روپیہ پچاس پیسے

---

## An Introduction TO THE History of Hind-Pakistan

by

DR. S. MOINUL HAQ

\* \* \*

HAQQ-NISHAN

30 New Karachi Housing Society

Karachi-5